موضوع احادیث سے بچئے

اس کتاب میں احادیث موضوعہ کے متعلق شرعی نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے۔اور کچھ مروجہ موضوع احادیث کو یکجا کیا گیا ہے تاکہ ان سے احتراز کیا جائے۔

مؤلف

مفتی سعید احمد قاسمی مجادری (گجرات)

ادارۃ الصدیق ڈابھیل گجرات

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

موضوع احادیث سے بچئے

اس کتاب میں احادیث موضوعہ کے متعلق شرعی نقطۂ نظر بیان کیا گیا ہے، اور کچھ مروجہ موضوع احادیث کو یکجا کیا گیا ہے تاکہ ان سے احتراز کیا جائے۔

☆ مؤلف ☆

مفتی سعید احمد قاسمی مجادری (گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب : موضوع احادیث سے بچئے

مؤلف : مفتی سعید احمد قاسمی (گجرات)

صفحات : ۳۰۳

طباعت اول : محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۲ء

طباعت دوم : شعبان ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

قیمت :

کمپوزنگ : مولانا سفیان مجادری ۹۸۹۸۴۳۹۵۳۹

☆☆ ملنے کا پتہ ☆☆

مولانا رحمت اللہ مجادری ۹۵۱۰۵۱۱۱۴۶

مولانا شعیب صاحب مجادری (استاذِ جامعہ فیضان القرآن، احمد آباد)

۹۸۹۸۷۳۹۵۰۵

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

حصۂ اوّل

احکامات و ہدایات

حصۂ دوم

الموضوعات المروجة

انتساب

میں اپنی اس اولین خدمت کو میرے تمام محسنین کی طرف منسوب کرتا ہوں...

جن میں سر فہرست آقائے مدنی ،محبوب سبحانی ، رحمت للعالمین کی ذات بابرکت ہیں،جن کے احسانات سے ایک میں کیا پوری انسانیت گراں بار ہے۔

آپ ﷺ کے بعد مخلوقات میں عاجز کے سب سے بڑے محسن اس کے والدین ہیں، پوری زندگی کوشش کے باوجود ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا،ان کی فکروں ، دعاؤں اور توجہات ہی کا یہ پھل ہے کہ آج بندے نے ایک علمی کام اپنی بساط کے مطابق انجام دیا۔

اور مادر علمی جامعہ قاسمیہ رتن پور کے وہ مشفق و مہربان اساتذہ بھی میرے محسنین میں ایک نمایا مقام رکھتے ہیں جن کی ماتحتی میں رہ کر مادر علمی کے روح پرور اور عطر بیز لالہ زار کے لہلہاتے پودوں سے بقدر توفیق تعلیم وتربیت کے پھول چنے۔

اور دیگر کرم فرماؤں کے نام.....

تائیدودعائیہ کلمات

شیخ طریقت، جانشین نبی رحمت، شیخ الحدیث حضرت مفتی آدم صاحب بھیلونی

(دامت برکاتہم العالیہ)

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

جو بات نبی کریم ﷺ نے نہ کہی ہو اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا، اسی طرح جو کام نبی کریم ﷺ نے نہ کیا ہو اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں اس پر دوزخ کی وعید آئی ہے، اسی طرح اس پر اللہ تعالی کے شدید غصہ کی اور لعنت کی وعیدیں بھی آئی ہیں، احادیث ملاحظہ فرمائیں...

(۱)من يقل علي مالم اقل فليتبوأ مقعده من النار

(بخاری شریف، ج اول، کتاب العلم)

ترجمہ: جو میری طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو میں نے نہیں کہی اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۲)اشتد غضب الله على من كذب علي متعمدا (الحديث)

ترجمہ: اللہ تعالی کو ایسے شخص پر بڑا غصہ آتا ہے جو میری طرف جان کر جھوٹی بات منسوب کرے۔

(۳)من كذب علي متعمدا فعليه لعنة الله و الملائكة الناس اجمعين. (الحديث)

ترجمہ: جو مجھ پر جھوٹ بولے گا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

یہ غلط نسبت کرنا اچھے مقصد سے ہو تو بھی حرام ہے، مثلاً نیک اعمال پر ابھارنے یا برے کاموں سے بچانے لے لئے لوگوں کی گھڑی ہوئی احادیث کو بیان کرنا بھی حرام ہے۔

شرح مسلم شریف میں لکھا ہے:

لا فرق فی تحریم الکذب علیه ﷺ بین ما کان فی الاحکام ومالا حکم فیه کالترغیب والترهیب والمواعظ وغیر ذلك، فکله حرام من اکبر الکبائر واقبح القبائح باجماع المسلمین۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پر احکامات اور غیر احکامات میں جھوٹ بولنا حرام ہے، غیر احکامات کی مثال ترغیب وترہیب اور وعظ ونصیحت ہے، ان میں بھی من گھڑت احادیث بیان کرنا حرام ہے، اور بالاتفاق سب سے بڑا گناہ ہے۔

امت میں صدیوں سے ایسی من گھڑت حدیثیں بہت پھیلی ہوئی تھیں، اس لئے ہر زمانہ میں حضرات محدثینؒ نے ایسی کتابیں لکھیں جن میں ان حدیثوں کا من گھڑت ہونا واضح کیا، علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے "تذکرۃ الموضوعات" اور ملا علی قاریؒ نے "المصنوع" اور علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی المصنوعة" اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "اللآلی المنثورة" اسی مقصد کے لئے لکھی تھیں، تاکہ امت ان گھڑی ہوئی احادیث سے بچے، لیکن من گھڑت احادیث کے متعلق یہ کتابیں اور اس طرح کی دوسری کتابیں عربی زبان میں تھیں، احقر کے علم میں اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں تھی، اور ہمارے زمانے میں من

گھڑت حدیثوں کا بیان بہت زیادہ ہو گیا ہے، اس لئے اردو زبان میں ایسی کتاب لکھنے کی بہت سخت ضرورت تھی، جس میں مروجہ موضوع (گھڑی ہوئی) احادیث متقدمین محدثینؒ کی عربی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ بیان کی جاویں، اور ان کے بارے میں شرعی احکامات و ہدایات اور وعیدیں بھی مستند حوالوں کے ساتھ لکھی جاویں، لیکن یہ کام بہت ہی محنت طلب تھا، اور نازک بھی تھا، احقر نے جب یہ کتاب ''موضوع احادیث سے بچیئے'' کا بغور مطالعہ کیا تو بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالی نے اتنے اہم اور نازک کام کے لئے ہمارے ہی علاقہ پالن پور کے مجادر گاؤں کے دینی و علمی مزاج پانے والے ایک جوان مفتی سعید احمد قاسمی - زاده الله علما و عملا و بارك الله فى علومه - کو منتخب فرمایا اور اپنی خاص توفیق سے نواز کر بہت ہی عمدہ اور عوام اور خواص دونوں کے لئے قابل استفادہ کتاب لکھوائی، اللہ تعالی موصوف کی محنت کو قبول فرماوے، اور اس کتاب کو امت کے لئے نافع ترین اور مؤلف کے لئے ذریعۂ نجات بناوے، آمین یارب العالمین۔

دعا گو (حضرت مفتی) آدم (صاحب) بہیلونی

خادم حدیث و افتاء دار العلوم جامعہ نذیریہ، کاکوسی

ضلع پٹن، شمالی گجرات

۲۳/شوال ۱۴۳۴ھ

مطابق ۳۱/ اگست ۲۰۱۳ء

تقریظ

حضرت مولانا شعیب صاحب پالن پوری (مجادری) دامت برکاتہم

(استاذ جامعہ فیضان القرآن احمد آباد)

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دو قسموں پر مشتمل ہے، ایک قسم وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اس کو وحی متلو کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، اس کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، وحی متلو کی حیثیت متن کی سی ہے، اور وحی غیر متلو کی حیثیت شرح کی سی، قسم اول کا نام کلام اللہ ہے، اور قسم ثانی کا نام حدیث رسول اللہ ﷺ، حق جل مجدہ نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اسی طرح حدیث کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، قرآن کریم کی طرح حدیث کی حجیت بھی اہل حق کے نزدیک متفق علیہ ہے، جو ان دونوں کو تھامے گا گمراہی اسے چھو کر بھی نہیں گزر سکتی، قرآن کریم تصرف وتحریف سے ہمیشہ محفوظ رہا، حدیث بھی ایک زمانے تک اسی آن بان کے ساتھ چلی، لیکن ۴۰ھ کے بعد شیعہ، خوارج اور معتزلہ جیسے گمراہ فرقے تولد پذیر ہوئے، انہوں نے اپنے غلط مقاصد کے لئے حدیثیں گھڑنے کے کارخانے قائم کئے، اور اپنی طرف سے وضع کردہ عبارتوں پر حدیث کا لیبل چڑھانا شروع کر دیا، ان کی حالت ٹھیک وہی تھی جو علمائے بنو اسرائیل کی تھی کہ اپنی ذہنی اختراعات عوام الناس کو سناتے اور کہتے ہذا من عند اللہ، مسلم فرقوں میں بھی جب یہی روش راہ پا گئی تو علمائے امت کو سد باب کے لئے قدم اٹھانا پڑا، ۵۰ھ کے بعد صحیح حدیثوں کو موضوع احادیث سے جدا کرنے کے لئے سند کو ناگزیر قرار دیا گیا، ابن سیرینؒ فرماتے ہیں

کہ جب فتنہ واقع ہوا اور گمراہ فرقے وجود میں آئے تو محدثین نے کہنا شروع کیا سموا لنا رجالکم یعنی حدیث کی سند بیان کرو تا کہ دیکھا جائے کہ راوی اہل سنت میں سے ہے کہ اس کی روایت لی جائے، یا راوی گمراہ فرقوں میں سے ہے کہ اس کی حدیث نہ لی جائے، نیز ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگ ہر طرح کی سواری پر سوار ہونے لگے تو ہم نے ہر طرح کے راویوں سے حدیث لینا چھوڑ دیا، سند کے علاوہ فن جرح وتعدیل کا اجرا کیا گیا جس کی روشنی میں علمائے اسلام نے صحیح اور موضوع حدیثوں کے درمیان حد فاصل کھڑی کر دی، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔

حدیثیں گھڑنا بڑی خطرناک بات ہے، حضور ﷺ نے گھڑنے والوں کو بڑی سخت وعیدیں سنائی ہیں، ایک مشہور حدیث ہے...

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار.

اسی حدیث کی روشنی میں علماء نے حدیث گھڑنے کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح موضوع حدیث کو بیان کرنا بھی بالاتفاق حرام ہے، دوسری طرف واعظین اور عوام کی زبان پر بہت ساری ایسی احادیث چڑھی ہوئی ہیں جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے، اور کتنی احادیث تو ایسی ہوتی ہیں جن کا کتب حدیث میں نام ونشان نہیں ملتا۔

پیش نظر کتاب ''موضوع احادیث سے بچیئے'' میں مصنف کتاب مفتی سعید احمد مجادری نے اس پھیلی ہوئی غلطی پر متنبہ کیا ہے، اور واضح انداز میں موضوع احادیث کے احکام بیان کئے ہیں، اور کچھ مروجہ احادیث موضوعہ کی نشاندہی بھی کی ہے، اور ہر بات مستند کتابوں کے حوالے کے ساتھ ہے، تا کہ بات پختگی کے ساتھ اہل علم کے سامنے آئے،

اورعوام وخواص اس غلط رجحان سے اپنے آپ کو بچائیں، موصوف اپنی محنت میں یقیناً کامیاب ہیں، مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے قلم سے حدیث کے سلسلہ میں ایک اہم خدمت لی، بندہ دعا گو ہے کہ یہ کتاب مفید ثابت ہو، اوراس کا نفع عام وتام ہو۔

محمد شعیب بن عثمان

۱۳/محرم ۳٤ھ

تقریظ

عالم ربانی حضرت مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی دامت فیوضہم

(شیخ الحدیث جامعہ کھروڑ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى ، اما بعد!

قرآن کریم کے بعد امت کے پاس سب سے بڑا سرمایہ احادیث مبارکہ ہے، جو درحقیقت تفسیر ہے قرآن کی، اس عظیم سرمایہ میں بعض لوگوں نے رخنہ اندازی اوردروغ گوئی شروع کی، اس طرح کے عمل کو اصطلاح حدیث میں وضع حدیث سے تعبیر کیا گیا۔

اس کی ابتداء دوسری صدی ہجری سے ہی ہوچکی تھی، دنیا کا دستور ہے کہ جب کسی چیز کا بازار گرم ہوتا ہے تو مفاد پرست لوگ نقلی مال تیار کرکے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ اتنا پھیلاتے ہیں کہ اصل اورنقل میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اس سے صرف دنیوی معاملات

ہی متأثر نہیں ہوئے بلکہ دینی معاملات کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، جیسے عبد اللہ بن مسور بن عون مدائنی، ابوسعید عبد القدوس بن حبیب شامی جن کے بارے میں عبد اللہ بن مبارکؒ نے فرمایا میرے نزدیک ڈاکہ زنی عبد القدوس سے روایت لینے سے بہتر ہے، اسی طرح محمد بن سعید المصلوب شامی اور ابوعبد الرحمٰن غیاث بن ابراہیم نخعی، ابوداود سلیمان بن عمرو نخعی وغیرہ بے شمار لوگوں نے احادیث کے وضع طریق کو اختیار کیا، اور اسی وجہ سے امام احمدؒ نے اعلان فرمایا ثلاثة لیس لها اصل الملاحیم المغازی و التفسیر۔

بعض لوگوں نے اصلاح امت کے لئے احادیث کے وضع کو جائز قرار دیا، اور غلط دلائل سے استدلال کیا جس کا کوئی جواز نہیں ہوسکتا، **من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار** کے عموم سے تمام کی ممانعت ہے۔

لیکن اللہ تعالی نے ﴿**انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون**﴾ میں جہاں حفاظت قرآن کی ذمہ داری لی ہے وہی پر ضمنا احادیث مبارکہ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی ہے، چنانچہ شروع ہی سے ایسے نقاد فن اور اسماء رجال کے امام تیار ہوئے جنہوں نے صحیح کو غلط سے واضح کر کے پیش کیا، اس لئے کہ نبی ﷺ کے دین میں زیادتی ہے، نیز اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات نبی نے بیان نہیں کی وہ اب بیان ہو رہی ہے جو ﴿**الیوم اکملت لکم دینکم**﴾ کے بالکل خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات صحابہ تو صحیح روایات کے اکثار میں بھی احتیاط فرماتے تھے، حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ کیا آپ فلاں جگہ حضور ﷺ کے ساتھ موجود تھے جب ہم آپ کے ساتھ تھے، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں مجھے معلوم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا **من کذب علی متعمدا فلیتبوأ**

مقعده من النار تو حضرت عمرؓ نے فرمایا **اذهب فحدث** ،ابن عبد البرؒ نے اس کے ذیل میں جامع بیان العلم میں لکھا ہے کہ کثرت روایت کبھی غلطی کی طرف ڈال دیتی ہے، تو جب اکابر تو صحیح روایات کے اکثار سے ڈرتے تھے تو وضع حدیث کی اجازت یا اس کو بیان کرنے کی اجازت کہاں سے ہوسکتی ہے، بعض اکابر کی رائے تو یہ ہے کہ واضعین حدیث کی توبہ قبول نہیں ہوتی، اگر چہ اس رائے سے اتفاق نہیں کیا گیا تاہم تشدد ضرور معلوم ہوتا ہے۔

الحمد للہ اس بات کو واضح کرنے کے لئے اور کچھ روایات جو امت میں چل پڑی ہیں ان کی وضاحت کے لئے مولانا سعید احمد مجادری نے قلم اٹھایا، اللہ ان کو جزائے خیر دے، آمین، البتہ یہ بہت حساس اور نازک فن ہے کہیں غیر حدیث کو حدیث اور حدیث کو غیر حدیث نہ کہہ دیا جائے، اللہ تعالی مؤلف کتاب کو دنیا و آخرت میں بہتر بدلہ عطا فرمائے، اور کتاب کو امت کے لئے نافع بنائے۔

از بنده : محمد حنیف لوهاروی

دار العلوم کهروڑ

پیش لفظ

فقیہ العصر علامۃ الدہر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم العالیہ

(ناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدر آباد)

وحی کی دو قسمیں ہیں، ایک وحی متلو، دوسرے وحی غیر متلو، وحی متلو اللہ تعالی کا کلام ہے جو قرآن مجید کی شکل میں محفوظ ہے، اور وحی غیر متلو اللہ تعالی کی وہ باتیں ہیں جنہیں الفاظ کا

پیر ہن رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿**وما ینطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی**﴾ (النجم ۳-٤) جس طرح اللہ تعالی کے کلام میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی یا کوئی تبدیلی گناہ اور سنگین جرم ہے، اسی طرح احادیث میں بھی کوئی اضافہ یا کوئی کمی یا کوئی تبدیلی انتہائی درجہ کی معصیت ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ سے ثابت نہ ہو جھوٹ ہے، اور کسی جھوٹی بات کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا موجب عقاب ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار** (ترمذی حدیث نمبر ۳۷۱۵۰)۔

جب حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں فتنوں نے سر ابھارا، اور اس کے بعد سے نئے نئے فرقوں نے جنم لینا شروع کیا، تو حدیثیں گھڑنے کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا، ہر فرقہ اپنی فکر کی تائید میں حدیثیں وضع کرتا، کوئی سیاسی مقاصد کے لئے احادیث گھڑتا، کوئی حصول زر کے لئے یہ کام کرتا، یہاں تک کہ بعض صوفیاء ترغیب وترہیب کے لئے بھی وضع حدیث کا ارتکاب کرتے، چنانچہ ضرورت دامن گیر ہوئی کہ احادیث کے قبول ورد کے سلسلہ میں اصول وضع کئے جائیں، اس کے لئے رجال کار تیار ہوئے جنہوں نے تحقیق رجال کا ایسا کارنامہ انجام دیا جو اپنی مثال آپ ہے، اور جرح وتعدیل ایک مستقل فن کی حیثیت سے وجود میں آ گیا، اللہ ان کو جزاء خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔

اس وقت دو پہلو قابل افسوس ہے، ایک تو پیشہ ور واعظین ہیں جو اپنی تقریروں میں رنگ بھرنے کے لئے ہر رطب ویابس کو پیش کرتے رہتے ہیں، جن حدیثوں کا موضوع ہونا مسلم ہے ایسی بھی احادیث پیش کرنے سے گریز نہیں کرتے ہیں، اور عوام بھی ایسے مقررین کو

زیادہ پسند کرتی ہے، دوسرا قابل افسوس پہلوان بھائیوں کا ہے جو بغیر تحقیق کے احادیث کو موضوع قرار دینے میں سبقت لے جاتے ہیں، اوراس کے نتیجہ میں بہت سی احادیث کا انکار کر بیٹھتے ہیں، جہاں واعظین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی تقریروں کو دلچسپ بنانے کے لئے بغیر تحقیق کے حدیث پیش نہ کریں، اسی طرح بغیر تحقیق کے کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانے سے گریز کرنا بھی ضروری ہے۔

عربی زبان میں متقدمین ومتاخرین علماء کی درجنوں کتابیں اس موضوع پر ملتی ہیں، اردو زبان میں بھی کچھ کام ہوا ہے لیکن اس پر مزید کام کی ضرورت ہے، اللہ جزاء خیر دے محبی فی اللہ جناب سعید احمد قاسمی مجادری پالن پوری کو جنہوں نے اردو زبان میں اس موضوع پر کتاب لکھی، اورآغاز میں موضوع احادیث کی علامات، وضع احادیث کے اسباب اور حدیث وضع کرنے کے احکام کو بیان کیا، پھر ان احادیث پر گفتگو کی جو عوام کے درمیان مشہور ہوگئی ہیں، جب کہ وہ موضوع تھیں، مؤلف نے کسی بھی حدیث پر حکم لگاتے ہوئے مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اس لئے مؤلف کی یہ تالیف جو ''موضوع احادیث سے بچئے'' سے موسوم ہے ایک مفید اور قابل قدر کاوش ہے، اور طبقۂ علماء اور طبقۂ عوام دونوں کے لئے لائق مطالعہ اور معلومات میں اضافہ کا باعث ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی مؤلف کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے سعادت دارین کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔

۱۵/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ	خالد سیف اللہ رحمانی
۱۵/مئی ۲۰۱۴ء	(خادم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

مقدمہ اشاعت ثانیہ

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ایک گمنام اور ہیچمداں کی تحریر اور پیغام کو ایک بڑی تعداد تک پہنچایا، اگر بندہ اپنی ساری توانائی ختم کرتا تب بھی وہ کامیابی نہ ملتی جو ایک خدا کی مشیت پر ملی، وہ بڑا قادر مطلق ہے جو رات کی تاریکیوں میں سحر کا اجالا ہر سمت بکھیرتا ہے اسی طرح بے سروسامانی کے عالم میں امید کی کرن نمودار کرتا ہے، اس محسن عظیم کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

آج اسی مہربان رب کی نظر عنایت نے کتاب کی دوبارہ اشاعت کا دن دکھایا، اسی کی رحمت وعنایت کی دستگیری نے کمزور اور درماندہ مسافر کو ایک نئی طاقت بخشی، مہربان رب کی ان بے پناہ مہربانیوں پر میرا انگ انگ شکرگزاری میں مصروف ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس کے لامحدود انعامات کے سامنے بندے کے کسی قول وفعل یا کسی احساس کو شکرگزاری سے تعبیر کرنا جرأت اور خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں، قارئین کی خدمت میں درخواست ہے۔

اخا العلمِ! لا تَعجلُ لِعيبِ مصنف
ولَم تتيقن زلةً منه تعرف
فَكم أفسد الراوی كلاما بِنقله
وكَم حرّف المنقولَ قومٌ وصحّفوا
وكَم ناسخ أضحٰى لِمعنى مغيِّرا
وجاء بشئ لم يُرِده المصنف

سعید احمد مجادری

محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

بعض سوالات کے جوابات

بعض مخلصین نے ذہنی خلجان کو دور کرنے کے لئے کچھ سوالات کئے تھے، ان سوالات کا جواب دینے کے لئے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے دیوبندی مکتب فکر کے ایک جید عالم دین حضرت مولانا عبدالحیؒ کا مکالمہ جوایک سائل سے ہوا تھا پیش کرتا ہوں، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ سے کسی نے حدیث کے متعلق سوالات کئے ہیں اور حضرتؒ نے ان کو جواب دیا ہے، یہ مکالمہ ہمارے موضوع سے تعلق رکھتا ہے، اور ہمارے بہت سے دماغ میں گردش کرنے والے سوالات کا جواب بھی ہے اس لئے اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے، اسی سے سوالات کا حل نکل آئے گا۔

سائل: یوم عاشورا میں نماز کی تعداد اور اس کا طریقہ بتائیے، اور یہ بھی بیان کیجئے کہ ان کا کیا ثواب ہیں؟

مجیب: یوم عاشوراء میں کوئی خاص نماز کمیت و کیفیت کی تعیین کے ساتھ مروی نہیں ہے، اور جو روایات مروی ہے وہ موضوع اور من گھڑت ہے اس پر عمل کرنا اور اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

سائل : یوم عاشوراء کو دن اور رات کی مخصوص نمازیں اسی طرح دیگر ایام کی بعض مخصوص نمازیں صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں بیان فرمائی ہیں، اور ان کے متعلق روایات بھی بیان فرمائی ہے، پھر کیسے ان پر عمل ناجائز ہوگا، اور کیسے ان کے موضوع اور من گھڑت ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

مجیب: ان کے بیان کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ نہ تو خود

محدثین میں سے ہیں اور نہ کسی محدث کی طرف روایت کو منسوب کیا ہے۔

سائل: کیا حاضر دماغی سے باتیں کررہے ہو، اگر ان اکابرین کے بیان کا اعتبار نہیں ہوگا تو پھر کون ہیں جن کے بیان کرنے پر اعتماد کیا جائے۔

مجیب: یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہر فن کا کسی نہ کسی کو ماہر بنایا ہے، کتنے علم فقہ کے سمندر میں غوطہ زنی کرنے والے احادیث کی تنقید میں مہارت نہیں رکھتے، اور کتنے ماہر نقاد محدثین کو علم فقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کتنے علم تفسیر کے شہسوار حدیث میں صحیح وسقیم کی تمیز پر قادر نہیں ہیں، اور کتنے علوم باطنیہ میں مہارت رکھنے والے صوفی علوم ظاہری میں عاجز نظر آتے ہیں، پس ہر ایک کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا چاہیئے، (یعنی دوا صحیح ہے یا غلط اس کو معلوم کرنے کے لئے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیئے نہ کہ انجینئر کے پاس)۔

سائل: پھر تو تعجب اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ مصنفین جو بڑے صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کی فہرست میں ان کا نام لیا جاتا ہے، جو علوم باطنی کے علم بردار ہیں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھے، جبکہ یہ بات مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا بڑا گناہ ہے۔

مجیب: ہرگز نہیں وہ حضرات تو اس سے منزہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کوئی جھوٹ باندھے، اور جو بھی ان حضرات کی طرف وضع حدیث کی نسبت کرے وہ بڑا بد بخت انسان ہے۔

سائل: اگر یہ حضرات جھوٹ گھڑنے والے نہیں ہیں تو پھر کون ہے ان کا گھڑنے والا؟

مجیب: ان کو گھڑنے والے جاہل صوفیاء ہیں جو اپنی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے لوگوں کو عمل پر آمادہ کرنے کے لئے حدیث گھڑنے کو جائز سمجھتے تھے، بلکہ اس کو ثواب کا کام سمجھتے تھے، یا ملحدین اور زنادقہ ہیں جنھوں نے دین کو نقصان پہنچانے کے لئے حدیثیں گھڑیں۔

سائل: پھر ہمارے مشائخ نے ان احادیث کو کیسے قبول کر دیا، اور اپنی کتابوں میں انہیں کیسے جگہ دے دی؟

مجیب: اس لئے کہ وہ ہر مومن کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ مومن ہرگز نبی ﷺ پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔

سائل: بعض صوفیاء نے تو احادیث کی سندیں بھی بیان کی ہیں، پھر ان سند کے ہوتے ہوئے کیسے غیر معتبر کہہ سکتے ہیں؟

مجیب: جس نے سند بیان نہیں کی ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان اتنے سارے جنگلات ہیں جن کو عبور کرنے سے پہلے ہی سواریاں سانس توڑ دیتی ہیں، اور جس نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کی سند کے رواۃ کی تفتیش کی جائے گی۔ (الآثار المرفوعة)

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و مصلیا

یہ عاجز اولاً اپنی اس حقیر خدمت کو لے کر احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، اور اپنے پروردگار کے سامنے دست بستہ، جبین نیاز خمیدہ جذبات تشکر کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے کہ: اے آقا! ممنون ہوں جو نظر کرم مجھ پہ پڑی ہے، آقا! آپ ہی نے صلاحیتیں عطا کیں، آپ ہی نے حوصلہ دیا، اس خدمت میں آپ کی نظر عنایت کے سوا کچھ نہیں، یقیناً

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
ہم کون ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ بھی ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اس کے بعد عرض ہے کہ......

نبوت کا دروازہ بند ہے، اور اس آخری مذہب اسلام کو قیامت تک سارے انسانوں کے لیے مکمل اور ناقابل نسخ کر دیا گیا ہے، اس لئے اسلامی تعلیمات اور دینی اعمال وافکار کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ امت نبوت کی وارث بن کر اشاعت وتبلیغ دین کے لئے قدم اٹھائے، الحمد للہ دور حاضر میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور بے دینی کو دور کرنے کی خوب محنتیں ہو رہی ہیں، ترغیب اور ترہیب سے لوگوں کے دلوں کو دستک دے کر دینی اعمال اور افکار پر آمادہ کیا جا رہا ہے، کہیں کوئی انجمن کام کر رہی ہے، کہیں فرداً فرداً کام ہو رہا ہے،

کوئی تقریر و بیان سے اشاعت دین کا کام انجام دے رہا ہے تو کوئی حق کی نمائندگی میں قلم کا زور ختم کرر ہا ہے، الغرض دنیا میں بقائے اسلام و مسلمین کی محنت جاری ہے۔

اسلام کی ترجمانی میں مختلف آداب و شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اسلام کی ترجمانی صحیح اسلامی روایتوں سے کی جائے، اگر کسی نے اسلام کے کسی پہلو کو واضح کرنے اور اسلامی نقطۂ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں اسلامی صحیح روایتوں کے بجائے من گھڑت باتوں کو پیش کیا تو وہ اسلام کی ترجمانی کے نام پر دھوکہ دینا ہوگا، اور اس سے اسلام کی اشاعت ہونے کے بجائے اسلام کی حقیقت پر دبیز پردوں کی تہ جم جائے گی، پس سارے خدام دین کا فرض بنتا ہے کہ صرف صحیح احادیث اور معتبر روایات سے استفادہ کریں، اور دین کی طرف منسوب جو غلط سلط احادیث پھیلی ہوئی ہیں ان سے احتراز کریں، مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت سے امت کا درد و غم رکھنے والے اور اس کی اصلاح کے لئے قربانی دینے والے حضرات اپنی تقریر و تحریر کو موضوعات سے زینت دینے کی کوشش کرتے ہیں، دینی مضامین اور واعظوں کے بیانات میں موضوعات بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں، اور دن بدن یہ سلسلہ بڑھتا جارہا ہے، حالانکہ موضوع حدیث کو بیان کرنا شریعت کی نظر میں بڑا سنگین گناہ سمجھا جاتا ہے، اس جھوٹ سے اسلام کے سچ کو بڑا نقصان ہورہا ہے، اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے قربانی دینے والے، اور حفاظت اسلام، اور اشاعت دین کے لئے کمربستہ ہونے والے حضرات موضوعات کی روایت کرکے اسلام کو فائدہ پہنچانے کے بجائے اس کے صاف شفاف، پرنور و بارونق اور چمکتے دمکتے چہرے کو مسخ کرکے رکھ دیتے ہیں، اور ثواب کے بجائے گناہ کے مستحق ہوتے ہیں، اور بڑی مصیبت اس وقت پیش آتی ہے جب اس گناہ

کا صدور بڑوں سے زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ وعظ و ارشاد کا موقع ان کو زیادہ ملتا ہے، اور وہ سلسلۂ گفتگو میں راوی سے حسن ظن رکھتے ہوئے کسی بھی طرح کی روایت سے نہیں رکتے، بلکہ ہر رطب و یابس بیان کردیتے ہیں، یحیٰی بن سعیدؒ فرماتے ہیں ما رأیت الصالحین فی شئ اشد فتنة منهم فی الحدیث (اللآلی المصنوعة ۲۱۶/۱) میں نے حدیث کے معاملہ میں صالحین کو بہت زیادہ فتنہ کا شکار پایا ہے، ان کے صلاح وتقوی کی بنیاد پر وہ ہر دلعزیز ہوتے ہیں، اس لئے ان کی بیان کردہ روایتیں شہرت پاجاتی ہیں، اس طرح موضوعات کو بہت زیادہ فروغ مل جاتا ہے۔

یہ صورت حال دیکھ کر عاجز کو خیال آیا کہ کوئی ایسی کتاب سامنے آنی چاہئے جس میں موضوعات کے متعلق شریعت مقدسہ کے ارشادات واحکامات کا ذکر ہو، اور ایسی موضوع احادیث جو مروج ہیں ان کو جمع کیا جائے، یہ کتاب اسی خیال ذہنی کا وجود خارجی ہے، اس کتاب کے حصہ اول میں موضوع کی پہچان، اس کو روایت کرنے، اور اس پر عمل کرنے کا شرعی حکم اور دیگر متعلقات کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں احادیث اور احادیث کا منشا واضح کرنے والے اقوال علماء کو ذکر کرکے موضوع حدیث کی شناعت کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور حصہ دوم میں مروجہ موضوعات کو جمع کیا ہے، اور اس میں عاجز نے اپنی بساط کے مطابق احتیاط سے کام لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حوالے ایک سے زیادہ دینے کی کوشش کی گئی ہے، نیز متشدد عالم کے انفرادی فیصلے کو قبول نہیں کیا ہے، تاکہ علم حدیث سے بالکل ناواقف بھی اس پر اعتماد کر سکے اس کی مزید وضاحت حصہ دوم کے شروع میں ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کتاب کی خدمت میں عرض ہے کہ پیش نظر کتاب کوئی علمی تحقیق نہیں ہے،

نہ کوئی مثالی مضمون نگاری سے اردو ادبیات میں اضافہ مقصود ہے، نہ اس میں دماغی تفریح کا سامان ہے، بلکہ یہ ایک پیغام ہے، ایک دعوت فکر وعمل ہے، اگر کسی نے اس دعوت پر لبیک کہا تو میری کتاب کا مقصد حاصل ہے، اور اگر اس سے بے اعتنائی برتی گئی تو خدمت کا مقصد فوت ہوجائے گا ، پس اس کتاب کے مطالعہ کے دوران مقصد کو سامنے رکھ کر خدمت کو کامیاب بنانے میں مددگار بنیں، جزاکم اللہ خیرا۔

میں ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف وترتیب میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے، خصوصا میرے محترم ماموں کا جن کی ہمت افزائی میرے لئے مہمیز کا کام کرگئی، اللہ تعالی ان تمام معاونین کی قربانیوں کو قبول فرما کر انہیں اپنے شایانِ شان بدلہ عنایت فرمائیں۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس حقیر خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازیں، اور مؤلف اور اس کے والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں، اور اس کا نفع مع الدوام عام و تام فرمائیں، آمین۔ یا رب العالمین۔

سعید احمد مجادری

۲۲/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے مقدمہ کا اقتباس

یہ المصنوع پر لکھے ہوئے مقدمے کا اقتباس ہے، جس میں شیخ عبدالفتاح نے علماء اور طلباء کو ایک پیغام دیا ہے، میں وہ پیغام قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں، شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے نام سے کون عالم ناواقف ہوگا، ان کو اللہ کی طرف سے جو مقبولیت ملی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، مختصر یہ کہ راسخ العلم ہونے کے ساتھ باعمل اور مخلص تھے، رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک سن کر نمدیدہ ہوجاتے، مولانا نور عالم خلیل امینی استاذ دارالعلوم دیوبند نے ''پس مرگ زندہ'' میں ان کے کمالات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، میں صرف یہ شعر نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں جو مولانا نے شیخ کے متعلق لکھا ہے؛

جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

اب ذیل میں ترجمہ ملاحظہ ہو........

بلا شبہ قدر و منزلت میں بڑھے ہوئے، بہت زیادہ اجر وثواب رکھنے والے اور آخرت میں وافر ذخیرہ تیار کرنے والے اعمال میں سے صحیح حدیث کو موضوع سے الگ کرنا اور سچ اور جھوٹ کو ممتاز کرنا ہے، اسی سے حق کے طلب گاروں تک حق بات پہنچے گی، باطل اور باطل کے پرستاروں کی پردہ دری ہوگی، آقائے مدنی ﷺ کی سنن و احادیث اوہام وخرافات اور گمراہ کن باتوں سے بچی رہیں گی، اور یہی ورطۂ باطل میں پھنسنے سے خلاصی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

اہل علم حضرات اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ ایسی کتابیں عام کریں جن میں موضوع اور صحیح احادیث میں تمیز کی گئی ہو، کیوں کہ جب ایسی کتابیں عام ہوں گی تب ہی تو

لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہماری گفتگو میں اور ہماری معلومات میں کتنی باتیں صحیح ہیں، اور لوگ موضوعات کو چھوڑ کر صحیح احادیث کی طرف متوجہ ہوں گے، اوراس میں سراسر بھلائی ہے۔

بلکہ عوام کے افادے کے ساتھ طالب علم کی اعانت کی خاطر بھی ایسی کتابوں کی اشاعت ضروری ہے، کیوں کہ طالب علم تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، لغت، نحو، صرف اور آداب واخلاق وغیرہ مختلف فنون کی کتابیں پڑھتا ہے، اوران میں کئی مقامات پر بغیر سند اور بغیر حوالے کے احادیث منقول ہوتی ہیں، طالب علم کواس وقت اس حدیث کی تحقیق کا موقع نہیں ملتا اور وہ حدیث اس کی زبان زد ہوجاتی ہے، اور جس طرح اس نے بغیر حوالے کے پڑھی ہے اسی طرح بغیر حوالے کے بیان بھی کرتا رہتا ہے۔

طالب علم کو چاہئے کہ موضوعات کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرے، بلکہ تحقیق کا شوق رکھنے والے طلباء کو چاہئے کہ وہ موضوعات کی کتابوں کو مستقل مطالعہ میں رکھیں، تا کہ صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ موضوعات کا ذخیرہ بھی ان کے پاس رہے، اور خود بھی ان سے بچ سکیں، اورعوام کو بھی موضوعات سے آگاہ کرسکیں، اوراس میں بڑی خیر ہے۔(مقدمة" المصنوع")

حصّۂ اوّل

تمہید

وضع حدیث کی ابتدا ، اس کے مقاصد ، اس کی
علامتیں اور اس کو روکنے کے لئے علماء کا اقدام

احکامات وھدایات

موضوع احادیث کو روایت کرنے ،اس پر عمل کرنے اور اس کے دیگر
متعلقات کے بارے میں شریعت کے احکامات کا بیان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا

اہمیت وحی

اسلام؛ احکامات الٰہی کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے، اور احکامات الٰہی کا جاننا وحی پر موقوف ہے، وحی کے ذریعے ہی اوامر ونواہی، حلال وحرام اور مستحب ومکروہ کا علم ہوتا ہے، اور تحصیل علم کے بعد ان پر عمل ممکن ہے، بغیر وحی کے نہ علم کا حصول ممکن ہے، اور نہ ہی عمل کا تصور ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو امت تک پہنچانے کے لئے اپنے رب کی طرف سے جو پیغام ملا اس کو وحی کہا جاتا ہے، وحی وہ دستور زندگی ہے جس کے مطابق زندگی گزارنے سے خالق زندگی کا وعدہ ہے کہ وہ دارین کی سعادتوں سے ہمکنار کرے گا، اسی سے تخلیق عالم کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، اسی سے خالق ومخلوق کا رشتہ جڑا ہوا ہے، یہ وسیع عالم کی نیرنگیاں، بلند آسمانوں کی پہنائیاں، سمندروں کی گہرائیاں، بادلوں سے باتیں کرنے والے پہاڑوں کی بلندیاں، اندھیری راتوں میں ٹمٹمانے والے ستاروں کی رعنائیاں، آفتاب وماہتاب کی ضیاء پاشیاں، لالہ وگل کی حسن آفرینیاں، سن وماہ اور شب وروز کی تبدیلیاں، روز افزوں ہونے

والی حیران کن ترقیاں فقط اسی کے فیض سے وجود کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں، جس دن انسانیت وحی سے اعراض کرے گی کائنات کو بڑی بھاری تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور نظام عالم کا تار تار بکھیر دیا جائے گا الغرض اسی درِّ بے بہا سے دو عالم تابناک ہیں، بغیر اس کے ظلمات بعضها فوق بعض (تاریکیاں ہی تاریکیاں)۔

وحی کی دو قسمیں

وحی کی دو قسمیں ہیں (۱) وحی متلو (۲) وحی غیر متلو

وحی متلو: وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور وہ قرآن کریم ہے، قرآن کریم میں الفاظ و معانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔

وحی غیر متلو: وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی ، اور وہ احادیث مبارکہ ہیں، احادیث میں مضمون تو اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے البتہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث پاک میں ان دونوں کا ذکر آیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اوتیتُ القرآنَ و مثلَه معَهٗ.

''مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی دوسری تعلیمات بھی''۔

اس میں قرآن کریم کے ساتھ جن ''دوسری تعلیمات'' کا ذکر ہے اس سے مراد یہی وحی غیر متلو ہے۔ (علوم القرآن ۴۱)

دونوں قسم کی وحی فی نفسہ واجب العمل ہے

جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالی کو راضی کرنے والے اور نجات دلانے اعمال کی طرف رہبری کی گئی ہے اور اللہ تعالی کو ناراض کرنے والے اور ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال سے روکا گیا ہے اسی طرح احادیث میں بھی ان چیزوں کا سبق ملتا ہے، جس طرح قرآن کے احکامات کا ماننا ضروری ہے بالکل اسی طرح اور اسی درجہ میں احادیث کی تعلیمات کو بھی اپنانا ضروری ہے، کیونکہ احادیث کا مجموعہ بھی وحی کا حصہ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

﴿وَمَا ینطقُ عنِ الهَوٰی اِنْ هُوَ اِلا وَحْیٌ یُوحٰی﴾

''اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، جو کچھ کہتے ہیں وحی سے ہی کہتے ہیں''

لہذا ایک مسلمان پر قرآن کی طرح حدیث بھی واجب العمل ہے، اصول فقہ کی معروف و مشہور کتاب اصول الشاشی میں مصنفؒ تحریر فرماتے ہیں:

خبر رسول الله ﷺ بمنزلة الكتاب فی حق لزوم العلم والعمل به۔

(اصول الشاشی ۷۳)

''رسول اللہ ﷺ کی حدیث علم حاصل ہونے اور اس پر عمل کرنے کے لزوم کے حق میں کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کے برابر ہے''

چنانچہ اگر کوئی شخص ہمارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے براہ راست کوئی حدیث سننے کے بعد اس کو ماننے سے انکار کردے تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے وحی کے ایک حصہ کا انکار کر دیا، جبکہ ایمان کے لئے مکمل وحی کا ماننا ضروری تھا، پس یہ دونوں تار مل کر روشنی کا مینار کھڑا کریں گے، اگر ایک تار بھی کٹ گیا تو پھر روشنی غائب اور اندھیرا مسلط ہو جائے گا۔

آج یہ فرق مراتب کیوں؟

آج ہم جو یہ دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کو علم وعمل میں مقدم سمجھا جاتا ہے (تقدس و تبرک میں تو اس کا درجہ واقعتاً بلند ترین ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہیں) حدیث کو اس سے کم، پھر حدیث میں بھی قوت وضعف کے مختلف مراتب ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد امت تک جو وحی کا علم پہنچا وہ براہ راست حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں سنا گیا ہے بلکہ راویوں کے واسطے سے پہنچا، اور راویوں میں جھوٹے بھی ہوتے ہیں سچے بھی ہوتے ہیں، کبھی پہنچانے والا ایک ہی آدمی ہوتا ہے اور کبھی جم غفیر کے توسط سے وہ علم امت تک پہنچتا ہے، اس لئے اب ان راویوں میں جتنے اسباب ایسے ہوں گے جن سے بات کی سچائی کا یقین ہوتا ہے اتنا ہی وہ علم قابل اعتماد ہوگا، اور جتنی ان صفات کی کمی ہوگی اتنا ہی اس علم سے اعتماد کم ہوتا جائے گا۔

اس ضابطے کی تفصیل وتفریع

چنانچہ قرآن کو ہم تک پہنچانے والے اتنے سارے لوگ ہیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہے، لہذا پورے یقین سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کا وہی قرآن ہے جو ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوا تھا، اگر کسی نے اس کی ایک آیت کا بھی انکار کر دیا یا اس سے بھی کم کا انکار کیا تو وہ اسلام کی سرحد سے نکل جائے گا، اور یہی حال احادیث کے کچھ حصہ کا بھی ہے، یعنی وہ احادیث اتنی بڑی تعداد کے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہیں کہ ان کا جھوٹ

پر اتفاق کر لینا محال ہے،(اصطلاح حدیث میں اس کو حدیث متواتر کہا جاتا ہے)لہذا ان احادیث کا بھی وہی حکم ہوگا جو قرآن کریم کا ہے،یعنی ان کو ماننا ضروری ہے اور ان کو جھٹلانے والا بھی اسلام سے خارج ہو جائے گا،اصول الشاشی لے مصنفؒ لکھتے ہیں:

ثم المتواتر يوجب العلم القطعي ويكون رده كفرا۔

(اصول الشاشی ۷٤)

''پھر حدیث متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے،اور اس کو رد کرنا کفر ہے''

البتہ احادیث کا اکثر حصہ ہم تک ایک، دو یا تین راویوں کے واسطے سے پہنچا ہے، اس لئے ان کا وہ درجہ نہیں ہوسکتا جو قرآن اور احادیث متواترہ کا ہے،اور وہ احادیث (جن کے راوی ایک، دو یا تین ہیں) بھی سب درجہ میں برابر نہیں ہوں گی بلکہ راوی کے مراتب کے بقدر وہ بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہوں گی،اگر کسی حدیث کا راوی سچا،متقی اور قوی الحافظہ ہے تو اس کا درجہ اعلی ہوگا،لیکن پھر بھی وہ حدیث قرآن کے درجے کو نہیں پہنچ سکتی،اس وجہ سے نہیں کہ وہ حدیث ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کو بیان کرنے والا ایک ہی ہے،اور اگر راوی جھوٹا ہے،یا اس کا حافظہ بہت زیادہ کمزور ہے تو اس حدیث کا درجہ نہایت ہی کمزور ہوگا، اور یہ اس وجہ سے کہ اس کا بیان کرنے والا قابل اعتماد نہیں ہے،اگر بالفرض قرآن کی آیتوں کو بیان کرنے والے ایک دو راوی ہوتے تو ان کی بھی احادیث کی طرح اعلی اور ادنی کی تقسیم ہوتی،لیکن قرآن میں تو ایسا ہونے سے رہا،اس لئے قرآن حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں جیسا قطعی الثبوت تھا آج بھی ویسا ہی قطعی الثبوت ہے،پس ساری وحی فی نفسہ واجب العمل ہے،اور سارے ہی احکام اسلام کو ماننا ضروری ہے،ایک حکم کا انکار- چاہے وہ حکم قرآن

میں ہو یا ہمارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے ملا ہو۔ کفر تک پہنچا دینے والا ہے لیکن ہم تک پہنچنے کے وسائل میں تفاوت ہونے کی بنیاد پر آج ہم فرق مراتب دیکھ رہے ہیں، اور حدیث میں مختلف درجات اور اقسام نظر آتے ہیں۔

حدیث کی چند اقسام کا بیان

یہاں احادیث کی وہ چند اقسام اور ان کی تعریفات بیان کی جاتی ہیں جو عام طور سے سننے اور اردو کتابوں میں پڑھنے کو ملتی ہیں، ان تعریفات سے قارئین پر یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ حدیث کی قوت وضعف کا دارومدار سند اور رواۃ پر ہے۔

تعدادِ رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں:

حدیث متواتر: وہ حدیث جس کو روایت کرنے والے ہر زمانے میں اتنے سارے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہو۔

خبر واحد: جو حدیث مذکورہ حالت میں نہ ہو (یعنی جو متواتر نہ ہو)

پھر خبر واحد کی تین قسمیں ہیں:

خبر مشہور: جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں۔

خبر عزیز: جس کے راوی ہر طبقہ میں دو ہوں یعنی کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں اگرچہ کسی طبقہ میں دو سے زیادہ بھی ہو گئے ہوں۔

خبر غریب: وہ ہے جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہو یا کسی طبقہ میں

زائد بھی ہو گئے ہوں۔

راویوں کے حالات کے اعتبار سے خبر واحد کی مختلف قسموں میں سے چند یہ ہیں:

صحیح: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (جھوٹ اور منہیات شرعیہ سے بچے ہوئے) اور تام الضبط (قوی یادداشت والے) ہوں اور سند میں اتصال ہو (کہ ہر راوی دوسرے راوی سے ملا ہوا ہو) اور وہ شاذ نہ ہو (یعنی اس حدیث کی مخالفت اس سے زیادہ معتمد راوی نہ کرتا ہو)

حسن: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل ہوں سند میں اتصال ہو اور حدیث شاذ نہ ہو یہ ساری شرطیں تو صحیح کی موجود ہوں، البتہ اس کا کوئی راوی تام الضبط نہ ہو بلکہ خفیف الضبط ہو یعنی یادداشت میں کچھ کمی ہو۔

ضعیف: وہ حدیث جس میں صحیح اور حسن کے شرائط نہ پائے جائیں۔

منکر: جس کا راوی ضعیف ہو اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ جس کا راوی فاسق ہو یا اس سے غلطیاں بہت ہوتی ہوں یا جو احادیث یاد کرنے میں اکثر غفلت برتتا ہو اگرچہ ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرتا ہو۔

متروک: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔

موضوع: وہ حدیث ہے جس کا راوی حدیث میں جھوٹ بولنے والا ہو۔

مزید چند اصطلاحات حدیث:

مرفوع: وہ حدیث جس میں حضور اقدس ﷺ کے قول یا عمل کو بیان کیا گیا ہو۔

موقوف: وہ حدیث جس میں کسی صحابی کے قول یا عمل کو بیان کیا گیا ہو۔

معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند سے ابتدائی حصہ حذف کردیا گیا ہو۔

مرسل: کوئی تابعی صحابی کا ذکر کئے بغیر یہ کہے **قال رسول اللہ ﷺ کذا** رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔

معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا زیادہ راوی مسلسل حذف ہوگئے ہوں۔

منقطع: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے ایک راوی حذف ہوگیا ہو یا زیادہ راوی حذف ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں۔

ان اقسام کی پوری تفصیل مالہ وما علیہ کے ساتھ اصطلاح حدیث کی کتابوں میں درج ہے، وہاں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، آئندہ صفحات میں مذکورہ اقسام میں سے موضوع حدیث کے متعلق تفصیلی کلام کیا جائے گا۔

روایت حدیث میں صحابہ ؓ کا احتیاط

زبان رسالت مآب سے احادیث کا وہ صاف شفاف چشمہ جاری ہوا جس میں انسانیت کی فلاح و بہبودی کا راز چھپا ہوا تھا، جس میں زندگی گذارنے کا وہ سبق پڑھایا گیا تھا کہ عقل انسانی اپنی پوری زور آزمائی کے بعد بھی وہ سبق حاصل کرنے سے پہلے ہی تھک کر رہ جاتی، جب اس چشمۂ نور کی ندیاں رواں ہوئیں تو جو لوگ اس سے پہلے پہل فائدہ اٹھانے والے تھے وہ بڑے جوہر شناس اور قدرداں تھے، انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور اس میں نہا دھو کر اپنے آپ کو برسوں کی پرانی آلائشوں سے پاک صاف کردیا، اور اس جوہر

بے بہا کو اس قدر سینے سے لگایا کہ نہ اس کو ضائع ہونے دیا نہ اس میں جھوٹ کی آمیزش ہونے دی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ مقدس جماعت نہ کسی علم کو چھپا کر اس کو ضائع کرنے والی تھی، اور نہ اس میں جھوٹ ملا کر اس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والی تھی، ایک طرف علم کو نہ چھپانے کا حکم تھا، دوسری طرف احادیث میں اقل قلیل جھوٹ سے بھی سختی سے روکا گیا تھا، انہوں نے دونوں حکموں کو بخوبی انجام دیا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

لَوْ لا آیتانِ انزلهُمَا اللّٰهُ فی کتابِه ما حدّثتُکُمْ بِشیءٍ ابَدًا، قول اللّٰه عزّوجلّ انّ الّذینَ یَکْتُمُونَ مَا انْزَلنَا مِنَ البَیّنَاتِ الآیة. (بقرة ۱۵۹) (بخاری- کتاب العلم، باب حفظ العلم-)

''اگر وہ دو آیتیں (علم چھپانے کی وعید میں) نہ ہوتیں جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تو میں کبھی بھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا''۔

ہر صحابی کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ حدیث بیان کرنے کی نوبت اس کو نہ آئے بلکہ کوئی دوسرا صحابی بیان کرکے تبلیغ حدیث کی ذمہ داری پوری کردے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں

ادْرَکتُ فِی هٰذا المَسْجدِ عِشْرینَ و مِائَةً منَ الانْصَارِ ومَا مِنْهُمْ مِنْ احَدٍ یُحدِّثُ بِحَدیثٍ الا وَدّ انّ اخَاه کفَاه الحَدیْثَ۔

(سنن دارمی- باب من هاب الفتیا- ٦٥)

''میں نے اس مسجد (کوفہ) میں ایک سو بیس انصاری صحابہ ایسے دیکھے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک یہ خواہش کرتا کہ کوئی دوسرا صحابی حدیث بیان کرکے ان کی طرف سے کافی

ہو جائے‘‘۔

اور جب کوئی بیان کرتا تو بڑے احتیاط سے کانپتے ہوئے لرزتے ہوئے بیان کرتا، ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ:

کَانَ ابُنُ مَسُعُوُدٍ اذا حَدّثَ عنُ رَسُوُل الله ﷺ فی الایّامِ تَرُبدُ وَجُهُه وقالَ هکذَا او نحوه هکذَا او نحوه۔(سنن دارمی ۱/۹٦)

’’ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور فرماتے کہ یہ فرمایا یا اس جیسا، یہ فرمایا یا اس جیسا‘‘۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طرز عمل نقل کیا گیا ہے:

کان انسٌ قلیلَ الحدیثِ عَنُ رسولِ اللّٰهِ ﷺ وکانَ اذَا حدَّثَ عنِ النَّبیِّ ﷺ حدیثاً ففرَغَ مِنهُ قالَ او کمَا قَالَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ

(دارمی ۱/۹٦// المستدرك علی الصحیحین للحاکم)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث کم بیان کیا کرتے تھے اور جب بیان کرتے تو بعد میں **او کماقال ﷺ** کہہ دیتے‘‘۔

طبرانی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق اور مسند احمد، نسائی وغیرہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ کم حدیث نقل کرنے والے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو کوفہ روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے روایتیں کم بیان کرنا۔(دارمی ۱/۹٦)

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ’’تحذیر الخواص‘‘ میں اور بھی ایسی روایتیں نقل فرمائی

ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے احتیاط کا ذکر ملتا ہے۔

عدالت صحابہ پر اہل سنت والجماعت کا اجماع

الغرض صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے احادیث کا ذخیرہ بے کم وکاست اپنے بعد والوں کے ہاتھوں میں دے دیا، کسی ایک صحابی نے بھی حدیث کے باب میں جھوٹ نہیں بولا، چنانچہ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ "**الصحابة كلهم عدول**"صحابہ رضی اللہ عنہم سارے کے سارے عادل تھے، جھوٹ کا سایہ بھی ان حضرات موالی صفات پر نہیں پڑا تھا، بقول اقبالؒ

نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

اسی وجہ سے روایت کا درجہ معلوم کرنے کے لئے صحابہ کے بعد کے راویوں کو دیکھا جاتا ہے وہ کیسے ہیں، جب سند کا سلسلہ صحابی تک پہنچ گیا اب وہ روایت مضبوط ہوگئی چاہے وہ کوئی بھی صحابی ہو چھوٹا ہو یا بڑا، ایک دو روایت بیان کرنے والا ہو یا سینکڑوں روایات بیان کرنے والا ہو، بعض لوگوں نے بعض صحابہ پر شک وشبہ ظاہر کیا ہے لیکن امت نے اس رائے کو رائے کے دانے کے برابر کی اہمیت نہیں دی، بلکہ اس کو پاگل کی بکواس یا دشمن کی بھڑاس سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔

وضع حدیث کا آغاز

صحابہ کے دور میں کذب بیانی کا نام ونشان نہیں تھا، جب حضرت عثمانؓ کی شہادت

کا الم انگیز سانحہ رونما ہوا اس کے بعد امت میں کچھ گمراہ فرقے وجود میں آئے، جیسے شیعہ، روافض، خوارج وغیرہ، اور حق و باطل کی کشمکش شروع ہوگئی، اور آراء ونظریات میں زبردست ٹکراؤ پیدا ہوگیا اس وقت ان گمراہ فرقوں نے اپنے نظریات کے مطابق احادیث کو وضع کرنا شروع کردیا، ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

لم یکونوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم۔(مقدمة صحیح مسلم)

''محدثین اسناد کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے تھے لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو محدثین نے یہ کہنا شروع کردیا کہ تمہاری بیان کردہ حدیث کے رواۃ بیان کرو''۔

حافظ ابن حجرؒ عسقلانی فرماتے:

اول من کذب عبد الله بن سبا۔

''روایات کے سلسلے میں جس شخص نے جھوٹ چلایا وہ عبداللہ بن سبا تھا''

(فن اسماء الرجال ۲۸)

حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

قاتلهم الله ای عصابة بیضاء سودوا وای حدیث من حدیث رسول الله ﷺ افسدوا۔

''خدا انہیں ہلاک کرے، کتنی روشن جماعت کو انہوں نے سیاہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی کتنی حدیثوں کو انہوں نے بگاڑا''۔ (فن اسماء الرجال ۲۸)

پھر ان گمراہ فرقوں اور راہ حق سے بھٹک جانے والوں کے نقش قدم پر اہل حق

میں سے بعض جاہلوں نے چلنا شروع کیا، اور انہوں نے بھی اپنے مسلک کی تائید اور گمراہ فرقوں کے جواب میں حدیثیں وضع کیں، شیعوں اور روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف احادیث وضع کیں تو بعض جاہل اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث گھڑیں، ملا علی قاری ابن قیم جوزیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ذلك ما وضعه بعض جهلة اهل السنة فی فضائل معاويةؓ۔(الاسرار المرفوعة ٤٥٥)

''اور موضوعات میں سے وہ احادیث بھی ہیں جو بعض جاہل اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وضع کیں''۔

کتنی مقدار میں احادیث گھڑی گئیں

رفتہ رفتہ احادیث گھڑنے کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا اور ان گمراہ فرقوں نے اتنی حدیثیں وضع کیں کہ بس الامان الحفیظ... ابویعلی خلیلی کا بیان ہے:

وضعت الرافضة فی فضائل علیؓ واهل بيته نحو ثلاث مائة الف حديث۔ (الاسرار المرفوعة ٤٥٥)

''روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کے فضائل میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں''۔

حماد بن زید فرماتے ہیں کہ زنادقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بارہ

ہزار حدیثیں گھڑی ہیں۔

حضرت مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک زندیق نے میرے سامنے اقرار کیا کہ اس نے چار سو احادیث گھڑی ہیں۔

ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے چار ہزار احادیث وضع کی ہیں۔ (الاسرار المرفوعة)

ابن لہیعہؒ کہتے ہیں کہ خوارج کے ایک شیخ نے بیان کیا ہے کہ:

ان هـذه الاحـاديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فانا كنا اذا هوينا امرا صيرنا ه حديثا۔(الآثار المرفوعة ٤٣)

''یہ احادیث دین ہیں اس لئے تم دیکھو کہ دین کس سے حاصل کررہے ہو کیوں کہ جب ہمیں کوئی بات اچھی لگتی تو ہم اسے حدیث بنادیتے''۔

اسی طرح کی بات حماد بن سلمہ نے روافض کے کسی شیخ سے نقل کی ہے، وہ کہتا ہے:

كنا اذا استحسنا شيئا جعلناه حديثا۔(الآثار المرفوعة ٤٥)

'' جب ہمیں کوئی بات اچھی لگتی تو ہم اس کو حدیث بنادیتے''۔

وضع حدیث کی مختلف شکلیں

مختلف طریقے سے حدیث گھڑنے اور اس کو صحیح احادیث کے ساتھ پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے، مثلا

اپنی مرضی اور پسند کا ایک جملہ یا مضمون بنا کر اس پر جھوٹی سند لگا دینا، اور پھر رسول

اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے اس کو بیان کرنا، یا کوئی موضوع روایت کو بیان کرنا ہے تو اس کی متہم سند کے بدلے ایک مضبوط اور قوی سند لگا دینا، یا موضوع روایت کی سند میں متہم راوی کو حذف کر کے اس کی جگہ قوی راوی کو جھوڑ دینا، یا بیچ میں سے جھوٹے راوی کا نام ہٹا کر اس کے شیخ سے روایت کرنا۔

حکماء اور زاہدین کے اقوال اور اسرائیلی روایات پر سند لگا کر اس کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بنا دینا۔

کسی صحیح حدیث میں کوئی ٹکڑا اپنی مرضی کے مطابق بڑھا دینا یا گھٹا دینا، یا اس میں کچھ تبدیلی کر دینا، اور اصل حدیث کے ساتھ اس تدیلی کو بھی حدیث کہہ کر بیان کرنا۔

وضع حدیث کے مقاصد

وضع حدیث کا آغاز ہونے کے بعد اس کا سلسلہ بڑھتا گیا اور مختلف مقاصد کو پورا کرنے لئے بد باطن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی احادیث منسوب کیں، اور بہت بڑا گناہ کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کوششیں کی گئیں، علمائے کرام نے ان مقاصد پر تفصیل سے کلام کیا ہے، ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

(۱) دین کونقصان پہنچانا:

مثلاً صحیح احادیث کے ساتھ موضوعات کو ملا کر احادیث سے اعتماد ختم کر دینا، دین

کے ساتھ مذاق کرنا، ایسے مضامین والی حدیثیں وضع کرنا جن سے اسلام کا مذاق کیا جائے اور اس پر ہنسا جائے، اس مقصد سے زنادقہ نے حدیثیں وضع کیں جیسے عبدالکریم بن ابی العوجاء، محمد بن سعید، حارث کذاب وغیرہ، حماد بن زید نے لکھا ہے کہ زنادقہ نے چودہ ہزار احادیث وضع کی ہیں، ابن عدی نے لکھا ہے کہ جب ابن ابی العوجاء کو پکڑ کر لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے چار ہزار احادیث وضع کی ہے جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا ہے۔(تنزیه الشریعه ۱/۱۱)

(۲) اپنے نظریہ کی تائید

کچھ لوگوں نے اپنے مذہب اور نظریہ کی تائید کے لئے احادیث کو وضع کیا، نفس پرستوں اور اہل بدعت نے اپنے مذہب اور اپنے بدعت کی حمایت کے لئے احایث وضع کیں، حاکمؒ نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم طالقانی فرقہ مرجیہ کے سرکردہ لوگوں میں سے تھا وہ اپنے مذہب کی تائید کے لئے احادیث گھڑتا تھا ابن عدی نے لکھا ہے کہ محمد بن شجاع اپنے مذہب کی تائید میں حدیثیں وضع کرتا اور محدثین کی طرف منسوب کر دیتا۔

اسی طرح تصوف کے مخصوص افعال و اعمال کی تقویت کے لئے بھی وضع حدیث سے سہارا لیا گیا، جیسے صوفیاء میں متعارف لباس کے متعلق یہ روایت کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو پہنایا، اور حضرت اویس قرنیؒ کے لئے اپنا خرقہ عطا کرنے کی وصیت کی، اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت حسن بصری کو پہنایا۔

اسی طرح ایک فقہی مسلک کی تائید میں بھی جاہل اور متعصب مقلدین نے

احادیث وضع کیں، جیسے **من رفع یدیہ فی الرکوع فلا صلاۃ لہ** جو رکوع میں ہاتھ اٹھائے گا اس کی نماز نہیں ہوگی، **من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارًا** جو امام کے پیچھے قراءت کرے گا اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے گا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس میں تصوف کا قصور نہیں ہے، اور نہ اس سے تمام صوفیائے کرام کو متہم و معیوب گردان سکتے ہیں، اسی طرح نہ یہ فقہ کے کسی مکتب فکر کی کمی ہے نہ فقہاء کی یہ تعلیم ہے، بلکہ جاہل صوفیاء اور دوست نما دشمن کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

(۳) عمل پر امادہ کرنا

بعض لوگوں نے ترغیب و ترہیب کے متعلق احادیث وضع کیں، یہ نیک نیتی سے بڑے سنگین جرم کا ارتکاب کر بیٹھے، ان کا مقصد لوگوں کو اچھے اعمال پر ابھارنا اور برے کاموں سے باز رکھنا تھا، اور وہ اپنے گمان میں اس کو جائز سمجھ رہے تھے، علماء نے وضاحت کی ہے کہ احادیث کے متعلق ان ہی لوگوں سے زیادہ نقصان ہوا ہے کیوں کہ ان کے زہد و ورع کو دیکھ کر لوگوں نے ان پر اعتماد کیا اور ان کی بیان کردہ موضوع احادیث کو بھی نادانستہ قبول کرلیا۔

(۴) دنیوی مفاد کا حصول

کچھ مفاد پرستوں نے دنیوی فوائد کی تحصیل کے لئے وضع حدیث کا پیشہ اپنایا جیسے کچھ واعظوں اور قصہ گوئی کرنے والوں نے عزت حاصل کرنے، نئی نئی احادیث سے عوام کی

توجہ کا مرکز بننے کے لئے احادیث وضع کیں۔

کچھ لوگوں نے بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے حدیثیں گھڑیں، مثلاً غیاث بن ابراہیم جب خلیفہ مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتر سے کھیل رہا تھا تو اس نے فوراً ایک حدیث اپنی طرف سے گھڑ کر سنا ڈالی

لا سبق الا فی نصل او خف او حافر او جناح۔

(نزھة النظر فی شرح نخبہ الفکر)

"مسابقت جائز نہیں ہے مگر نیزہ بازی یا اونٹ یا گھوڑے یا پرندے میں"

یہ حدیث "حافر" تک تو ٹھیک ہے، اس کے بعد "او جناح" غیاث کا اضافہ ہے، مہدی کو اس کے جھوٹ کا پتہ چل گیا تو اس نے غیاث کے جانے کے بعد کبوتر ذبح کروا دیا کہ یہی مشغلہ جھوٹ کا سبب بنا۔

(۵) مستقل پیشہ

بعض لوگوں نے تو وضع حدیث کو پیشہ بنا لیا تھا، لوگوں کو حدیثیں گھڑ کر دیتے اور اس کے بدلے میں پیسے لیتے، جیسے ابوسعید المدائنی (تدریب الراوی ۳۳۷)

حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں کہ ابومہزم یزید بن ابی سفیان البصری بصرہ کی مسجد میں پڑا رہتا تھا، اگر کوئی شخص اسے ایک درہم دیتا تو وہ اس کے لئے پچاس حدیثیں وضع کر دیتا۔

(الاباطیل و المناکیر–باب فی ان الله تعالی قدیم–)

مقاصد وضع پر مذکورہ کلام "**الآثار المرفوعة**" اور "**الاسرار المرفوعة**"

سے مختصر طور پر لیا گیا ہے، مزید تفصیل کے لئے وہاں مراجعت کریں۔

موضوعات کا انسداد خدا کی ذمہ داری میں

ان مختلف اغراض و مقاصد کی بنیاد پر یہ طوفان اٹھا، اور جو صاف شفاف چشمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے امت کو ملا تھا اس کی حفاظت کے بجائے اس میں گندا نالہ گرانے کی کوشش کی گئی، اور بہت سی من گھڑت احادیث کو صحیح احادیث کے ذخیرے میں ملا دیا گیا لیکن جہاں اللہ تعالی نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے وہیں اسکے ضمن میں احادیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے، کیونکہ قرآن کریم کی مکمل حفاظت تو یہی ہے کہ اسکے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت ہو، اور یہ احادیث قرآن کریم کے معانی اور اسکی تفاسیر ہیں، جنکی مدد کے بغیر قرآن کریم کے صحیح مفہوم تک پہنچنا ناممکن ہے، پس معانی قرآن کی حفاظت کے لئے احادیث کی حفاظت ضروری ہے، ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

جب عبد اللہ ابن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ یہ جو موضوع روایتیں ہیں ان کی نشاندہی کرنے والا کون ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالی ان کے لئے ماہر نقاد پیدا کریں گے، پھر یہ آیت پڑھی ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون﴾ حضرت عبد اللہ ابن مبارک کی مراد یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کی میں اس کے معانی کی بھی حفاظت داخل ہے، اور قرآن کے جملہ معانی میں سے احادیث نبویہ بھی ہیں جو الفاظ قرآن کی توضیح و تفصیل کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ﴿لتبین للناس ما نزل الیھم﴾ پس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے کتاب وسنت دونوں کی حفاظت کی ذمہ داری لی

ہے۔ (شرح نخبة الفكر- اسباب الوضع- لعلى القاریؒ)

نیز اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بار بار رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے کا ارشاد ہے:

﴿**قل اطيعوا الله و اطيعوا الرسول**﴾ (النور ٥٤)

''اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی''

﴿**يايها الذين امنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول واولى الامر منكم**﴾ (النساء ٥٩)

''اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو، اور رسول کا کہنا مانو، اور جو لوگ تم میں اہل حکومت ہیں ان کا بھی''

﴿**فامنوا بالله و رسوله النبى الامى الذى يؤمن بالله و كلمته واتبعوه لعلكم تهتدون**﴾ (الاعراف ١٥٨)

''سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے ایسے نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ''

﴿**قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم**﴾ (آل عمران ٣١)

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

﴿**لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان**

یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا﴾ (الاحزاب ۲۱)

''تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا''

اور ایک جگہ ارشاد باری ہے

﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا﴾ (الحشر ۷)

''اور پیغمبر جو تم کو عطا کرے اسے لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جایا کرو''

ان آیتوں میں امت سے مطالبہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل کی پیروی کرے، اب اگر احادیث رسول ﷺ (جو کہ اقوال و افعال رسول ﷺ کا دوسرا نام ہے) بعد والوں کو نہیں پہنچیں، یا جھوٹ کی ایسی آمیزش ہوگئی کہ کھرے اور کھوٹے کو الگ کرنا مشکل ہوگیا اور صحیح احادیث کو الگ کرکے ان پر عمل کرنا ناممکن ہوگیا تو مذکورہ آیتوں پر امت عمل پیرا کیسے ہوگی؟ اور قرآن کی یہ آیتیں بے معنی ہو جائیں گی، یا تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی، پس معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے اتباع رسول اور اسوۂ رسول اکرم کو اپنانے کا حکم حفاظت حدیث کی ذمہ داری کو متضمن ہے۔

اللہ سے سچا وعدہ کس کا ہوسکتا ہے؟

چنانچہ اللہ تعالی نے احادیث مبارکہ کی حفاظت فرمائی، اور اس کی حفاظت کے اسباب مہیا کئے، مثلاً

علماء کو بے مثال قوت حافظہ اور اعلی ذہانت و فطانت سے نوازا جن کی قوت یاد داشت کی کہانیاں سن کر عام آدمی کے لئے تصدیق کرنا مشکل ہوجاتا ہے، ان حضرات کا یہ حال تھا کہ ہزاروں نہیں لاکھوں احادیث نوک زبان رہتی تھیں۔

پھر ان کے قلوب میں احادیث نبویہ کو حاصل کرنے کا شوق بیدار کیا، اور یہ شوق ایک جنون کی حد تک بڑھ گیا، چنانچہ محدثین کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں طلب حدیث کی راہ میں کتنی مشقتیں اور مجاہدات برداشت کئے ہیں، کتنے لوگ ایسے تھے کہ جن کا مشغلہ بچپن سے لے کر موت تک بس رات دن حدیث کا پڑھنا پڑھانا تھا، وہ حدیث جاننے کے لئے زمان ومکان کی قیود سے بے پرواہ تھے، نہ زمانہ اور وقت دیکھا، اور نہ طویل مسافت مانع سفر بنی، معلوم ہوتا کہ سینکڑوں میل دور کوئی محدث رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہے بس وہاں کا سفر شروع کر دیتے، سفر کار، ٹرین یا ہوائی جہاز سے نہیں بلکہ اونٹوں اور گھوڑوں پر، اور اگر تنگ دستی سے یہ سواریاں بھی میسر نہ ہوئیں تو وہ حدیث رسول کے دیوانے پیدل ہی جادہ پیمائی شروع کر دیتے، اور ملکوں کا سفر پیدل کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے پورے کرۂ ارض کو چھان کے رکھ دیا، نیز طلب حدیث کے لئے انہوں نے اپنی دنیا کی فکر سے غافل ہو گئے، بلکہ جو کچھ پہلے سے موجود تھا وہ بھی اسی راہ میں خرچ کر دیا، کسی نے اپنا گھر فروخت کیا، کسی نے اپنا لباس بیچ دیا، کسی نے میراث میں ملی ہوئی کثیر جائداد اور رقم کو قربان کر دیا، الغرض مالک الملک نے دلوں میں شوق کا بحر بیکراں موجزن کر دیا، اور ایک ایسی پیاس لگادی کہ ہر منزل پر **هل من مزيد** کا نعرہ تھا۔

علماء کو من گھڑت احادیث کا پردہ فاش کرنے کے لئے متوجہ کیا، علماء نے روایتوں

اور راویوں کی تفتیش کرنا شروع کیا، اور کسی کی پرواہ کئے بغیر کذابوں کی روایات سے لوگوں کو آگاہ کر دیا، اور کذابوں تک رسائی حاصل کرنے میں بھی اللہ کی خصوصی مدد شامل رہی، چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں

ما ستر الله احدا بکذب فی الحدیث۔

''حدیث میں جھوٹ بولنے پر اللہ نے کسی کی پردہ پوشی نہیں کی''

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں:

لو ان رجلا هم ان یکذب فی الحدیث لاسقطه الله۔

''اگر کوئی آدمی حدیث میں جھوٹ بولنے کا ارادہ بھی کرے گا اللہ اسے رسوا و ذلیل کر کے رکھ دے گا''

حضرت ابن مبارکؒ فرماتے ہیں

لو هم رجلا فی السحر ان یکذب فی الحدیث لاصبح والناس یقولون: فلان کذاب۔(شرح التبصره والتذکره)

''اگر کوئی شخص بوقت سحر بھی حدیث میں جھوٹ بولنے کا ارادہ کرے گا تو وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ لوگ کی زبان پر یہ بات ہوگی کہ فلاں آدمی کذاب ہے''

نیز کتنی موضوع احادیث کو اللہ نے نیست و نابود کر دیا، اور لوگوں کے ذہنوں سے بھی ان کا صفایا کر دیا، حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں:

ان الله تعالی اعاننا علی الکذابین بالنسیان۔

(شرح التبصره والتذکره للعراقی (دار الکتب العلمیة) ۱/۳۱۰)

''بلاشبہ اللہ تعالی نے کذابوں کے خلاف ہماری مدد فرمائی ہے نسیان کے ذریعہ''

الغرض حدیث کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے پورا فرمایا، اور اس کمال سے فرمایا کہ آج صدیوں کے بعد بھی سرکار دو عالم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ پوری جامعیت کے ساتھ اپنی اصلی اور صحیح صورت میں ہمارے سامنے اس طرح موجود ہے کہ گویا خود ہمارے نبی ﷺ ہمارے سامنے جلوہ فرما ہیں۔

علماء کی توجہ

موضوعات کا خاتمہ کرنے اور صحیح احادیث کو محفوظ کرنے کے لئے علماء نے اپنی پوری توجہ سے کام لیا، اور اپنی زندگیاں احادیث کی خدمت میں قربان کر دیں، ایک طرف صحیح احادیث کا ذخیرہ سینوں اور سفینوں میں محفوظ کرلیا، اور دوسری طرف موضوع احادیث سے بچنے کا بھی اہتمام کیا، اور موضوعات کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے ہوگئے، اور ان کی ترویج کا دروازہ بند کر دیا، پس موضوعات وجود میں تو آئیں لیکن ان کو قبولیت ملنے اور رواج پانے کا موقع نہیں ملا، محدثین نے ایک ایک موضوع حدیث کو چن چن کر باہر نکال پھینکا، چنانچہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کو قتل کرنے حکم دیا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان چار ہزار احادیث کا کیا ہوگا جن کو میں نے تمہارے دین کے متعلق وضع کیا ہے، جن میں میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا ہے، ان میں ایک بات بھی رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی نہیں ہے، تو ہارون رشید نے جواب دیا کہ اے زندیق! تیری حدیثیں عبد اللہ بن مبارکؒ اور ابو اسحاق الفزاریؒ کے ہوتے ہوئے کیسے چل سکتی ہیں، وہ

حضرات تیری ایک ایک حدیث کو چھان کر باہر نکال دیں گے۔

الآثار المرفوعہ کے مقدمہ میں صاحب تحقیق وتعلیق نے علماء کی اس خدمت جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقد واجه العلماء هذه الاحاديث بالموقف الذى يحقق لهذه الشريعة نقائها وسلامتها من التزايد والنقصان واستطاعوا ان يميزوا الخبيث من الطيب والصحيح من الضعيف و الموضوع حتى غدى الحديث الموضوع المكذوب معروفا لا يختلط بالصحيح۔

''علماء کرام نے ان احادیث کی طرف متوجہ ہوکر اس طرح ان کی خدمت انجام دی کہ شریعت مطہرہ کسی طرح کی کمی زیادتی کے بغیر قائم ودائم ہے، اور خدمت حدیث میں وہ طرز اختیار کیا کہ خبیث اور طیب، صحیح اور ضعیف وموضوع کے درمیان امتیاز پر قدرت حاصل ہوگئی، چنانچہ موضوع حدیث کھل کر اس طرح سامنے آگئی کہ صحیح حدیث کے ساتھ مخلوط نہیں ہو سکتی''۔(الآثار المرفوعة ۱۱)

سند کا اہتمام

موضوعات کی روک تھام کے لئے بنیادی چیز جس کو محدثین نے اپنایا سند ہے، جب لوگوں نے حدیث میں جھوٹ بولنا شروع کیا، اور موضوعات کو رواج دینے کی کوششیں ہوئیں، تو علمائے حدیث نے سند کی طرف توجہ فرمائی، جب کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے

سند کا مطالبہ کیا جاتا، اگر حدیث کی سند بیان کی جاتی تو ٹھیک ورنہ اس کی طرف بالکل توجہ نہ دی جاتی، ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ:

لـم يكونوا يسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم۔ (مقدمة صحيح مسلم)

''محدثین اسناد کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے تھے لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو محدثین نے یہ کہنا شروع کردیا کہ تمہاری بیان کردہ حدیث کے رواۃ بیان کرو''۔

سند کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت ہی کا یہ مقولہ ہے کہ:

ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم۔

''یہ علم دین ہے پس اس بات پر نظر رکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو''۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

الاسنادُ من الدينِ لولا الاسناد لقالَ مَن شاءَ ما شاءَ۔

(مقدمة صحيح مسلم)

''سند بیانی دین کا شعبہ ہے، اگر سند بیانی کا سلسلہ نہ ہوتا تو جس کے جی میں جو آتا بول دیتا''۔

رواۃ کی تفتیش

احادیث کی سندوں کا اہتمام کرنے سے تمام احادیث کے سارے رواۃ سامنے آگئے، اس کے بعد ایک ایک راوی کی حالت کو تفصیل سے دیکھا گیا، دیانت داری، پرہیز

گاری، ذہانت وسچائی کی میزان میں ہر راوی پرکھا گیا، ان میں سے سچے، معتبر راویوں کو الگ کیا گیا اور ان کی حدیثیں شوق ورغبت سے قبول کی گئیں، دوسری طرف کذابوں کا پردہ چاک کیا گیا، انہیں بے نقاب کرکے آخرت کی رسوائی کے ساتھ دنیا میں بھی ان کی باطنی خباثت کو آشکارا کیا، اوران کی حدیثوں کو قبول کرنے کے بجائے پس پشت ڈال دیا، شاعر کہتا ہے:

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا ۔۔۔ مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا ۔۔۔ ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

راویوں کی چھان پھٹک اتنے اہتمام سے ہوئی کہ یہ عمل مستقل ایک فن کی شکل اختیار کرگیا جس کو ہم ''اسماء الرجال'' کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس فن کی کتابوں میں ہر راوی پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے، راوی کی سچائی یا کذب بیانی، حافظہ کی قوت یا کمزوری، دیانت داری اور دیگر اسباب جرح وتعدیل کی وضاحت کی گئی ہے، اس کے علاوہ راوی کی سن پیدائش، سن وفات، شیوخ اور تلامذہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے، جس سے ہر ہر راوی کے قابل اعتماد یا نا قابل اعتماد ہونے کا بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اس طرح سند کے اہتمام اور راویوں کی جانچ پڑتال سے موضوع احادیث کو پکڑنا آسان ہوگیا، اور موضوعات کے رواج پانے کی جڑیں ہی کٹ گئیں، بقول حالی

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا ۔۔۔ لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا ۔۔۔ کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

کئے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

موضوعات کو یکجا کرنے کی کوشش

پھر علماء نے جہاں اصولی طور پر ایک مجموعہ امت کے ہاتھوں میں دیا وہاں یہ کام بھی انجام دیا کہ ان اصول کی روشنی میں موضوعات کو الگ کر کے کتابی شکل میں مجموعے تیار کئے، جن میں امت کو موضوعات سے آگاہ کیا، ان میں سے چند کتابیں درج ذیل ہیں...

کتاب	مصنف
۱ - تذکرة الموضوعات	علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ ....م ۹۸۶ھ
۲ - کتاب الموضوعات	عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ.......م ۵۹۷ھ
۳ - المغنی عن الحفظ والکتاب	عمرو بن بدر موصلیؒ ....م ۶۲۳ھ
۴ - اللآلی المنثورة	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ.........م ۸۵۲ھ
۵ - المقاصد الحسنة	عبدالرحمٰن سخاویؒ..............م ۹۰۲ھ
۶ - اللآلی المصنوعة	علامہ سیوطیؒ......................م ۹۱۱ھ
۷ - الذیل علی الموضوعات	علامہ سیوطیؒ......................م ۹۱۱ھ
۸ - الغماز علی اللماز	نورالدین سمہودیؒ ....م ۹۱۱ھ
۹ - تنزیه الشریعة	علی بن عراقؒ ....م ۹۶۳ھ
۱۰ - الفوائد الموضوعة	مرعی بن یوسف الکرمیؒ.....م ۱۰۳۳ھ
۱۱ - الاسرار المرفوعة	ملا علی قاریؒ ....م ۱۰۱۴ھ
۱۲ - المصنوع	ملا علی قاریؒ ....م ۱۰۱۴ھ
۱۳ - کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد عجلونیؒ ....م ۱۱۶۲ھ
۱۴ - الفوائد المجموعة	محمد بن علی شوکانیؒ ....م ۱۲۵۰ھ

۱۵-المنار المنیف	ابن قیم جوزیؒ ....م ۷۵۱ھ
۱۶-الآثار المرفوعة	علامہ عبدالحیی لکھنویؒ........م ۱۳۰۴ھ
۱۷-الاباطیل و المناکیر	حسین الجوزقانیؒ...........م ۵۴۳ھ

وضع کی کچھ علامتیں ہوتی ہیں

موضوع روایت کو پہچاننے کے لئے چند علامتیں ہیں جن کی مدد سے محدثین کسی روایت کے موضوع ہونے کا پتہ لگاتے ہیں، وہ علامات دوطرح کی ہیں، کبھی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی منسوب ہے، اور یہی اکثری صورت ہے، اور کبھی اس کا اندازہ متن حدیث سے لگایا جاتا ہے، متن حدیث میں کچھ ایسے عیوب ہوتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیدالبشر ﷺ کا کلام نہیں ہوسکتا۔

سند میں وضع کی علامات

سند حدیث میں کسی راوی کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہلاتی ہے، راوی کے جھوٹ کی چند علامتیں یہ ہیں:

☆ راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات کا نہ ہونا ثابت ہو، مثلاً اس کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہو، یا کسی ایسی جگہ پر کسی شیخ سے سننے کا دعوی کرر ہا ہو جہاں وہ شیخ زندگی میں کبھی نہ گئے ہوں، جیسے مامون بن احمد ہروی نے دعوی کیا کہ اس نے ہشام

بن عمار سے سنا ہے، حافظ ابن حبانؒ نے اس سے پوچھا کہ تم کب شام میں داخل ہوئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ ۲۵۰ھ میں، اس پر حافظ ابن حبانؒ نے فرمایا کہ ہشام جن سے تم روایت کرتے ہو ان کا انتقال ۲۴۵ھ میں ہو چکا ہے، اسی طرح عبداللہ بن اسحاق کرمانی نے محمد بن ابی یعقوب سے حدیث روایت کی، حافظ ابو علی نیشا پوری اس کے پاس آئے اور اس کا سن ولادت معلوم کیا تو اس نے ۲۵۱ھ بتایا، حافظ ابو علی نیشا پوری نے کہا کہ محمد بن ابی یعقوب تو تمہاری ولادت سے نو سال پہلے وفات پا چکے ہیں، اسی طرح محمد بن حاتم نے عبد بن حمید کے واسطے سے حدیث بیان کی تو حاکم ابو عبداللہ نے کہا کہ اس شیخ (محمد بن حاتم) نے عبد بن حمید کی وفات کے تیرہ سال بعد ان سے حدیث سنی ہے۔

☆ کبھی جھوٹ کا اندازہ راوی کے حال اور اس کے ذاتی رجحانات سے لگایا جاتا ہے مثلاً: حاکم نے سیف بن عمر تمیمی سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ سعد بن طریف کے پاس تھے کہ اس کا لڑکا مکتب سے روتا ہوا آیا تو سعد نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس لڑکے نے بتایا کہ استاذ نے مارا ہے، اس پر سعد نے کہا کہ آج میں ان لوگوں کو رسوا کروں گا چنانچہ اس نے ایک حدیث بنا ڈالی:

حدثني عكرمة عن ابن عباس مرفوعا معلموا صبيانكم شراركم، اقلهم رحمة لليتيم واغلظهم على المساكين۔

(اللآلي المصنوعة ۲/۴۷۰)

"مجھ سے عکرمہ نے ابن عباس سے مرفوع حدیث بیان کی کہ تمہارے بچوں کو تعلیم دینے والے تم میں سب سے برے لوگ ہیں، وہ یتیم پر سب سے کم رحم کرنے والے اور

مساکین پر سختی کرنے والے ہیں''

محمد بن حجاج نخعی جو ہریسہ بیچا کرتا تھا اس نے ہریسہ کی فضیلت میں ایک حدیث بنا رکھی تھی۔

☆ راوی اہل بدعت میں سے ہو، بدعت میں غلو کرنے والا اور اس کی دعوت دینے والا ہو اور وہ اپنے مسلک کی حمایت میں حدیث بیان کرتا ہو، اہل بدعت خوارج، روافض، کرامیہ، اور قرامطہ وغیرہ گمراہ فرقے ہیں، جیسے حضرت علی کی طرف منسوب کی گئی یہ روایت:

عبدت اللہ مع رسولہ قبل ان یعبدہ احد من ھذہ الامۃ خمس سنین او سبع سنین۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت کی اس امت کے کسی بھی فرد کی عبادت سے پانچ یا سات سال پہلے''

اس کا راوی حبہ بن جوین غالی شیعہ تھا۔ (تذکرۃ الموضوعات ٩٦)

☆ کبھی خود واضع کے اقرار کرنے سے معلوم ہوتا ہے، جیسے ابو عصمہ، نوح ابن ابی مریم نے بہت سی احادیث کے وضع کا اعتراف کیا ہے۔ (فن اسماء الرجال ٥٣)

متن میں وضع کی علامات

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سند حدیث ایسی ہوتی ہے کہ اس سے وضع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، لیکن متن موضوع ہوتا ہے چنانچہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

قد یکون اسناد الحدیث کلہ ثقات ویکون الحدیث موضوع۔

(الموضوعات لابن الجوزی)

''کبھی حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن حدیث موضوع ہوتی ہے''

توضیح الافکار (۱/۱۹۳) میں لکھا ہے کہ جو حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہو ضروری نہیں کہ اس کا متن بھی صحیح ہو۔ (موضوع اور ضعیف احادیث کے محرکات و برگ بار)

متن حدیث میں وضع کی علامتوں میں سے چند یہ ہیں:

☆ کسی روایت میں ایسی بے تکی باتیں ہوں کہ ایسی باتیں کوئی نبی نہیں کر سکتا، جیسے...

من قال لا اله الا الله خلق الله من الکلمة طائرا له سبعون الف لسان لکل لسان سبعون الف لغة یسغفرون الله له۔

(الاسرار المرفوعة ٤٠٦)

''جس نے **لا الہ الا اللہ** کہا تو اس کلمہ سے اللہ تعالیٰ ایک پرندہ پیدا فرماتے ہیں جس کی ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں، ہر زبان کے لئے ستر ہزار طرح کی بولیاں ہوتی ہیں وہ اس پڑھنے والے کے لئے استغفار کرتی ہیں''۔

☆ جو حدیث ایسی ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت وقار نبوی کے خلاف ہو یا اس میں ایسا مضمون ہو کہ اس پر تمسخر کیا جائے، جیسے

ان للہ ملکا من حجارة یقال له عمارة ینزل علی حمار من حجارة کل یوم فیسعر الاسعار۔ (الاسرار المرفوعة ٤٤٢)

''اللہ تعالیٰ کا ایک پتھر کا بنا ہوا فرشتہ ہے جس کو عمارہ کہا جاتا ہے، وہ ہر روز پتھر کے

گدھے پر اترتا ہے اور بازار کی قیمتیں طے کرتا ہے''۔

لو کان الارز رجلا لکان حلیما ما اکله جائع الا اشبعه۔

(تذکرة الموضوعات ١٤٨)

''اگر چاول آدمی ہوتا تو بردبار ہوتا، جو بھوکا شخص بھی اس کو کھاتا ہے وہ اس کو شکم سیر کر دیتا ہے''۔

لو یعلم الناس ما فی الحلبة لاشتروها بوزنها ذهبا۔

(الاسرار المرفوعة ٢٨٩)

''اگر لوگوں کو میتھی کے فوائد معلوم ہو جاویں تو اس کے وزن کے برابر سونے کے بدلے اس کو خریدیں''۔

☆ جو روایت قرآن، حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اسی طرح جو عقل کے بالکل خلاف ہو کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو، جیسے...

یـأتی علی جهنم یوم ما فیها من بنی آدم احد تخفق ابوابها کأنها ابواب الموحدین۔ (اللآلی المصنوعة ٤٦٦/٢)

''جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس میں بنی آدم میں سے کوئی بھی نہ ہوگا، اس کے دروازے بج رہے ہوں گے گویا وہ موحدین کے دروازے ہوں''۔

ان الناس یدعون یوم القیامة بامهاتهم۔ (الاسرار ٤٧٣)

''بلا شبہ سب لوگ قیامت کے دن ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے بلائے جائیں گے''۔

☆ کوئی تاریخی واقعہ جو صحیح اور متواتر طریقے سے معلوم ہو اس کے خلاف کوئی روایت ہو، جیسے...

قالت عائشةؓ خرجت مع رسول الله ﷺ فی غزوة بدر فقال تعالِی حتی اسابقك فشددت درعی علی بطنی ثم خططنا خطا فقمنا علیه فاستبقنا فسبقنی وقال هذه مکان ذی المجاز۔

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں نکلی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ادھر آؤ، ہم دوڑ میں مقابلہ کریں، پس میں نے اپنا قمیص پیٹ پر باندھ دیا، پھر ہم نے ایک خط کھینچا، اس پر ہم کھڑے ہو گئے، پھر ہم نے دوڑ لگائی پس رسول اللہ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کی جگہ ہو گیا''۔

حافظ عراقیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ غزوۂ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ نہیں تھیں (البتہ کسی اور موقع پر دو مرتبہ حضور ﷺ اور حضرت عائشہؓ کا دوڑ میں مسابقہ ہوا ہے)۔

(المغنی عن حمل الاسفار ٧٩٦)

احمد بن عبداللہ جو یباری کی مجلس میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ کیا حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ہے یا نہیں؟ اس وقت کسی نے یہ حدیث سنا ڈالی ''قال رسول الله ﷺ سمع الحسن من ابی هریرة''، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسن نے ابو ہریرہ سے سنا ہے۔ (تنزیه الشریعة ١/٦)

☆ کوئی روایت مشاہدہ اور حس کے خلاف ہو، جیسے...

الباذنجان شفاء من کل داء ۔ (المقاصد ١٤١)

''بیگن میں ہر بیماری سے شفا ہے''۔

اشربوا علی الطعام تشبعوا ۔(الاسرار المرفوعة ٤٠٨)

''کھانے کے بعد پانی پیو شکم سیر ہو جاؤ گے''۔

☆ کسی معمولی نیکی اور چھوٹے سے عمل پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ ثواب بیان کیا گیا ہو، یا معمولی گناہ پر بہت بڑی وعید بیان کی گئی ہو، جیسے...

اذا جلس المتعلم بین یدی العالم فتح الله علیه سبعین بابا من الرحمة ولا یقوم من عنده الا کیوم ولدته امه و اعطاه الله بکل حرف ثواب ستین شهرا، و کتب الله بکل حدیث عبادة سنة ۔ (التذکره ١٩)

''جب طالب علم استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالی اس طالب علم پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتے ہیں، اور ان کے پاس سے اس حال میں کھڑا ہوتا ہے کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو، اور اللہ تعالی اس کو ہر حرف کے بدلے ساٹھ مہینوں کا ثواب عطا کرتے ہیں، اور ہر حدیث کے عوض اللہ تعالی اس کے لئے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں''۔

مَن سمِع الْمُنادِی بالصلوة فقال مَرحباً بالقائلینَ عدلاً و مَرحباً بالصلوةِ واَهلاً کُتِبَ لهٗ اَلْفَیُ الْفِ حسنَةٍ ومَحَا عنه الفی الف سیِّئةٍ ورفع له الفی الف دَرجةٍ ۔ (التذکرة ٣٥)

''جس نے مؤذن کی آواز سن کر یہ دعا پڑھی **مرحبا بالقائلین عدلا و مرحبا**

بالصلوۃ و اھلا (ترجمہ: مرحبا حق کی بات کہنے والوں کو مرحبا اور خوش آمدید نماز کو) تو اللہ اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھیں گے، بیس لاکھ گناہ معاف کریں گا اور بیس لاکھ درجے بلند کریں گے"۔

☆ روایت میں کوئی ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وہ وقوع میں آتا تو سینکڑوں آدمی اس کو بیان کرتے، مگر اس کے باوجود ایک ہی آدمی نے اس کو روایت کیا ہو، جیسے...

سألت ربی عز و جل فا حیا لی امی فآمنت بی ثم ردھا۔

(الاسرار المرفوعة ۱۰۸)

"میں نے میرے رب سے درخواست کی پس اللہ تعالی نے میری والدہ کو زندہ کیا، وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ تعالی نے ان کو واپس لوٹا دیا"۔

حضور اقدس رضی اللہ عنہ کے والدہ کا زندہ ہونا پھر ان کا مسلمان ہونا یہ اتنا عظیم الشان واقعہ ہے کہ ایک طرف تو حضور اقدس رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور دوسری طرف سارے فدایان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کی تمنا بھی ہے، لیکن اس کے باوجود اس کو بیان کرنے والا ایک ہی راوی ہے۔

ضروری تنبیہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنت میں جائیں گے یا نہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہے، حقیقت حال اللہ ہی کو معلوم ہے، اور اس معاملہ میں سکوت بہتر ہے۔

اسی طرح بعض کے نزدیک "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کا نکلنا" بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ اگر یہ ہو جاتا تو اس کو بیان کرنے والے بہت زیادہ لوگ ہوتے، مگر ایک ہی راوی اس کو بیان کرنے والا ہے۔

☆ روایت میں ایسی کوئی بات ہو جس کا جاننا سب کے لئے ضروری ہو، یا اس پر عمل کرنا ضروری ہو لیکن پھر بھی کوئی ایک ہی راوی اس کو بیان کرنے والا ہو۔

ملا علی قاریؒ نے الاسرار المرفوعہ میں علامات موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے ،مزید تفصیل جاننے کے لئے وہاں مراجعت کریں۔

جامع نکتہ

ابن جوزیؒ نے علامات وضع کے متعلق ایک جامع بات فرمائی ہے کہ:

اذا رأیت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انه موضوع ۔

''جب تو کسی حدیث کو دیکھے کہ وہ معقول کے خلاف ہے، یا منقول سے ٹکراتی ہے، یا اصول سے مناقض ہے تو جان لے کہ وہ موضوع ہے''۔

مناقض ہونے کا مطلب ہے کہ اس حدیث کا احادیث کی کتابوں میں کہیں پتہ نہ ہو۔(تدریب الراوی ۳۲۷)

جن راویوں کی حدیث نا قابل قبول ہے

جرح کا مطلب ہے راوی کی کمزوری اور عیب کو واضح کرنا ،الفاظِ جرح کے مختلف درجے ہوتے ہیں ان میں سے بعض اتنے شدید ہیں کہ ان کے ذریعہ جرح کئے جانے والے

راوی کی روایت بالکلیہ قبول نہیں کی جاتی وہ الفاظ یہ ہیں:

مرتبہ رابعہ: **ضعیف جدا ...... واہ بمرة ...... رد حدیثه ...... ردوا ...... حدیثه مطرح ...... لیس بشئ ...... لا یکتب حدیثه ...... لا یحل کتب حدیثه ...... لا تحل الروایة عنه.**

مرتبۂ خامسہ: **متهم بالکذب ...... ذاهب الحدیث ...... هالک ...... لیس بثقة ...... متروک الحدیث.**

مرتبۂ سادسہ: **کذاب ...... وضاع ...... دجال ...... یصنع الحدیث ...... یکذب ...... وضع حدیثا.**

مرتبۂ سابعہ: **اکذب الناس ...... الیه المنتهی فی الوضع ...... رکن من ارکان الوضع.**

حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب دامت برکاتہم مراتب ثلاثہ اولی (یعنی اولی، ثانیہ، ثالثہ) کے ذکر نے کے بعد مذکورہ بالا چار مراتب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

باقی مراتب اربعہ اخیرہ (یعنی رابعہ، خامسہ، سادسہ، سابعہ) کی روایات کا کسی درجہ میں اعتبار نہیں ہے، نہ استدلال ہی کیا جا سکتا ہے نہ تائید وتقویت ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ (نوادر الحدیث مع اللآلی المنثورہ ۱۵۵)

احکامات و ہدایات

وضع حدیث پر وعیدیں

رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی بات غلط منسوب کرنا یعنی جو بات آپ ﷺ نے نہیں فرمائی اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بڑا سخت گناہ ہے، اس پر بہت ساری وعیدیں احادیث میں آئی ہیں، جن میں سے ذیل میں کچھ احادیث نقل کی جاتی ہیں:

(۱) مَنْ تعمَّدَ علیَّ کذِبًا فلْیَتبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ.

''جس نے مجھ پر جان کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے''۔

(۲) لا تکذبُوْا علیَّ فانہٗ مَنْ کذبَ علیَّ فلْیَلِجِ النَّارَ.

''مجھ پر جھوٹ مت بولو اس لئے کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے اس کو چاہئے کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے''۔

(۳) مَن یَقُلْ علی مَا لَمْ اَقُلْ فلْیَتبوَّأْ مقعدَہٗ مِن النارِ.

ترجمہ: جو میری طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو میں نے نہیں کہی اس کو چاہئے

کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۴)عن دجین ابی الغصن قال قدمت المدینة فلقیت اسلم مولی عمر بن الخطاب فقلت حدثنی عن عمر فقال لا استطیع اخاف ان ازید او انقص ، کنا اذا قلنا لعمر حدثنا عن رسول اللہ ﷺ قال اخاف ان ازید حرفا او انقص ، ان رسول اللہ ﷺ قال من کذب علی فھو فی النار.

''دجین ابوالغصن کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا اور حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم سے ملا ، میں نے ان سے درخواست کی کہ حضرت عمرؓ سے کچھ حدیث بیان کریں،تو حضرت اسلم نے کہا کہ نہیں مجھے کمی زیادتی ہوجانے کا خوف ہے، ہم حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہمیں سنائیں، وہ جواب دیتے کہ نہیں کیوں کہ مجھے کمی زیادتی کا خوف ہے،اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ جہنم میں جائے گا''۔

(۵)لا تکذِبُوا علیَّ فانہ لیسَ کذبٌ علیَّ ککذبٍ علٰی غیرِی.

''مجھ پر جھوٹ مت باندھو، اس لئے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے(بلکہ بہت زیادہ بھاری ہے)''۔

(٦) اِنَّ من الکبائرِ اَن یقولَ الرَّجلُ علیَّ ما لم اقلُ .

''یقیناً بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو''۔

(۷)اِشتدَّ غضب اللّٰہ علٰی من کذب علی متعمِّدًا.

''اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص پر بڑا غصہ آتا ہے جو میری طرف جان کر جھوٹی بات منسوب کرے''۔

(۸)مَن کذبَ علیَّ مُتعمِّدًا فعلیهِ لعنة اللّٰہ والملائکةِ والناسِ اجمعینَ لا یقبل منه صرفٌ ولا عدلٌ .

''جو مجھ پر جھوٹ بولے گا اس پر اللہ کی ،فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی ، اوراس کی فرض اور نفل کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی''۔

(۹)ثلاثةٌ لا یَریُحون رائحة الجنة.....رجلٌ کذب علٰی نبیّه.

''تین قسم کے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گے،ان میں ایک آدمی وہ ہے جو اپنے نبی پر جھوٹ بولے''۔

(۱۰)من کذب علیَّ کُلِّفَ یوم القیامةِ اَنْ یَعْقِدَ بین شَعِیْرَتَیْن

''جو مجھ پر جھوٹ بولے گا قیامت کے دن اس کو حکم دیا جائے گا کہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائے''۔

یہ تمام روایتیں علامہ عبدالحیؒ لکھنویؒ کی ''الآثار المرفوعة'' اور ملاعلی قاریؒ کی ''الاسرار المرفوعة'' سے لی گئی ہیں۔

طرق حدیث کی کثرت وقوت

ان کے علاوہ بھی مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے الگ الگ الفاظ میں احادیث منقول ہیں، حتی کہ علماء نے اس کو ''متواتر'' کہا ہے، ''متواتر'' حدیث کی اقسام میں سب سے مضبوط اور قوی ترین قسم ہے، حتی کہ اس کا منکر کافر ہوجاتا ہے۔

ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ وہ صحابہؓ جن سے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی وعید منقول ہے ان کی تعداد ۹۸ تک پہنچتی ہے، پھر ابن جوزیؒ نے ان کے نام بھی شمار کروائے ہیں، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سو سے زائد صحابہ نے بیان کیا ہے، حافظ ابوبکر اسفرائنیؒ سے منقول ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں اسی ایک حدیث کو یہ اعزاز ملا ہے کہ اس کو عشرۂ مبشرہ میں سے ہر صحابی نے بیان کیا ہے۔(ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ عشرۂ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث مجھے نہیں ملی)۔ (الاسرار المرفوعة ٦٧)

وضع کا حکم شرعی

اس سے پہلے بیان کی گئی احادیث میں جو وعیدیں آئی ہیں، اور رحمت مجسم کی طرف سے جو غصے اور لعنت کا عتاب سنایا جارہا ہے ان سے اس کا حرام ہونا، کبیرہ گناہ ہونا صاف معلوم ہورہا ہے، چنانچہ ان احادیث کی وجہ سے ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث وضع کرنا حرام ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے، اکبر الکبائر میں اس کا شمار ہوتا ہے، جب عام لوگوں کے متعلق جھوٹ بولنا بالاتفاق حرام ہے تو اس ذات مقدس کے

متعلق جھوٹ بولنا۔جس کا ہر قول وعمل وحی کی ترجمانی ہے اور جس کے بولے ہوئے ہر لفظ پر قرآن کریم نے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ کہہ کر وحی کی مہر لگا دی ہے۔کس قدر سنگین گناہ کا باعث ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے،ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

واتفقوا على ان تعمد الكذب على النبى ﷺ من الكبائر و بالغ ابو محمد الجوينى فكفر من تعمد الكذب على النبى ﷺ۔(نزهة النظر)

"اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جان کر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے،اور ابو محمد جوینی نے شدید پہلو اختیار کیا ہے چنانچہ وہ ایسے شخص کو کافر گردانتے ہیں"۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

قد اجمع اهل الحل و العقد على تحريم الكذب على آحاد الناس فكيف بمن قوله شرع و كلامه وحى والكذب عليه كذب على الله تعالى قال تعالى "وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى" ۔(الاسرار المرفوعة ۷۱)

"محققین کا اس پر اجماع ہے کہ عام لوگوں کے متعلق جھوٹ بولنا حرام ہے،جب عوام کے ساتھ جھوٹ کا یہ حکم ہے تو پھر اس ذات پر جھوٹ بولنا جس کا فرمان شریعت ہو جس کا کلام وحی ہو کیسے جائز ہوسکتا ہے،اور وہ کتنا شدید جرم ہوگا،کیوں کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿**وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى**

یوحی﴾ کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ان کا کلام وحی کے سوا کچھ نہیں‘‘۔

فضائل اور ترغیب وترہیب میں وضع کا حکم

موضوع روایت جس طرح احکام وعقائد میں غیر معتبر ہے اور اس کا وضع کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح فضائل ومناقب، اور ترغیب وترہیب سے تعلق رکھنے والی روایات کا وضع کرنا بھی ناجائز اور سخت گناہ ہے، علامہ عبدالحیئ لکھنوی ؒ رقمطراز ہیں:

قد ثبت من هذه الروايات ان الوضع على النبى ﷺ و نسبة ما لم يقله اليه حرام مطلقا ، ومستوجب لعذاب النار ، سواء كان ذلك فى الحلال و الحرام او ترغيب و ترهيب او غير ذلك۔

’’ان روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اور آپ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ ﷺ نے نہ کہی ہو مطلقا حرام ہے، اور عذاب جہنم کا مستحق بنانے والا ہے، چاہے اس جھوٹ کا تعلق حلال وحرام سے ہو یا ترغیب وترہیب سے یا کسی اور سے متعلق ہو‘‘۔ (الآثار المرفوعة ۸۹)

جرم کی سنگینی

روایات میں اس پر جو وعیدیں سنائی گئی ہیں اس سے اس جرم کا سنگین ہونا معلوم ہوتا ہے، حتی کہ بعض روایات میں اکبر الکبائر کہا گیا ہے یعنی کبیرہ گناہوں میں بھی سب سے

بڑا گناہ کہا گیا ہے، اسی سے متأثر ہوکر بعض اہل سنت والجماعت کے علماء نے وضع حدیث پر کفر کا فتوی لگایا ہے، ملاعلی قاریؒ حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے نقل کرتے ہیں:

لا اعلم شيئا من الكبائر قال احد من اهل السنة بتكفير مرتكبه الا الكذب على رسول الله ﷺ۔ (الاسرار ٦٨)

''کبیرہ گناہوں میں سے کوئی گناہ میرے علم میں ایسا نہیں ہے کہ جس کے مرتکب کو اہل سنت میں سے کسی نے کافر قرار دیا ہو سوائے کذب علی الرسول کے (کہ اس کو بعض علماء نے موجب کفر قرار دیا ہے)''۔

شدت کی حکمت

موضوع حدیث بیان کرنے پر اتنی شدت کیوں بیان کی گئی ہے اور سخت ترین وعیدیں کیوں سنائی گئی ہیں اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

والحكمة فى التشديد فى الكذب على النبى واضح ، فانه يخبر عن الله ، فمن كذب عليه كذب على الله تعالى، وقد اشتد النكير على من كذب على الله تعالى فى قوله تعالى ﴿**فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا اور كذب بأيته**﴾ ، فسوى بين من كذب عليه و بين الكافر ، وقال ﴿**ويوم القيمة ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودة**﴾ والايات فيه متعددة۔ (فتح الملهم ٣٣٦)

''اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کے بارے میں سختی کرنے کی وجہ ظاہر ہے،

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے خبریں دیتے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے، اور قرآن کریم میں اللہ تعالی پر جھوٹ بولنے والے پر بہت سخت نکیر کی گئی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا او كذب بأيته﴾

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے، یا ان کی آتیوں کو جھٹلائے''

اس آیت میں جھوٹ باندھنے والے کو اللہ تعالی نے کافر کے برابر کر دیا،

﴿ويوم القيمة ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودة﴾

''اور آپ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تھا''

اور اس کے متعلق اور بھی متعدد آیات موجود ہیں۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کذب علی الرسول کا نتیجہ بہت برا ہے، اس لئے کہ دین کی حفاظت کے لئے یہی ایک روایت کا راستہ کھلا ہوا ہے، اسی سے دین کی بقا ممکن ہے، صحیح روایت کے بغیر دین حاصل کرنے کا اور اس کو باقی رکھنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، پس اگر روایت میں ہی کذب بیانی شروع ہوگئی اور دین کے نام پر جھوٹی روایتیں پھیلنے لگیں تو دین کیسے محفوظ رہے گا، شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم ''رحمة الله الواسعه'' میں شاہ صاحبؒ کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں کذب بیانی کبیرہ گناہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد کی صدیوں تک

دین کے پہنچنے کی راہ بس روایت ہی ہے پس اگر روایات میں فساد در آئے گا تو دین کیسے محفوظ رہے گا؟ (رحمۃ اللہ الواسعہ ۱۳۰/۳)

واضعین کے ساتھ سختی

کذابوں کے متعلق آخرت کی سخت وعید کے ساتھ دنیا میں بھی سخت پہلو اختیار کیا گیا ہے، خود حضور ﷺ نے ایک ایسے کذاب کے متعلق جس نے حضور کی طرف جھوٹی بات منسوب کی تھی قتل کا اور قتل کے بعد جلانے کا حکم دیا تھا۔ (الاسرار ۶۹)

مصنف عبدالرزاق میں ایک روایت ہے:

ان علیا قال فیمن کذب علی النبی ﷺ یضرب عنقه

"حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے متعلق جس نے حضور ﷺ پر جھوٹ بولا تھا گردن مارنے کا فیصلہ کیا تھا"۔

ایک روایت میں ہے:

ان رجلا کذب علی النبی ﷺ فبعث علیا و الزبیر فقال اذهبا فان ادرکتما ہ فاقتلاہ.

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا تو آپ انے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ اگر تم اس کو پالو تو اس کی گردن اڑا دینا۔ (نوادر الحدیث ۱۷۰)

محدثین اور علماء کرام نے بھی اس معاملہ میں بڑی شدت برتی ہے، جیسے حضرت مرہ ہمدانیؒ نے حارث سے کوئی بات سنی (کوئی موضوع روایت بیان کی)

تو اس سے کہا کہ دروازے پر بیٹھو، پھر حضرت مرہ گھر میں گئے اور تلوار اٹھائی تا کہ اس کو قتل کرے، حارث کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے، تو وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ (مسلم)

یحییٰ بن معینؒ نے موضوع حدیث بیان کرنے پر سوید الانباری کے بارے میں فرمایا کہ اس کو قتل کرنا جائز ہے، سوید کی ایک روایت کو من گھڑت سمجھ کر فرمایا اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزا ہوتا تو سوید سے لڑتا۔

معلیٰ بن ہلال نے ابن ابی نجیح سے ایک روایت بیان کی، جب ابن عیینہ نے اسے سنا تو فرمایا اگر معلیٰ اس روایت کو ابن ابی نجیح سے بیان کرتا ہے تو اس کی گردن اڑانے کی ضرورت ہے۔

امام بخاریؒ کو ایک کتاب دی گئی تا کہ اس میں موجود روایات کا حال معلوم کرے، اس میں ایک روایت کو دیکھ کر اسی کتاب کی پشت پر یہ تحریر فرمایا کہ جس نے بھی اس کو بیان کیا ہے وہ شدید مار کا مستحق ہے یا طویل قید کا۔ (الاسرار)

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک راوی کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک جھوٹی روایت بیان کی تھی پھر اس نے توبہ کر لی تھی تو امام صاحب نے جواب دیا کہ اس کی توبہ اللہ تعالی اور اس کے درمیان، مگر اس سے حدیث کبھی روایت نہیں کی جائے گی۔ (فتنۂ وضع حدیث ۵۲)

اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ بعض علماء نے تو ایسے لوگوں کے متعلق کفر کا فتوی دیا ہے۔ (الاسرار ٦٨)

موضوع حدیث بیان کرنے پر وعیدیں

جس طرح حدیث وضع کرنا باعث جرم عظیم ہے اسی طرح جھوٹی روایتوں کو چلانا کسی سے سن کر ان کو آگے روایت کرنا بھی حرام ہے، احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو گناہ جھوٹ گھڑنے والے کو ہوتا ہے اس جھوٹ کا نقل کرنے والا بھی اسی گناہ کا مستحق ہوتا ہے، اور اس کے متعلق بھی احادیث میں وعیدیں آئی ہیں، منجملہ درج ذیل احادیث بھی ہیں:

(۱) من حدَّث عنِّی حدیثاً وھو یری انہ کذبٌ فھو احد الکاذبین .

''جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی اور اس کا گمان ہے کہ وہ روایت جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے''۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ السندی ابن ماجہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

والمقصود ان الروایۃ مع العلم بوضع الحدیث کوضعہ

''اور مقصود یہ ہے کہ موضوع ہونے کا علم ہوتے ہوئے حدیث بیان کرنا حدیث وضع کرنے کے برابر ہے''۔(نوادر الحدیث اللآلی المنثورۃ ۲۷۶)

(۲) والذی نفس ابی القاسم بیدہ لا یروی عنی احدٌ ما لم اقلہ الا تبوَّأ مقعدہ من النار .

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو القاسم (ﷺ) کی جان ہے جس نے بھی میری طرف سے ایسی حدیث روایت کی جو میں نے نہیں کہی تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا''۔

(۳)اِتّقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فان من کذب علیَّ متعمِّداً فلیتبوَّأ مقعده من النار.

''میری طرف سے حدیث بیان کرتے ہوئے بچو ہاں صرف وہی حدیث بیان کرو جوتم جانتے ہواس لئے کہ جس نے جان کرمجھ پرجھوٹ بولا وہ اپناٹھکانہ جہنم بنالے''۔

یہ ساری احادیث علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی **''الآثار المرفوعة''** اورملاعلی قاریؒ کی **''الاسرار المرفوعة''** سے ماخوذ ہیں۔

موضوع حدیث کو بیان کرنے کا شرعی حکم

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثِ موضوع کو بیان کرنا، اس کو روایت کرنا حرام گناہ کبیرہ ہے، جھوٹی حدیث بیان کرنے والا بھی رسول الله ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی سخت وعید میں داخل ہوگا، اور حدیث گھڑنے والوں کی فہرست میں آجائے گا، حدیث گھڑنے والوں کے متعلق سخت اورشدید ترین وعیدیں اس سے پہلے گذر چکی ہیں، علماء نے بالاتفاق اس کوحرام قرار دیا ہے، ابن حجرؒ اپنی کتاب **نزهة النظر** میں لکھتے ہیں:

اتفقوا علی تحریم روایة الموضوع الا مقرونا ببیانه لقوله ﷺ من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین۔ (نزهة النظر۵۹)

''علماء کااس پراتفاق ہے کہ موضوع حدیث کوروایت کرنا حرام ہے مگر یہ کہ موضوع

ہونے کی صراحت کردے آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ’’جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ روایت جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے‘‘۔

علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

تحرم رواية الحديث الموضوع على من عرف كونه موضوعا او غلب على ظنه وضعه فمن روى حديثا علم او ظن وضعه ولم يبين حال روايته وضعه فهو داخل فى هذا الوعيد مندرج فى جملة الكاذبين على رسول الله ﷺ لقوله ﷺ من حدث عنى بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين۔ (شرح مسلم للنوویؒ ۱/۷۱)

’’جس کو حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کا غالب گمان ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس کے لئے اس حدیث کو روایت کرنا حرام ہے، پس اگر کسی نے وضع کا علم ہوتے ہوئے یا اس کا گمان غالب ہوتے ہوئے کوئی حدیث روایت کی اور اس کا موضوع ہونا واضح نہیں کیا تو وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا، اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والوں میں شامل ہوگا، آپ کے اس ارشاد کی وجہ سے ’’**من حدث عنی بحدیث یری انه كذب فهو احد الكاذبين**‘‘ جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی اور اس کا گمان ہے کہ وہ روایت جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے‘‘۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

جھوٹی اور موضوع حدیث کو روایت کرنے والا بھی ان لوگوں کے ساتھ وعید میں شامل ہوگا جو جھوٹ گھڑنے والے ہیں۔ (تحذیر الخواص ۷۱)

اچھے مقصد سے موضوع روایت بیان کرنا

بعض جاہل صوفیاء کا یہ خیال تھا کہ کسی کو نیک کام پر آمادہ کرنے کے لئے اور گناہ سے روکنے کے لئے حدیث کو گھڑنا یا موضوع حدیث کا بیان کرنا جائز ہے، لیکن اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہے کہ یہ خیال غلط ہے، اور جس طرح اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے یا اپنا ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے موضوع روایت کو بیان کرنا یا کسی روایت کو گھڑنا گناہ ہے اسی طرح نیک نیتی سے کرنا بھی سخت گناہ ہے، بعض لوگوں نے قرآن کی ہر سورت کے فضائل میں احادیث بیان کیں، جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کہاں سے روایت کرتے ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن سے ہٹتے جارہے ہیں اس لئے ثواب کی امید میں ایسا کام کیا ہے، بعض لوگوں نے بعض نفل نمازوں کے متعلق احادیث وضع کی ہیں، لیکن علماء اور محدثین نے ان بعض جاہلوں کے خیال کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دی، بلکہ اس کو حرام کہا ہے، علامہ عبدالحئی لکھنوی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

قد ثبت من هذه الروايات ان الوضع على النبى ﷺ و نسبة ما لم يقله اليه حرام مطلقا۔(الآثار المرفوعة ۸۹)

”ان روایات سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اور آپ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ ﷺ نے نہ کہی ہو مطلقا حرام ہے۔

تمام محدثین اور علماء نے مطلقا اور ہر حال میں اس کو حرام کہا ہے، کوئی بھی صورت

اس سے مستثنیٰ نہیں، البتہ ایک صورت کو مستثنیٰ کیا ہے وہ یہ کہ کسی روایت کے موضوع ہونے کو واضح کرنا مقصود ہے تو اس کو بیان کیا جا سکتا ہے۔

ترغیب وترہیب والی موضوع حدیث کو بیان کرنا

اگر موضوع روایات فضائل کے باب میں ہو، یا ترغیب وترہیب کے متعلق ہو تب بھی اس کا بیان کرنا حرام ہے، امام نوویؒ رقمطراز ہیں:

لا فرق فی تحریم الکذب علیه ﷺ بین ما کان فی الاحکام و ما لا حکم فیه کالترغیب و الترهیب و المواعظ و غیر ذلك فكله حرام من اكبر الكبائر و اقبح القبائح باجماع المسلمين ۔ (شرح مسلم للنووی ۱/۷۰)

”رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی بات کو غلط منسوب کرنا احکامات اور غیر احکامات میں برابر ہے، غیر احکامات جیسے ترغیب وترہیب اور نصائح وغیرہ، پس ان سب میں جھوٹ بولنا حرام ہے، بالاتفاق سب سے بڑا اور سب سے برا گناہ ہے“۔

ابن عراقؒ لکھتے ہیں:

حکم الموضوع ان تحرم روایته فی ای معنی کان۔

”موضوع حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس کا روایت کرنا حرام ہے کسی بھی معنی میں ہو“۔

موضوع روایت کو سند یا حوالے کے ساتھ بیان کرنا

موضوع روایت کو بیان کر کے اس کا حوالہ دے دیا یا سند بیانی کے ساتھ موضوع

حدیث کو روایت کیا تب بھی حرام ہے، اور سخت گناہ ہے، البتہ اگر یہ وضاحت کردی کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط ہے تو جائز ہے، تنزیہ الشریعہ میں ابن عراقؒ لکھتے ہیں:

حکم الموضوع ان تحرم روایته فی ای معنی کان بسند او غیره مع العلم بحاله الا مقرونا بالاعلام بانه موضوع و کذا مع الظن لقوله ﷺ من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین۔ (تنزیه الشریعه ۸/۱)

''موضوع حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس کا روایت کرنا حرام ہے جونسے بھی معنی میں ہو چاہے سند کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو، جبکہ اس کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کے موضوع ہونے کا گمان ہو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے **من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین** (جس نے میری طرف سے کوئی ایسی حدیث نقل کی جس کو وہ جھوٹ گمان کرتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں شامل ہے) البتہ اگر جھوٹ کی وضاحت کے ساتھ ہو تو جائز ہے''۔

کیوں کہ محض حوالہ نقل کرنے سے قاری کو اس کا موضوع ہونا معلوم نہیں ہوسکتا، حالانکہ موضوع روایت کو وضع کی تصریح کئے بغیر بیان کرنا حرام ہے، اسی طرح حدیث کی سند کے ذکر سے بھی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوگا، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ فرماتے ہیں

ان ذکر الاسانید لا یبرئ عن العهدة ، فان الاسانید یخفی حالها علی اکثر المشتغلین بالحدیث فضلا عن غیرهم ، وانه لا

یقوم بمعرفة ما فیه من الضعف او العلة القادحة الا الواحد بعد الواحد من النقاد۔ (البانی شذوذہ واخطائہ ۱۲۵)

''سندوں کا ذکر کر لینا ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرتا، اس لئے کہ سندوں کا حال یہ ہے کہ علم حدیث سے ناواقف لوگوں کی بات چھوڑیئے بہت سے حدیث کا شغل رکھنے والے حضرات پر مخفی رہ جاتا ہے، اور ایک دو ماہرین فن کے علاوہ سند کے ضعف اور اس کی علت قادحہ کو جاننے کی کوشش بھی کوئی نہیں کرتا''۔

بے احتیاطی بھی باعث گناہ ہے

اگر موضوع حدیث کو جانتے ہوئے بیان کیا تو حرام ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہو گیا، لیکن اگر کوئی موضوع حدیث لاعلمی میں بیان ہوگئی تو اگر لاعلمی کا سبب غفلت ولا پرواہی نہیں ہے بلکہ بیان کرنے والے نے موضوع سے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن موضوع ہونے کا علم نہ ہوسکا تو یہ غلطی معاف ہے جیسا کہ شریعت کے اصول اور مختلف احکام سے اس کی وضاحت ہوتی ہے، لیکن اگر حدیث بیان کرنے میں سرے سے اس کی کوشش ہی نہیں کی کہ صحیح کو جان کر بیان کرے اور موضوع سے بچے، بلکہ کسی بھی کتاب یا رسالہ میں کوئی حدیث دیکھی بیان کردی، یا کسی بھی خطیب اور مقرر سے سنی اس کو آگے چلانا شروع کر دیا، نہ یہ دیکھا کہ کتاب کیسی ہے؟ معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس حدیث کے متعلق محدثین کی کیا رائے ہے؟ نہ یہ غور کیا کہ حدیث بیان کرنے والا واعظ کیسا ہے؟ کیا وہ باصلاحیت اور احادیث کے معاملے میں احتیاط کرنے والا ہے یا کوئی عامی اور احادیث میں لاپرواہی کرنے والا ہے؟ تو وہ گنہگار ہوگا

، کیوں کہ وہ دلدل میں خود آ کر پھنسا ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اتقوا الحديث عنى الا ما عِلمتُم فانَّ مَن كذب عليَّ متعمداً فليتبوَّأ مقعده من النار (الاسرار ۷۰)

''میری طرف سے حدیث بیان کرتے ہوئے بچو، البتہ وہ حدیث بیان کرو جو تم جانتے ہو اس لئے کہ جس نے جان کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

یہ حدیث ہمیں حکم دیتی ہے کہ کوئی بھی حدیث اس کے صحت کا علم ہونے بعد بیان کی جائے، دوسری ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے''۔

كفى بالمرأ اثماان يحدث بكل ما سمع.

(المستدرك للحاكم، كتاب العلم)

''آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''۔

مسند ابن مبارک میں یہ الفاظ ہیں:

كفىٰ بالمرأ جرماً ان يحدِّث بكل ما سمع. (مسند ابن مبارك)

''آدمی کے مجرم ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''۔

یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ بے احتیاطی سے ہر سنی ہوئی حدیث کو بیان کردینا گناہ ہے، بلکہ اس میں مزید اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ محض ہر سنی ہوئی بات نقل کرنے سے گنہگار ہوگا چاہے فی الحقیقت کوئی حدیث صحیح بھی ہو۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

كفى بالمرأ كذبا ان يحدث بكل ما سمع.

(مسلم، باب النهى عن الحديث بكل ما سمع)

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''۔

اس حدیث پاک کا منشا بھی یہی ہے کہ آدمی کو جھوٹ سے بچنے کے لئے ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے، اگر کوئی ہر سنی ہوئی بات کو نقل کرنا شروع کردے گا تو یقیناً جھوٹ میں مبتلا ہوگا اور اس جھوٹ میں پھنسنے کا ذمہ دار وہ خود ہوگا اور وہ گنہگار ہوگا، اس لئے ہر سنی ہوئی حدیث کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے، صرف وہی حدیث بیان کی جائے جس کا حدیث ہونا معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہو۔

علماء کا بیان

ملا علی قاریؒ دارقطنیؒ سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال الدار قطنى: توعد عليه الصلاة والسلام بالنار من كذب عليه بعد امره بالتبليغ عنه ففى ذلك دليل على انه انما امر ان يبلغ عنه الصحيح دون السقيم والحق دون الباطل لا ان يبلغ عنه جميع ما روى عنه لانه قال عليه الصلاة والسلام "**كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع**"۔

''دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے اس شخص کو آگ کی دھمکی دی ہے جو آپ پر جھوٹ بولے جبکہ آپ ﷺ نے حدیث پہنچانے کا بھی حکم دیا ہے، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا حکم یہ ہے کہ آپ سے صحیح اور معتبر احادیث پہنچائی جائیں اور غیر صحیح اور باطل سے احتراز کیا جائے، نہ یہ کہ جو کچھ سنا ان سب کو نقل کر دیا جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **''کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ما سمع''** آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو نقل کر دے۔

(الاسرارالمرفوعة ۷۲)

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

ثم من روی عن النبی ﷺ حدیثا وھو شاك فیه : أصحیح ام غیر صحیح؟ یکون کاحد الکذابین لقوله ﷺ" **من حدث عنی حدیثا وھو یری انه کذب ...** "حیث لم یقل وھو یستیقن انه کذب۔ (الاسرار۷۳)

''پھر جو شخص رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث روایت کرتا ہے اور اس کو اس کے متعلق شک ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں وہ بھی جھوٹوں میں شامل ہوگا آپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے **" من حدث عنی حدیثا وھو یری انه کذب ... "** بایں طور کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ ''جھوٹ کا یقین ہوتے ہوئے'' بلکہ یہ کہا ہے کہ'' جھوٹ کا گمان ہوتے ہوئے''، نقل کرنیوالا بھی جھوٹوں میں شامل ہوگا''۔

شاہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وجب الاحتیاط فی الروایة لئلا یروی کذبا۔

''حدیث بیان کرنے میں احتیاط ضروری ہے تا کہ جھوٹ کے طور پر حدیث بیان نہ ہو جائے''۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ رقمطراز ہیں:

فمن خشی من الاکثار الوقوع فی الخطأ لا یُؤمَن علیه الاثم اذا تعمد الاکثار۔ (فتح الملهم ۳۳۱)

''جس شخص کو کثرت روایت سے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس سے غلطی ہو جائے گی اگر ایسا شخص روایتیں زیادہ بیان کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ گناہ سے بے خوف نہیں ہوسکتا یعنی وہ گنہگار ہوسکتا ہے''۔

حاصل یہ کہ حدیث بیان کرنے میں تحقیق ضروری ہے، شریعت کے کسی حکم کا بیان کرنا یا کسی عمل پر فضائل یا وعیدیں بتانا بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے، بغیر تحقیق کے بیان کرنا شریعت کے سامنے جرأت کرنا ہے، ایسی جرأت کو کون ذی فہم اچھا سمجھ سکتا ہے؟

اگر اتفاق سے روایت صحیح تھی تب بھی گناہ ہوگا

ملا علی قاریؒ حافظ عراقیؒ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے صحیح اور موضوع کی پہچان کے بغیر کوئی حدیث بیان کی تو وہ گنہگار ہوگا اگر چہ اتفاق سے اس کی بیان کردہ حدیث صحیح بھی ہو، ان کے الفاظ یہ ہیں:

ثم انهم (یعنی القصاص) ینقلون حدیث رسول الله ﷺ من غیر

معرفة بالصحيح و السقيم قال: وان اتفق انه نقل حديثا صحيحا

كان آثما فى ذلك لانه ينقل ما لاعلم له به۔ (الاسرارالمرفوعة ٧٤)

''پھر یہ قصہ گو مقررین احادیث کو صحیح اور غیر صحیح کی معرفت کے بغیر نقل کر دیتے ہیں ،آگے فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئی صحیح حدیث نقل کی تب بھی وہ اس میں گنہگار ہوگا کیوں کہ وہ اس حدیث کو نقل کرتا ہے جس کے متعلق اس کو علم نہیں ہے''۔

رسول اللہ کا فرمان ہے:

كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع

''آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تحقیق کے ہر سنی ہوئی بات کو نقل کرنا باعث گناہ ہے۔

احتیاط کا طریقہ

احتیاط کا طریقہ یہ ہے کہ معتبر کتابوں سے احادیث بیان کرنے کی عادت ڈالی جائے، غیر معروف کتابوں سے حدیث نقل نہ کی جائے جب تک کہ اس کی تحقیق نہ کرلی جائے، ہر ایک کتاب سے نقل کر لینا اور کسی بھی کاغذ میں لکھی ہوئی حدیث کو روایت کرلینا اچھا نہیں ہے، اگر کتابوں کی حالت سے واقفیت نہیں ہے تو جاننے والے علماء سے پوچھ کر کتابوں کا انتخاب کرنا چاہئے۔

اسی طرح باصلاحیت اور محتاط علماء کی بیان کردہ روایات پر اعتماد کرے، اور انہیں

سے سنی ہوئی روایات کو بیان کرے، باقی غیر محتاط اور غیر معروف واعظوں سے سن کر اسے روایت کرنے سے پرہیز کیا جائے جب تک کہ اس کی تحقیق نہ ہو جائے، پہلے تحقیق کی جائے پھر اسے بیان کیا جائے، تحقیق سے پہلے ایسا خیال کیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی حدیث میرے پاس نہیں ہے، وعظ کی کرسیوں پر اس کے برعکس معاملہ نظر آتا ہے، کہیں چلتے چلتے کوئی حدیث کانوں میں پڑ گئی، کچھ بوسیدہ کاغذوں میں کوئی روایت نظروں سے گزر گئی معلوم نہیں کونسی کتاب ہے کون مصنف ہے، کسی محفل میں تھے کہ کسی نامعلوم مقرر کی کوئی روایت دوست کے موبائیل میں سن لی اب یہ ساری روایات کرسی پر بیٹھتے ہی یاد آجائیں گی، اور روایات کا سلسلہ جاری ہو جائے گا، یہ طرز ہرگز پسندیدہ نہیں ہے اور نہ اس میں تساہل کی گنجائش ہے۔

نیز جو روایت پختہ یاد ہو اسے ہی بیان کیا جائے، بہت پہلی کی پڑھی ہوئی روایت جو کچھ یاد ہے کچھ حصہ ذہن سے نکل گیا، یا کوئی روایت اچھی طرح یاد نہیں ہے، ان کو بیان کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

محدث کبیر حضرت مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم ''رحمۃ اللہ الواسعہ'' میں شاہ صاحب کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> حدیث میں کذب بیانی کبیرہ گناہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد کی صدیوں تک دین کے پہنچنے کی راہ بس روایت ہی ہے پس اگر روایات میں فساد درآئے گا تو دین کیسے محفوظ رہے گا؟ اس لئے روایت حدیث میں غایت درجہ احتیاط ضروری ہے، اور احتیاط کی دو صورتیں ہیں (۱) راوی خود روایت حدیث میں بے احتیاطی نہ برتے، پورے تیقظ کے ساتھ روایت بیان کرے (۲) بر خود غلط قسم کے لوگوں

کی حوصلہ افزائی نہ کرے، بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

(رحمة الله الواسعه ۳/ ۱۳۰)

اختلاف کی صورت میں

اگر کسی حدیث کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو، بعض نے اس کو موضوع کہا ہو اور بعض اس کے موضوع نہ ہونے کے قائل ہوں، یا ایک عالم نے ایک حدیث کو صحیح کہا دوسرے عالم نے اسی حدیث کو موضوع کہا، تو اس وقت بہتر تو یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے سے احتراز کیا جائے، کیوں کہ کوئی صحیح حدیث بیان کرنے سے رہ جائے گی تو اس کا گناہ نہیں ہوگا، البتہ موضوع کو غیر موضوع سمجھ کر بیان کر دیا تو منشائے نبوی کے خلاف ہوگا، نیز علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ ایک راوی کے متعلق علماء کی دورائیں ہوں، کچھ علماء کہہ رہے ہیں کہ وہ کذاب ہے، اور دوسرے بعض اس کو کذاب نہیں مان رہے ہیں تو اس وقت جرح کرنے والوں کی رائے مقدم ہوگی، اسی کو علم حدیث میں یوں بیان کیا جاتا ہے **الجرح مقدم علی التعدیل** اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو سچا کہنے والوں کی دلیل صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس کو جھوٹ بولتے دیکھا نہیں ہے، اور جرح کرنے والے اس کے کسی جھوٹ پر یا کسی اور عیب پر مطلع ہوگئے ہیں جو پہلی قسم کے لوگوں کو معلوم نہیں ہے، پس جرح کرنے والوں کے قول کی بنیاد علم ہے، اور دوسرے گروہ کے رائے کی بنیاد صرف یہ ہے کہ ہم نے دیکھا نہیں، اس لئے جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے (بعض صورتوں میں اس قاعدہ میں فرق بھی آجاتا ہے) لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اختلاف کے موقع پر مختلف فیہ حدیث سے بچا جائے،

دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے، حافظ صلاح الدین العلائی فرماتے ہیں:

فمتی وجدنا فی کلام احد من المتقدمین الحکم به کان متعمدا وان اختلف النقل عنهم عدل الی الترجیح۔

(ظفر الامانی للکنوی ۴۸۳)

''پس جب متقدمین میں سے کسی نے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم لگایا تو اسی پر اعتماد ہوگا اور اگر کسی حدیث کے متعلق متقدمین کا اختلاف منقول ہو تو کسی ایک کو ترجیح دینے کی طرف توجہ کی جائے گی''۔

کسی ایک کو ترجیح دینے کے لئے عالم (جو ترجیح دینے پر قادر ہو) علم اصول حدیث اور اسماء الرجال سے فائدہ اٹھائے گا، اور جاہل یا وہ شخص جو مآخذ عربیہ سے استفادہ پر قادر نہیں ہے تو وہ ایسے عالم سے رجوع کرے گا جن کو وہ قابل اور باصلاحیت سمجھتا ہے، جن کے علم وتقوی پر اس کو اعتماد ہو۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیوی امور میں جب اختلاف ہوتا ہے، اور کسی اہم معاملہ میں دو رائیں ہو جاتی ہیں تو اس وقت ہم لوگ نہ سہولت والی رائے تلاش کرتے ہیں، اور نہ اختلاف کرنے والوں سے بدظن ہوتے ہیں، بلکہ حق کو پانے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً دو وکیلوں میں کسی مقدمے کی کوئی خاص بات میں اختلاف ہو جائے ایک اس کو سبب گرفت بتلا رہا ہے، دوسرا اس میں کچھ خطرہ محسوس نہیں کرتا، اس صورت میں جس کا مقدمہ ہے وہ یہ نہیں سوچے گا کہ جس رائے میں سہولت ہو یا جو میری مرضی کے موافق ہو اس کو اختیار کیا جائے،

اور نہ ہی وکیلوں سے بدظن ہوگا، بلکہ اصل حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے گا مثلا اگر کچھ پڑھا لکھا آدمی ہے تو دونوں کی رایوں کی بنیاد جاننے کی کوشش کرے گا اور جو رائے صحیح سمجھ میں آئے گی اس پر عمل کرے گا، اور اگر انپڑھ ہے تو کسی تیسرے وکیل کے پاس جائے گا یا کسی پڑھے لکھے اور سمجھدار قسم کے آدمی سے مشورہ کرے گا، اور اگر یہی معاملہ دین کی کسی بات میں پیش آجائے تو یہ تکلیفیں بیکار لگتی ہیں، اور اپنی مرضی اور اپنی سہولت دیکھ کر عمل کیا جاتا ہے، اور کچھ لوگ تو علماء سے ہی بدظن ہوجاتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی مرضی سے ایک بات طے کرتے ہیں اس وجہ سے جو جس کے من میں آیا بول دیتا ہے، یا یہ کہ یہ لوگ اپنی ذاتی دشمنی کی وجہ سے ایک دوسروں کی باتوں سے اختلاف کرتے ہیں، یا اور کوئی اپنا ذاتی مفاد اختلاف پر مجبور کرتا ہے، لیکن یہ ساری باتیں غیر منصفانہ ہیں، دنیوی معاملات میں بوقت اختلاف جو رویہ اختیار کیا جاتا ہے وہی دین کی کسی بات میں اختلاف ہوجانے پر اپنانا چاہئے، دلائل کی طرف رجوع کرکے یا علماء کرام سے پوچھ کر ایک راہ عمل طے کرنی چاہئے۔

طبقات کتب حدیث

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کتب احادیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں، اور ان پانچ طبقوں میں حدیث کی کتابوں کو تقسیم کیا ہے، اور ہر ایک کا حکم بھی بیان کردیا ہے، اس کو پیش نظر رکھنے سے احتیاط کی راہ پر چلنے والے مسافرین کو روشنی حاصل ہوگی، وہ طبقات درج ذیل ہیں۔

پہلا طبقہ ...... (۱) بخاری شریف

(۲) مسلم شریف

(۳) موطا مالك

دوسرا طبقہ ...... (۱) ابو داود

(۲) ترمذی

(۳) نسائی شریف

ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان دونوں طبقوں کی کتابوں پر محدثین کا اعتماد ہے (اس لئے ان میں سے کوئی حدیث نقل کرنا ہر ایک کے لئے درست ہے)۔

تیسرا طبقہ......

(۱) مسند ابی یعلی (۲) مصنف عبد الرزاق

(۳)مصنف ابن ابی شیبه (٤) مسند حمید

(٥) مسند الطيالسى (٦) السنن الكبرى للبيهقى

(٧) السنن الصغرى (٨) شعب الايمان

(٩) معرفة السنن والآثار (١٠) دلائل النبوة للبيهقى

(١١) الاسماء والصفات (١٢) الترغيب والترهيب للبيهقى

(١٣) القراء ة خلف الامام للبيهقى (١٤) شرح معانى الآثار

(١٥) بيان مشكل الآثار (١٦) المعجم الكبير

(١٧) المعجم الصغير (١٨) المعجم الوسيط للطبرانى.

تیسرے طبقے کی کتابوں سے وہی حضرات برائے عمل روایات منتخب کر سکتے ہیں جو

حاذق وناقد ہیں، جن کوراویوں کے حالات اوراسانید کی خرابیاں معلوم ہیں (پس وہ اسانید اورراویوں کی حالت سامنے رکھ کرہی کسی حدیث کولیں گے اورجن کو یہ مہارت نہ ہو وہ ان کتابوں سے احادیث نقل نہیں کرسکتے)۔

چوتھا طبقہ......

(۱) الفردوس للدیلمی
(۲)الکامل فی الضعفاء لابن عدی
(۳) تاریخ بغداد
(٤) الکفایة فی علم الروایة
(٥) اقتضاء العلم العمل
(٦) موضح اوھام الجمع والتفریق
(۷) حلیة الاولیاء لابی نعیم
(۸) دلائل النبوة لابی نعیم
(۹) معرفة الصحابه
(۱۰) تاریخ ابن عساکر
(۱۱)الضعفاء والمجروحین لابن حبان

اس طبقہ کی کتابوں کے متعلق شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ چوتھے طبقے کی روایتوں میں مشغول ہونا، ان کوجمع کرنا، اوران سے مسائل مستنبط کرنا متأخرین کاایک طرح کاغلواورتعمق ہے، اس طبقے کی کتابوں سے علمی معرکوں میں استمدادواستدلال درست نہیں۔

پانچواں طبقہ......

پانچویں طبقے میں وہ کتابیں ہیں جواصل میں حدیث کی کتابیں نہیں ہیں، بلکہ کسی دوسرے موضوعات پرہیں، لیکن ان میں احادیث بھی پائی جاتی ہیں مثلا فقہ، تاریخ وغیرہ، اسی طرح واعظین کی تقاریراورصوفیائے کرام کے ملفوظات بھی اسی طبقے میں آتے ہیں۔

ان کتابوں میں مندرجہ احادیث پراعتماد کرنا اوران سے فائدہ اٹھانا درست نہیں

ہے، البتہ اگر ان میں معتبر کتاب کا حوالہ ہے تو ٹھیک ہے۔

(مستفاد از ''رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/۵۱۴'')

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اول دو طبقے کی چھ کتابوں (جن پر محدثین نے اعتماد کیا ہے) سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے علم حدیث میں مہارت ضروری ہے، علم حدیث میں بصیرت رکھنے والا ان کتابوں کو دیکھے گا، جو قبولیت کی شرائط پر پوری اترتی ہوں گی اس کو لے گا، اور جن میں یہ شرائط نہیں ہوں گی ان کو رد کر دے گا، ناقد کے لئے ان کتابوں کے مطالعہ کے دوران تنقیدی نگاہ رکھنا، اور صحیح اور سقیم میں تمیز کرنے کے لئے ہمہ تن متوجہ رہنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ بھی ان کتابوں سے حدیث نقل کرنے کا مجاز نہ ہوگا، اور جس کو مہارت نہیں ہے وہ کسی حال میں ان کتابوں سے حدیث نقل نہیں کر سکتا، اسی طرح بے سند، بے حوالہ بیان کرنے والے واعظوں سے، اور صوفیائے کرام کے ملفوظات سے کوئی حدیث نقل کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے، جب تک کہ اس کا حدیث ہونا کسی صاحب فن کی تصدیق سے معلوم نہ ہو جائے۔

موجودہ صورت حال

آج کل موضوعات کو روایت کرنا اتنا معمولی سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس میں کوئی قباحت ہی نہ ہو، دانستہ یا نا دانستہ طور پر لوگوں کی بڑی تعداد اس میں پھنسی ہوئی ہے، کتنے واعظین شعلہ بیانی کی دھن میں، سامعین کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اور مخاطبین کو متأثر کرنے کے شوق میں صحیح کے ساتھ ساتھ موضوع احادیث بیان کرنے سے بھی نہیں رکتے،

اور یہ ان کی زبان کا کمال سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک مضمون نگار جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتا ہے تو صحیح وسقیم کی تمیز بھول جاتا ہے، بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ جتنی احادیث میرے علم میں ہیں وہ سب صحیح ہیں، ایسی حدیثیں بیان میں لاتے ہیں جو احادیث کی کتابوں میں تو کیا ملتیں ''موضوعات'' میں بھی ان کا سراغ نہیں ملتا، اور خود بھی حوالہ دینے سے قاصر رہتے ہیں، ان احادیث میں ایسی بھی ہوتی ہیں جو خود دوسرے نصوص سے ٹکراتی ہیں، یا بالکل عقل کے خلاف ہوتی ہیں، ایک حدیث جو کسی صاحب نے بیان کی ہے، ذرا غور سے پڑھئے:

جب کوئی کلمہ پڑھتا ہے تو قیامت ایک ہزار سال پیچھے ہٹ جاتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے علاوہ کسی دوسرے نے اذان دے دی پھر لوگ طلوع آفتاب کے منتظر تھے لیکن بہت دیر کے بعد بھی آفتاب طلوع نہیں ہوا، پھر غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت بلال نے اذان نہیں دی، اس لئے سورج طلوع نہیں ہوا۔

حضرت بلالؓ ایمان کی تلاش میں مکہ آئے تھے۔

ایک وہ بھی لمبی حدیث بیان کی جاتی ہے کہ جبرئیلؑ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مختلف سوالات کئے، کہ یا رسول اللہ آپ افضل ہیں یا میں؟ آپ افضل ہیں یا عرش؟ آپ افضل ہیں یا بیت اللہ؟ اسی طرح کے مختلف سوالات ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جوابات، چونکہ سب کے بیان کرنے میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے اس لئے ضبط مشکل ہے، اخیر میں سوال کرتے ہیں کہ آپ افضل ہیں یا دین؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین افضل ہے، یہ حدیث بھی اللہ جانے کہاں سے لے کر بیان کی جاتی ہے، بعض تو ایسی تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث غیر معتبر بلکہ جھوٹ ہے؟

کثرت وعموم جواز کی دلیل نہیں ہے

یہ بات ناقابل تردید ہے کہ موضوعات کا ناقل کوئی بھی ہو بڑا گنہگار ہوگا، جس طرح زناکار، چور اور شرابی کو ذلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ ان لوگوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے، شریعت کی نظر میں اسی ذلت کا مستحق موضوع احادیث روایت کرنے والا بھی ہے، کیوں کہ اس نے بھی ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، صرف کبیرہ ہی نہیں بلکہ اکبرالکبائر میں ملوث ہوا ہے، اگر سب لوگ اس گناہ میں ملوث ہیں اور ہر کوئی بغیر تحقیق کے نقل کردیتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ گناہ جائز ہوگیا، اگر کسی بستی میں بے نمازی زیادہ ہو تو یہ نہیں سمجھا جاتا کہ نماز چھوڑنا جائز ہوگیا، پس یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جو اپنے آپ کو شریعت وسنت کا پابند بنانا چاہتا ہے، اور فاسق اور گنہگار کا لفظ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کو موضوع احادیث کی روایت سے رکنا ہوگا، اور بیانوں اور اصلاحی، فکری اور تربیتی مضامین کو موضوع روایتوں سے پاک کرنا پڑے گا، اور کسی بھی استشہاد کے موقع پر اس سے احتراز لازم ہوگا، اگر کوئی دلوں میں تازگی، عمل میں قوت پیدا کرنے اور جذبۂ ایمانی میں روح پھونکنے والا واعظ یا اصلاحی مضامین سے کتابوں اور رسائل کو آراستہ کرنے والا کوئی انشاء پرداز دوسروں کی فکر میں مشغول ہو کر اس حکم رسول ﷺ سے بے اعتنائی برتتا ہے تو وہ دوسروں سے گندگی دور کرنے کے لئے اپنا صاف شفاف لباس استعمال کرکے حماقت کا ثبوت دے رہا ہے، قوم کے لئے دردمند بن کر اپنے متعلق بے درد بن رہا ہے، اللہ کو راضی کرنے کی راہوں میں اللہ کو ناراض کررہا ہے، دوسروں کو جہنم سے ہٹا کر خود اس میں چھلانگ لگانے جارہا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل (جاہل جیسے) وعظ کہتے پھرتے ہیں اور

بے دھڑک روایات واحکام بلاتحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں۔

(بیان القرآن، آل عمران ص/۴۵)

موضوعات کے پھیلنے کا ذمہ دار کون؟

اگر حقیقت سے پردہ اٹھا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان واعظین سے موضوعات کو بہت زیادہ فروغ ملتا ہے، کرسی اور منبر میں یہ ایسا جادو ہے کہ بہت کم ہیں جو اس سے متأثر نہیں ہوتے، باقی کثیر تعداد اس سحر کی زد میں آجاتی ہے، منبر پر بیٹھتے ہی صحیح وسقیم کی تمیز جاتی رہتی ہے، اور پھر واعظین کے دلدادہ حضرات اسے لے اڑتے ہیں، حافظ سیوطیؒ ابن جوزی کی **الموضوعات** کے حوالے سے لکھتے ہیں:

احدهما القصاص و معظم البلاء منهم يجرى لانهم يريدون احاديث تتفق و ترقق والصحاح يقل فيه هذا۔(تحذير الخواص)

''جھوٹی حدیثیں بنانے والوں میں ایک واعظوں کا گروہ ہے، اور سب سے بڑی مصیبت ان ہی سے پیش آتی ہے، کیوں کہ وہ ایسی حدیثیں چاہتے ہیں جو مقبول عام اور مؤثر ہوسکیں، اور صحیح حدیثوں میں یہ بات کم ہوتی ہے''۔

ابن قتیبہؒ تحریر فرماتے ہیں:

والقصاص فانهم يميلون وجوه العوام اليهم و يستديرون ما عندهم بالمناكير و الغرائب والاكاذيب من الاحاديث ومن شأن العوام القعود عند القاص ما كان حديثه عجيبا خارجا عن فطر

العقول۔

’’(موضوعات کے پھیلنے کے اسباب میں سے)واعظین ہیں، کیوں کہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں، اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کو لغو، منکر اور عجیب وغریب باتیں بیان کر کے وہ وصول کرتے ہیں، اور عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ اسی وقت تک ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہیں جب تک وہ خارج از عقل باتیں بیان کیا کرتے ہیں‘‘۔

(سیرۃ النبی ﷺ)

اگر واعظین موضوعات اور واہیات کی پناہ گاہ نہ بنیں، اور صحیح روایتوں کا التزام کریں تو من گھڑت روایتیں خود ہی دفن ہو جائیں گی۔

فکر کو تبدیل کرنے کی ضرورت

اگر کوئی تیزی اور روانی کی دھن میں موضوع حدیث میں پھنسا ہوا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ جس طلاقت لسانی اور زبان کی روانی کو عوام اچھا سمجھتی ہے وہ شریعت کے نزدیک اچھی چیز نہیں ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے

البیان شعبة من النفاق(ترمذی)

’’کہ طلاقت لسانی نفاق کا ایک شعبہ ہے‘‘

کیونکہ طلاقت لسانی میں جو بعض عیوب مخفی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تیزی کا لحاظ کرنے میں جو زبان پر آیا بولنا ہی پڑے گا، صحت کا اہتمام مشکل ہو جائے گا، اسی لئے کہا جاتا ہے **من کثر لغطه کثر غلطه** جس کا بولنا زیادہ ہوگا اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی، اگر

کوئی باکمال تیزی کے ساتھ ساتھ صحت کا پورا خیال کرے تو پھر یہ طلاقت وسلاست مذموم نہیں ہے۔

اورعوام کے نزدیک جو نقص ہے ٹھہر ٹھہر کر سوچ سوچ کر بولنا، وہی شریعت میں محمود ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

العی شعبة من الایمان(ترمذی)

"کلام سے عجز ایمان کا شعبہ ہے"

کیوں کہ یہ صفت عجز جن خوبیوں کا نتیجہ ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب آدمی بات کرتے ہوئے صحت کا خیال رکھے گا یقیناً اس کی زبان میں وہ روانی نہیں آسکتی، یہ روانی کا نہ ہونا، ٹھہر ٹھہر کر بولنا یہ ایمان کی علامت ہے، اس کے اندر ایمان ہے جو اسے صحیح کلام کرنے پر مجبور کرتا ہے اور صحت کا خیال زبان کو تیز چلنے سے روک رہا ہے۔

اگر کوئی کثرت روایت کے شوق میں صحت وسقم سے بے پرواہ ہے صرف یہی مدنظر ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ سامعین کو احادیث سناؤں تو یاد رکھنا چاہئے کہ صحابہ باوجود کثرت روایت پر قادر ہونے کے بہت ہی کم حدیثیں بیان کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ صدیق کی پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گذری، وہ اگر چاہتے تو کتنی احادیث بیان کر سکتے تھے، لیکن اس کے باوجود بہت کم حدیثیں ان سے مروی ہیں، یہی حال تمام صحابہ کا تھا، پس نہ شعلہ بیانی کمال ہے نہ کثرت روایت کمال ہے لہذا ان کی خاطر گناہ میں ملوث ہونا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

صحابہ کرام کا طرز

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت زبیرؓ سے پوچھا کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا جیسا کہ فلاں فلاں صحابی بیان کرتے ہیں، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ سنو میں اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے جدا نہیں ہوا (اس لئے احادیث تو بہت یاد ہیں) لیکن بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو بھی مجھ پر جھوٹ بولے گا اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔
(الاسرار)

"دجین ابوالغصن کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا اور حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم سے ملا، میں نے ان سے درخواست کی کہ حضرت عمرؓ سے کچھ حدیث بیان کریں، تو حضرت اسلم نے کہا: نہیں، مجھے کمی زیادتی ہوجانے کا خوف ہے، ہم حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہمیں سنائیں، آپؓ جواب دیتے:

اخاف ان ازید حرفا او انقص، ان رسول اللہ ﷺ قال من کذب علی فھو فی النار. (الاسرار)

"مجھے ڈر ہے کہ کوئی حرف زیادہ یا کم نہ ہوجائے، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ جہنم میں جائے گا"۔

حضرت عثمان کہا کرتے تھے کہ میں حدیث بیان نہیں کرتا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں دیگر صحابہ سے کم محفوظ کرسکتا تھا، بلکہ بات یہ ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو بھی مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم

بنالے۔

حضرت صہیبؓ کے بیٹوں نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ اے ابا جان! صحابہ کے بیٹے اپنے باپ سے حدیث بیان کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو مجھ پر جھوٹ بولے گا اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے، ایک روایت میں کہ آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے گا اسے قیامت کے دن دو جو کے دانوں گرہ لگانے کا مکلّف کیا جائے گا، اس کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث مجھے روایت کرنے سے روکتی ہے۔

حضرت میمون الکردیؒ ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینارؒ کے پاس تھے، حضرت مالک بن دینارؒ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنے باپ سے حدیث بیان نہیں کرتے ہو، تمہیں اپنے باپ سے حدیث بیان کرنی چاہئے اس لئے کہ تمہارے والد نے تو رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے، اور آپ ﷺ کی ارشادات بھی سنے ہیں، تو حضرت میمون نے جواب دیا کہ میرے والد صاحب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث روایت نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں کمی زیادتی نہ ہو جائے، اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: جو بھی مجھ پر جھوٹ بولے گا اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰؒ نے کہا کہ ہم نے حضرت زید بن ارقمؓ کی خدمت میں یہ درخواست رکھی کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناؤ، تو آپؓ نے فرمایا

کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول الله ﷺ شدید.

''ہم بڑے ہو گئے اور بھول گئے، اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنا بڑا سخت

معاملہ ہے۔(تحذیر الخواص)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں

لولا ان اخشی ان اخطئ لحدثتکم باشیاء سمعتها من رسول الله ﷺ ، لکنه قال : من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار. (مسند احمد-انس بن مالك-)

''اگر مجھے غلطی ہوجانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کچھ باتیں بیان کرتا، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو بھی مجھ پر جان کر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے''

حضرت انس کے اس احتیاط پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو روایت یقینی طور پر محفوظ ہو اسی کو بیان کرنا چاہیئے، اور جس میں شک ہو اسے ترک کردینا چاہیئے۔(فتح الملهم۲ ۳۳)

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ واللہ میرا خیال ہے کہ اگر میں چاہوں تو رسول اللہ ﷺ کی احادیث مسلسل دو دن تک بیان کرسکتا ہوں، لیکن مجھے اس بات کا خوف اس سے دور رکھتا ہے کہ کہیں غلطی نہ ہوجائے۔ (فتح الملهم۲ ۳۳)

حضرت تمیم داریؓ نے حضرت عمرؓ سے وعظ کہنے کی اجازت مانگی تو آپ نے منع فرمایا، پھر دوبارہ اجازت مانگی تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر تمہیں ذبح ہونے کا ارادہ ہے تو کرو۔

ملا علی قاریؒ حافظ عراقی سے نقل کرتے ہیں: پس تو دیکھ کہ حضرت عمر نے ایسے صحابہ میں سے ایک شخص کو اجازت دینے سے توقف کیا جن میں سے ہر ایک عادل یعنی سچائی کی

صفت کا حامل اور قابل اعتماد ہے، تمیم جیسا شخص تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں میں ڈھونڈنے سے بھی کہاں ملے گا۔

علامہ ذہبیؒ کی چشم کشا تحریر

علامہ ذہبیؒ نے نصیحت کے انداز میں صحابہ کے طرز اور اپنے دور کے لوگوں کے عمل کا موازنہ کیا ہے جو دل کی آنکھیں کھولنے اور تنبیہ حاصل کرنے کے لئے معاون بن سکتا ہے، ان کی عبارت یہ ہے

کان عمرؓ يقول: اقلوا الحديث عن رسول الله ﷺ وزجر غير واحد من الصحابة عن بث الحديث، وهذا مذهب لعمر و غيره، فبالله عليك اذا كان الاكثار من الحديث فى دولة عمر كانوا يمنعون منه مع صدقهم و عدالتهم و عدم الاسانيد بل هو غض لم يشب فما ظنك بالاكثار من روايت الغرائب والمناكير فى زماننا مع طول الاسانيد و كثرة الوهم والغلط، فبالحرى ان نزجر القوم عنه فياليتهم يقتصرون على رواية الغريب والضعيف، بل يروون والله الموضوعات والاباطيل والمستحيل فى الاصول والفروع والملاحم والزهد، نسأل الله العافية۔ (سير اعلام النبلاء۔-ترجمة ابى هريرة- ۲/۶۰۱)

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث کم بیان کرنا، اور ایک

سے زائد صحابہؓ کو کثرت حدیث سے روکا، اور یہ حضرت عمرؓ اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کا رجحان تھا، (حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں) میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جب حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں لوگوں کو زیادہ حدیث بیان کرنے سے روکا جاتا تھا جب کہ سچائی اور عدالت سے ہر کوئی مزین تھا، اور سند کا نام ونشان نہیں تھا کیوں کہ وہ تو براہ راست حضورﷺ سے بیان کرتے تھے، بلکہ وہ تو ایک ایسا پاکیزہ اور خوشگوار ماحول تھا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ نہیں تھی، پس اس زمانے میں جب کہ اسناد کا ایک طویل سلسلہ ہے اوہام واغلام کا غلبہ ہے عجیب و غریب اور منکر روایات بیان کرنے کے متعلق تیرا کیا خیال ہے، یہ طرز کیسے مناسب ہوسکتا ہے، پس مناسب تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اس سے روکے، کیوں کہ اگر وہ غریب اور ضعیف روایت بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے تب بھی کچھ بات تھی، لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ برا حال ہورہا ہے کہ اللہ کی قسم اصول وفروع اور ملاحم وزہد کے باب میں ہر طرح کی من گھڑت، باطل اور محال روایات کرنے میں بے باک نظر آتے ہیں، ہم اللہ ہی سے عافیت کے طلبگار ہیں۔

قبول روایت میں سامعین کی ذمہ داری

وعظ یا تقریر سننے والے حضرات کے لئے بھی شریعت نے کچھ ہدایات دی ہیں، ان میں سے ایک اہم حکم یہ ہے کہ کسی مقرر سے حدیث سن کر اس کو قبول کرنے میں جلدی نہ کرے، اگر وہ مشہور روایت ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نئی سننے میں آگئی ہے تو اس کی تحقیق کرلے، اگر واعظ باصلاحیت اور محتاط عالم ہے تو یہی بات قبول روایت کے لئے کافی ہے، اور اگر واعظ غیر معروف ہے، یا احادیث کے معاملے میں محتاط نہیں ہے تو اس سے سن کر بغیر

تحقیق کے اس کو مان لینا، اوراس کو بیانات میں پیش کرنا بہت بڑا تساہل ہے، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے:

سیکون فی آخر امتی اناس یحدثونکم ما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم. (مسلم)

''عنقریب میرے بعد آنے والی امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، سو تم ان سے بچے رہنا (یعنی ان سے حدیثیں مت لینا)۔

دیکھئے اس حدیث میں نئی نئی روایات بیان کرنے والے لوگوں سے بچنے کا حکم ہے، اور اسی طرح کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث ما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم، لا یضلونکم ولا یفتنونکم. (مسلم)

''آخری زمانے میں ایسے جھوٹے اور کذاب لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لے کر آئیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، سو تم ان سے دور رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کردے اور کسی فتنے میں ڈال دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ الرجل فیأتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت

رجلا اعرف وجهه ولا ادری ماسمه يحدث.

فتح الملهم ۱/ ۳٤۲۔

''شیطان ایک مرد کی صورت اختیار کر کے لوگوں کے پاس آتا ہے، پھر ان سے جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے، جب لوگ اس جگہ سے جدا ہو جاتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سنا ایک شخص سے جس کی صورت میں پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا وہ یہ بیان کر رہا تھا''۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

حاصل ما قال عبد الله ان لا يقبل رواية المجهول وانه يجب الاحتياط فی اخذ الحديث ، فلا يقبل الا من اهله، وانه لا ينبغی ان يروی عن الضعفاء۔فتح الملهم ۱/ ۳٤۲

ابن مسعودؓ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ مجہول راوی کی روایت قبول نہ کی جائے، اور یہ کہ حدیث کے لینے میں احتیاط ضروری ہے، پس اسی شخص سے لی جائے گی جو اس کا اہل ہو، اور ضعیف راویوں سے حدیث لینا اور اس کو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان يأمرنا ان لا نأخذ الا عن ثقة. (فتح الملهم ۳٤۹)

''حضرت عمرؓ ہمیں حکم فرماتے تھے کہ ہم حدیث نہ لیں مگر معتبر راوی سے''۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

ليس كل الناس يكتب عنهم وان كان لهم فضل فی انفسهم، انما

هی اخبار رسول الله ﷺ ، فلا تؤخذ الا من اهلها۔

(فتح الملهم ۹ ٤ ۳)

''سارے لوگ ایسے نہیں ہوتے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث لی جائے، اگر چہ وہ اپنی ذات میں دینداری کے حساب سے خوبی کے مالک ہو، کیوں کہ یہ تو اللہ کے ایک نبی یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے ایک قاصد کی دی ہوئی خبریں ہیں، جو انہیں لوگوں سے لی جائیں گی جو اس کے اہل ہوں۔

امام مالکؒ ہی کا فرمان ہے کہ:

چار قسم کے لوگوں سے روایت نہیں لی جائے گی، بے وقوف سے، بدعتی سے جو بدعت کا داعی ہو، اور جو لوگوں کے معاملات میں جھوٹ بولتا ہو اگر چہ حدیث میں جھوٹ نہ بولا ہو، اور ایسے صاحب فضل اور صالح بزرگ سے جو بغیر سوچے سمجھے بولتا ہو۔

پس جہاں واعظ اور مقرر پر احتیاط ضروری ہے وہیں سامعین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی سے حدیث لینے میں احتیاط رکھیں، ہر کس و ناکس سے کسی بات کو حدیث کے عنوان سے حاصل کر لینا مناسب نہیں ہے۔

صحابہؓ کا معمول

صحابہؓ کرام جس طرح احادیث بیان کرنے محتاط تھے اسی طرح احادیث قبول کرنے کے معاملے میں محتاط تھے، وہ سنی ہوئی روایت کو اٹھا لینے والے نہیں تھے، بلکہ اس میں

سچائی کی نشانیاں اور صداقت کی علامات معلوم کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

انا کنا اذا سمعنا رجلا یقول "قال رسول اللہ ﷺ ابتدرته ابصارنا و اصغینا الیه آذاننا فلما رکب الناس الصعب والذلول لم نأخذ من الناس الا ما نعرف.

"ایک زمانہ ہم پر ایسا گزرا ہے کہ جب ہم سنتے کہ کوئی آدمی قال رسول اللہ ﷺ کہہ رہا ہے تو ہماری نگاہیں فوراً اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں، اور ہم ہمہ تن گوش ہوکر اس کی بات کو سنتے تھے، پھر جب لوگ ہر سرکش اور غیر سرکش پر سوار ہونے لگے یعنی غلط و صحیح میں تمیز جاتی رہی، اور رطب ویابس ہر طرح کی باتیں بیان کرنے لگے تو اب ہم صرف انہیں حدیثوں کو قبول کرتے ہیں جنہیں ہم خود جانتے ہیں"۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں آیا اور حدیث بیان کرنا شروع کردیا، وہ کہتا جارہا تھا کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا حضور ﷺ نے یہ فرمایا لیکن حضرت ابن عباسؓ اس کی حدیث سننے اور اس کی طرف دیکھنے سے اعراض کرتے رہے، وہ کہنے لگا کہ اے ابن عباس! مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں آپ کو میری حدیث سنتے ہوئے نہیں دیکھتا، میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ سننے کے لئے تیار نہیں ہے، تو ابن عباسؓ نے فرمایا:

انا کنا مرة اذا سمعنا رجلا یقول : قال رسول اللہ ﷺ ابتدرته ابصارنا و اصغینا الیه آذاننا فلما الناس الصعب والذلول لم نأخذ من الناس الا ما نعرف.

''ایک وہ دور تھا کہ جب ہم سنتے کہ کوئی آدمی قال رسول اللہ ﷺ کہہ رہا ہے تو ہماری نگاہیں فوراً اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں، اور ہم ہمہ تن گوش ہوکر اس کی بات کو سنتے تھے، پھر جب لوگ ہر سرکش اور غیر سرکش پر سوار ہونے لگے، اور ہر طرح کی باتیں بیان کرنے لگے تو اب ہم لوگوں سے صرف انہیں حدیثوں کو قبول کرتے ہیں جن کو ہم خود جانتے ہیں''۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تشریح وتفصیل کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ای ما یوافق المعروف او نعرف فیه امارات الصحة و سمات الصدق۔ (فتح الملهم)

''یعنی جو جانی اور پہچانی ہوئی اور مشہور روایتوں کے موافق ہوں یا ان میں صحت کی نشانیاں اور سچائی کی علامتیں پائی جائیں''۔

ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

و کان ابو بکر و عمر یطالبان من روی لهما حدیثا عنه ﷺ لم یسمعاه منه باقامة البینة علیه و یتوعدانه فی ذلك و کان علی یستحلفه علیه۔ (الاسرار)

''اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی حدیث بیان کرتا جو انہوں نہیں سنی تو وہ راوی سے کوئی گواہ کا مطالبہ کرتے تھے، اور اس کے بارے میں دھمکی بھی دیا کرتے تھے، اور حضرت علیؓ حدیث بیان کرنے والے سے قسم کھلاتے تھے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

حافظ ذہبیؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ...

انه کان اول من احتاط فی قبول الاخبار۔

''حضرت ابوبکر صدیقؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث قبول کرنے کے بارے میں احتیاط سے کام لیا''۔

اور حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے...

وهو الذی سن للمحدثین التثبت فی النقل ۔(فتح ۳۳۳)

اور حضرت عمرؓ وہ شخص ہیں جنہوں محدثین کے لئے روایت میں تحقیق کرنے کا طریقہ جاری کیا۔

حضرت علیؓ اپنا حال بیان فرماتے ہیں:

انی کنت رجلا اذا سمعت من رسول الله ﷺ حدیثا نفعنی الله منه بما شاء ان ینفعنی به، و اذا حدثنی رجل من اصحابه استحلفته فاذا حلف لی صدقته.(ترمذی، ابوداود)

''میرا یہ معمول تھا کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو مجھے اللہ تعالی اس سے نفع پہنچاتے جتنا چاہتے، اور جب آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا، جب وہ میرے سامنے قسم کھاتا تب میں اس کی تصدیق کرتا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ **فتح الملهم** میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد ثبت توقف کثیر من الصحابة فی قبول کثیر من

الاخبار۔(فتح الملھم ۱/۳۳۳)

''اور بہت سے صحابہ کا بہت سی روایتوں کے قبول کرنے سے توقف کرنا (یعنی قبول نہ کرنا) ثابت شدہ بات ہے''۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ جس طرح روایت بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے اسی طرح کسی روایت کو قبول کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیتے تھے، ہر سنی ہوئی روایت کو قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں سچائی کے آثار دیکھتے تھے، اور صحت کی نشانیاں معلوم کرتے تھے، اور نئی نئی روایتیں قبول کرنے میں احتیاط کرتے تھے۔

واقعہ

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی مجالس میں سے ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ گھبرائے ہوئے آئے، ہم نے ان سے معلوم کیا کہ آپ خوفزدہ کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ عمر نے مجھے ان کے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے تین مرتبہ ان سے اجازت مانگی لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو میں وہاں سے واپس لوٹ آیا، (بعض روایات میں آتا ہے کہ اس وقت حضرت عمر کسی کام میں مشغول تھے جس کی وجہ سے ان کی آواز نہیں سنی)، دوسرے دن میں حضرت عمر کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میرے پاس آنے سے کون سا عذر مانع ہوا، میں نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا تھا اور آپ سے تین بار اجازت طلب کی تھی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت

طلب کرے پھر بھی کوئی جواب نہ ملے تو وہ واپس لوٹ جائے، (بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم نے کل آواز دی تو ہم نے سنی تھی لیکن ہم اس وقت کام میں مشغول تھے، اگر کچھ اور رک جاتے تو تمہیں اجازت مل جاتی، اس پر حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا کہ میں نے وہ کام کیا جو سنا تھا پھر رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ حدیث سنائی) حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ میری اس بات پر عمر نے کہا کہ اس پر ضرور کوئی شہادت پیش کرنی پڑے گی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے، ورنہ ایسی سزا دوں گا کہ دوسروں کے لئے نصیحت ہو جائے گی، حضرت ابوموسیٰؓ کی بات سن کر حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ مجلس میں شریک لوگوں میں سب سے چھوٹا شخص آئے گا، اس مجلس میں حضرت ابوسعید خدریؓ سب سے چھوٹے تھے، ان کی طرف متوجہ ہو کر حضرت ابیؓ نے فرمایا: اے ابوسعید اٹھو اور گواہی دو، حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں ان کے ساتھ گیا اور گواہی دی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے تم کو جھوٹا نہیں سمجھا تھا اور یقیناً تم امانت دار ہو لیکن رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنا بڑا سخت کام ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا (وہ بھی وہاں پہنچ گئے ہوں گے) کہ اے عمر! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر عذاب مت بنو، تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ! اس میں کون سی عذاب بننے کی بات ہے، میں نے ایک بات سنی اس پر میں نے چاہا کہ اس کی تحقیق کروں۔

(فتح الباری لابن حجرؒ- کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا)

محدثین کا معمول

محدثین عظام ؒ بھی صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر نظر آرہے ہیں، وہ بھی ہر آنے جانے والے سے روایت لینا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں اہلیت دیکھتے تھے، امام مالکؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ

''سارے لوگ ایسے نہیں ہوتے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث لی جائے، اگرچہ وہ اپنی ذات میں دینداری کے حساب سے خوبی کے مالک ہو، کیوں کہ یہ تو اللہ کے بھیجے ہوئے ایک قاصد کی دی ہوئی خبریں ہیں، جو انہیں لوگوں سے لی جائیں گی جو اس کے اہل ہوں''۔

چنانچہ وہ اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ یہ علم دین ہے پس تم دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو، پھر فرمایا:

لقد ادرکت سبعین ممن یقول (قال رسول اللہ ﷺ) عند ھذہ الاساطین فما اخذت عنھم وان احدھم لو اؤتمن علی بیت مال لکان بہ امینا لانھم لم یکونوا من اھل ھذا الشان۔

(فتح الملھم ۳۴۹)

''یقیناً میں نے ان ستونوں کے پاس ''قال رسول اللہ ﷺ'' کہہ کر حدیث بیان کرنے والے ستر لوگوں کو پایا ہے، لیکن میں نے ان سے حدیث نہیں لی، حالانکہ ان کی امانت داری اور دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ اگر ان میں سے کسی کو بیت المال کا ذمہ دار بنایا جاتا تو وہ اس کے لئے امانت دار ثابت ہوتا، لیکن علم حدیث کے اہل نہ ہونے کی وجہ سے ان

سے روایت نہیں لی۔

حضرت ابوالزنادفرماتے ہیں:

ادرکت بالمدینة مائة کلهم مأمون مایؤخذ عنهم الحدیث، یقال لیس من اهله۔(فتح الملهم ۳۴۹)

''میں نے مدینہ میں سوایسے لوگوں کو پایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک قابل اعتماد تھا، لیکن ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی، ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں۔

ابواسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا کہ اے ابوعبد الرحمٰن! اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو اس طرح مروی ہے **ان من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلوتک و تصوم لهما مع صومک،** حضرت عبداللہؒ نے فرمایا کہ اے ابواسحاق! یہ کس سے مروی ہے؟ میں نے کہا شہاب بن خراش، انہوں نے کہا کہ وہ تو ثقہ (لائق اعتماد) ہے، وہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ حجاج بن دینار سے، آپؒ نے فرمایا: وہ بھی ثقہ ہے، وہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، اس پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا حجاج اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تو بڑے بڑے جنگل ہیں کہ جن کو طے کرنے سے پہلے ہی سواریاں تھک ہار جاتی ہیں، البتہ والدین کی طرف سے صدقہ دینے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(مقدمۂ مسلم)

حضرت یحیی بن سعیدؒ نے حضرت قاسم بن عبیداللہؒ سے کہا (ایک روایت میں ہے

کہ آپ سے کوئی سوال کیا گیا جس کا جواب آپ کے پاس نہیں تھا اس پر کہا) کہ اے ابو محمد آپ کے جیسے شخص کے لئے یہ بات بہت بری ہے کہ آپ سے دین کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو آپ کے پاس اس کے متعلق کوئی علم نہ ہو، حضرت قاسمؒ نے پوچھا ایسا کیوں؟ حضرت یحییٰ بن سعیدؒ نے کہا: اس لئے کہ آپ دو اماموں (ابو بکرؓ و عمر یا عمرؓ اور ابن عمرؓ) کے بیٹے ہیں، حضرت قاسمؒ نے فرمایا کہ اللہ نے جس کو عقل سے نوازا ہے اس کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بری بات یہ ہے کہ میں کوئی بات بغیر علم کے کہوں، یا غیر معتبر راوی سے روایت لوں، اس پر حضرت یحییٰ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ (مقدمۂ مسلم)

ہماری کمزوری اور راہ عمل

دور حاضر میں سامعین کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اس واعظ سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں جو حیرت میں ڈالنے والی، سنسنی پیدا کرنے والی باتیں سنائے، جس کی باتوں میں مبالغہ ہو، جتنی مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں اتنی ہی عوام میں قبولیت حاصل ہوتی ہے، اگر کوئی صحیح روایات اور مشہور احادیث بیان کرتا ہے تو سامعین کو اس وعظ میں کچھ لطف ہی نہیں آتا، عوام کی نفسیات کو جاننے والے واعظین ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر واہیات اور مناکیر و اباطیل سے اپنے بیانات کو مزین کرتے ہیں۔

لیکن سامعین کا یہ طرز کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، بلکہ ضرر رسا ہے، اس طرز عمل سے نام نہاد واعظین کو حوصلہ ملتا ہے، اور صحیح احادیث سنانے والے علماء کو دین کی صحیح تصویر عوام کے سامنے رکھنے میں ناکامی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر عمل کرتے ہوئے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احتیاط کا دامن تھامنے کی ضرورت ہے، ہرکس وناکس کی بیان کردہ حدیث کو قبول کرنے کے بجائے محتاط اور باصلاحیت لوگوں سے حدیث قبول کرنی چاہئے ،نئی نئی روایات سنانے والے لوگوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا فایاکم و ایاھم (یعنی تم ایسے لوگوں سے دور رہنا)۔

پس جن واعظوں کی عادت ہے نئی نئی روایات بیان کرنا، اور عجیب وغریب احادیث سنانا ایسے واعظوں سے خودکو دور رکھنا ہی بہتر ہے، ایسے ہی ایک واعظ کی غلطی پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ...

ایسے واعظوں کا وعظ ہی کیوں سنا جاتا ہے اوران سے سند یا حوالہ کا مطالبہ کیوں نہیں کیا گیا کی اسی جلسہ میں حقیقت کھل جاتی۔

(آداب تقریر وتصنیف ص/۸۴)

آج کل ٹی وی پر اور انٹرنیٹ پر بہت سارے بیانات نشر ہورہے ہیں، جن میں سے کچھ واعظین تو جانے پہچانے شہرت یافتہ اور قابل اعتماد ہیں، لیکن ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہیں کہ ان کا کوئی تعارف نہیں ہوتا، ان کی ذاتی زندگی کیسی ہے وہ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا ایسے لوگوں کا بیان خطرے سے خالی نہیں ، بس کسی کے انداز بیان پر فدا ہوکر اپنے موبائیل کو ان کے بیانات سے سجادینا دینی نقطۂ نظر سے کوئی قابل تحسین عمل نہیں ہے، اگر اپنی اصلاح مقصود ہے تو کتنے معتمد اور معتبر علماء کے بیانات بھی تو نشر ہورہے ہیں، ان کو سنئے ، ان کے انداز بیان کے بجائے ان کے اخلاص وتقوی اور ہمدردی کو

دیکھئے جو زندگی کا رخ موڑ سکتی ہے۔

آج کل موبائیل کے ذریعہ ایک دوسرے پر کسی طرح کا پیغام پہنچانا بہت ہی آسان ہوگیا، بعض لوگوں نے اس سہولت سے غلط فائدہ اٹھا کر ہر طرح کی احادیث ایک دوسرے کو ارسال کرنا شروع کردیا، جن میں کچھ تو صحیح ہوتی ہیں لیکن ان میں موضوع اور بے اصل روایات کی بھی کمی نہیں ہوتی، اس لئے ان پر اعتماد ہرگز نہ کیا جائے، حتی کہ اگر کسی معتبر کتاب کا حوالہ ہو تب بھی اصل کتاب میں دیکھے بغیر اس کو صحیح تسلیم نہ کیا جائے، کیوں کہ ایک روایت کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ موضوع روایت پر بخاری کے حوالے ظالموں نے دیئے ہیں۔

غیر معروف مقرر کے بیانات سننے میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ کہیں راہ حق سے دور نہ کردے، کبھی کسی بد باطن کا ایک کلمہ سننے والے کو شکوک وشبہات کے بیابان میں دھکیل دیتا ہے، فتنوں کے عروج کے اس دور میں اپنے دل ودماغ میں آنے کے لئے کانوں کا راستہ ہر کسی کے لئے کھول دینا بہت بڑی نادانی ہے۔

بے اصل روایات غیر معتبر ہیں

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کتاب میں کوئی حدیث موجود ہوتی ہے اس کے ساتھ نہ سند ہوتی ہے اور نہ کسی معتبر کتابوں کا حوالہ ہوتا ہے، ایسی حدیث غیر معتبر اور نا قابل قبول ہے، ایسی حدیث بھی بیان نہیں کی جائے گی، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ ’’تذکرۃ الموضوعات‘‘ میں لکھتے ہیں:

و فی العدة واعلم ان الاحاديث التی لا اصل لها لا تقبل والتی لا اسناد لها لا يروی بها ففی الحديث **اتقوا الحديث عنی الا ما علمتم فمن كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار** فقيد ﷺ الرواية بالعلم و كل حديث ليس له اسناد صحيح ولا هو منقول فی كتاب مصنفه امام معتبر لا يعلم ذلك الحديث عنه ﷺ فلا يجوز قبوله ففی مسلم **كفی بالمرأ كذبا ان يحدث بكل ما سمع۔** (تذكرة الموضوعات للفتنی ٦)

''العدہ میں لکھا ہے کہ: اس بات کو جان لینا چاہئے کہ وہ احادیث جن کی کوئی اصل نہیں ہے قبول نہیں کی جائیں گی، اور جن کی کوئی سند نہ ہو ان کو بھی روایت نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ'' میری طرف سے حدیث بیان کرتے ہوئے بچو، صرف وہی حدیث بیان کرو جو تم جانتے ہو اس لئے کہ جس نے جان کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے'' پس رسول اللہ ﷺ نے حدیث معلوم ہونے کی شرط کے ساتھ اس کو بیان کرنے کا جواز رکھا ہے، اور ہر وہ حدیث جس کی کوئی سند نہ ہو، اور نہ اس کو کسی معتبر عالم نے اپنی کتاب میں درج کیا ہو اس حدیث کا رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہونا نہیں سمجھا جائے گا، پس اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہوگا، مسلم شریف میں ہے کہ: '' آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''۔

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ میں نے ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (دارمی) سے اس حدیث (**من حدث عنی بحديث يری انه كذب فهو احد الكاذبين**) کے متعلق

پوچھا توانہوں نے کہا کہ:

انما معنی الحدیث اذا روی الرجل حدیثا و لا یعرف لذلك الحدیث عن النبی ﷺ اصل فحدث به فاخاف ان یکون قد دخل فی هذا الحدیث۔

(ترمذی باب فیمن روی حدیثا وهو یری انه کذب)

''حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی حدیث کو بیان کرے اوراس حدیث کی کوئی اصل معروف نہ ہو پھر بھی اس کو بیان کرے تو مجھے خوف ہے کہ وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہوگا''۔

حاصل یہ کہ کسی کلام کوحدیث کہنے کے لئے کوئی بنیاد ضروری ہے، اور بنیاد وہ جو علم حدیث میں معتبر ہو، جس حدیث کی کوئی سند معلوم نہ ہو، اور نہ متقدمین کی مستند کتابوں میں سے کسی کتاب میں مذکور ہو تو اس صورت میں اس کو حدیث کہنا اور حدیث کہہ کر بیان کرنا احادیث اوراقوال علماء کی روشنی میں درست نہیں ہے، بلکہ **کفی بالمرأ اثماان یحدث بکل ما سمع** کے بہ موجب وہ گنہگار ہوگا، اوررسول اللہ ﷺ کے اس حکم ''حدیث وہی بیان کروجن کا حدیث ہونا تم کومعلوم ہو'' کی خلاف ورزی ہوگی۔

حفاظ حدیث کے بے اصل کہنے پر وضع کا حکم

اگرکوئی حافظ حدیث کسی حدیث کے بارے میں کہے کہ مجھے یہ روایت نہیں ملی تو اس روایت پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا، مثلاً کسی حافظ حدیث نے کسی کتاب کی

حدیثوں کی تخریج کے دوران یہ لکھ دیا **لم اجدہ** (مجھے یہ حدیث نہیں ملی) جیسا کہ احیاء العلوم کی بہت سی احادیث کا حال ہے، اس صورت میں اس حدیث کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس کو موضوع شمار کیا جائے گا، ابن عراق ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

فاستفدنا من هذا ان الحفاظ الذين ذكرهم و اضرابهم اذا قال احدهم في حديث لا اعرفه او لا اصل له كفى ذلك في الحكم عليه بالوضع۔ (تنزيه الشريعة ۸/۱)

"اس سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ اوپر مذکور حفاظ حدیث یا ان کے جیسے دوسرے حفاظ حدیث جب کسی حدیث کے بارے میں کہیں کہ "میں اسے نہیں جانتا" یا "اس کی کوئی اصل نہیں ہے" تو یہ بات حدیث کو موضوع کہنے کے لئے کافی ہے"۔

جو روایت کتب متقدمین میں نہ ہو

اسی طرح علماء نے صراحت کی ہے کہ جو حدیث متقدمین کی کتابوں میں نہ ملے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا، ابن عراق ؒ امام فخر الدین رازیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

ومنهاما ذكره الامام فخر الدين الرازي ان يروى الخبر في زمن قد استقرأت فيه الاخبار و دونت فيفتش عنه فلا يوجد في صدور الرجال ولا في بطون الكتب۔ (تنزيه الشريعة المرفوعة ۷/۱)

"اور موضوع احادیث کی علامتوں میں یہ بھی ہے کہ کوئی حدیث ایسے زمانے میں بیان کی جائے جب کہ احادیث کی چھان بین اور تتبع کے بعد ان کو مدون کر دیا گیا ہو، پس

اس وقت کوئی حدیث تلاش کی جائے لیکن نہ محدثین کے سینوں میں ملے اور نہ کتابوں میں اس کا پتہ ہو۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ.....

من جاء اليوم بحديث لا يوجد عند الجميع لا يقبل.

"جو کوئی آج ایسی حدیث بیان کرے جو کسی محدث کی کتاب میں نہیں ملتی تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی"۔ (احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ان احادیث پر جن کا سراغ متقدمین کے یہاں نہیں ملتا کچھ کلام کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

وعلى كل تقرير ایں احادیث قابل اعتماد نیستند

"بہر صورت یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہے"۔

(احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۴ بحوالہ عجالۂ نافعہ)

مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

کتب متقدمین میں کسی حدیث کا وجود نہ ملنا اس کے موضوع ہونے کی دلیل ہے۔ (احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۴)

متقدمین سے مراد چار صدیوں کے علماء ہیں اگر چار صدیوں کے بعد کوئی عالم ایسی روایت بیان کرے جو اول چار صدیوں میں لکھی ہوئی کتابوں میں نہ ہو تو وہ نا قابل قبول ہوگی۔ (احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۵)

ناقل کا اعتبار نہیں ہوگا

اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ متأخرین علماء میں سے کسی کی کتاب میں کوئی حدیث بغیر سند اور بغیر حوالے کے مذکور ہو یا کسی عالم نے بیان میں کوئی حدیث سنائی ہو اور وہ حدیث احادیث کی مستند کتابوں میں سے کسی کتاب میں نہ ملے تو محض کسی عالم کا اپنی کتاب میں لکھنا یا اس کو بیان کرنا اس حدیث کے لئے کوئی اصل اور بنیاد شمار نہیں ہوگا، محض ناقل کی دینداری کو دیکھ کر روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا، چاہے حدیث بیان کرنے والا یا حدیث کو اپنی کتاب میں داخل کرنے والا کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

فالعمدة على الكتب المدونة فمن جاء بحديث غير موجود فيها فهو رد عليه وان كان من اتقى المتقين۔

(الفوائد الموضوعة للكرمی ٦٩)

"پس اعتماد حدیث کی مدونہ کتابوں پر کیا جائے گا، چنانچہ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو ان کتابوں میں نہ ہو تو اس کو رد کر دیا جائے گا اگر چہ بیان کرنے والا سب متقین سے بڑا متقی ہو"۔

پس اگر متأخرین علماء کے پاس سند ہے یا حوالہ سے بات کرتے ہیں تو ان کی بیان کردہ حدیث سر آنکھوں پر، لیکن اگر ان کی بیان کردہ حدیث کی سند کا کہیں پتہ نہیں ہے، اور بغیر سند کے یا مستند کتاب کے حوالے کے بیان کی جارہی ہے تو اس حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو موضوعات کی فہرست میں کر دیا جائے گا۔

تنبیہ

ہم لوگ علم سے دوری کی وجہ سے جن بہت سے حقائق سے ناآشنا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی بڑے نے کوئی بات کہہ دی تو ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جو کچھ کہا اور جیسا کہا بالکل صحیح ہے اس میں غلطی کا امکان ہو ہی نہیں سکتا یہ ہماری جہالت ہے جس نے حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے، غلطی کا امکان ہر حال میں باقی رہتا ہے، اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی ہر بات غلط ہے، یا ہر بات میں غلطی کا احتمال پیدا ہو کر ناقابل اعتماد ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بڑے شخص کی کسی غلطی پر متنبہ کرے اور اس کے پاس اس کے دلائل وشواہد بھی ہوں پھر اس کی ہر بات اور ہر دلیل کے جواب میں بس ایک ہی بات کی رٹ ہو کہ ''وہ بڑے ہیں، ان کی بیان کردہ حدیث کیسے موضوع ہوسکتی ہے''، اور یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا عقل و دانش کے خلاف ہے، حق کسی ایک کے ساتھ چمٹا ہوا نہیں رہتا، ہر ایک حق پر بھی ہوسکتا ہے اور ہر کسی سے غلطی بھی ہوسکتی ہے، صحیح اور غیر صحیح کا فیصلہ علم حدیث کے صحیح اصول کریں گے، کسی بڑے کے بیان کرنے سے کوئی حدیث علم حدیث کے محکم و مسلم اصول سے بے نیاز نہیں ہو جاتی اور اس پر صحت مہر نہیں لگ جاتی، دنیا میں انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہوتا ہے، تاریخ بھی شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء سے غلطیاں ہوئی ہیں، بلکہ چار مقبول مذاہب کے ائمہ سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں اور کتنے مسائل میں ان جبال علم حضرات کا رجوع ثابت ہے، اور آگے بڑھئے تو بعض صحابہ سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں، اور غلطی ہونا کسی کی شان کو گھٹاتا نہیں، انسان کی عظمت و رفعت کا مدار اس کا تقوی، عاجزی اور شان عبدیت ہے، پس یہ چیز جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی زیادہ حقیقی بلندی نصیب ہوگی، چاہے

دنیا کی عارضی اور دھوکہ والی عظمت سے محروم ہو، اور اگر اس چیز کی کمی ہے تو وہ حقیقی عظمت سے دور ہے چاہے کسی بات میں غلطی نہ کرے، پس غلطی نہ ہونے کو عظمت کا معیار سمجھنا ایک بنیادی غلطی ہے، لہذا ہمیں یہ دو نکتے ذہن نشیں کرنے چاہئیں، اول یہ کہ انبیاء کے علاوہ ہر کسی سے غلطی کا امکان ہے، دوم کسی سے غلطی ہو جانا اس کی عظمت میں کمی نہیں کرتا، پہلی بات کو پھر سے دہراتا چلوں کہ غلطی کا احتمال ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی ہر بات میں شک کیا جائے، اور کسی کی کوئی بات قبول ہی نہ کی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ غلطی کے ثبوت کے بعد اس پر اصرار نہ کیا جائے۔

موضوع روایت پر نکیر کیجئے

نہی عن المنکر دین اسلام کا مستقل ایک حکم ہے، قرآن و احادیث میں جگہ جگہ مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں، اور اس کے ترک پر وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں، شریعت مقدسہ میں موضوع احادیث کو بیان کرنا بھی ایک منکر امر ہے، پس نہی عن المنکر کا حکم بجالاتے ہوئے موضوع روایت بیان کرنے والے کو روکنا ضروری ہے، اگر آپ کے سامنے کوئی موضوع روایت بیان کی جارہی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ روایت موضوع ہے تو آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس کو غلطی پر متنبہ کرے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

اذا علـم الـرجل من محدث الكذب لم يسعه السكوت عليه و لا يكون عليه غيبة ـ(الاسرارالمرفوعة ۸۰)

''جب کوئی آدمی کسی محدث کے جھوٹ پر مطلع ہو جائے تو اس کو خاموش رہنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے، اور نہ وہ غیبت میں شامل ہے''۔

اگر خود واعظ سے کہنے کا موقع نہیں ملا مثلاً بیان کے بعد واعظ سے ملاقات کا کوئی موقع نہیں ملا، بیان کیسٹ میں سنا، یا خطبات کی کتابوں کا مطالعہ کیا ان صورتوں میں جو دوسرے بیان سننے والے ہیں یا طبع شدہ خطبات کا مطالعہ کر رہے ہیں ان کے سامنے موضوع ہونے کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

اگر بتانے کے باوجود بھی اس موضوع روایت کے بیان کا سلسلہ جاری ہے تو چونکہ اس کا منشا موضوع کی حقیقت اور اس کو روایت کرنے کی قباحت سے ناواقفیت ہے اس لئے ایسے لوگوں کے سامنے موضوع حدیث کی حقیقت کو واضح کیا جائے، اور رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث جن میں موضوع احادیث کو بیان کرنے کی سخت وعیدیں آئی ہیں بتائی جائیں۔

اس منکر پر نکیر حکمت اور نرمی سے ہو، اور اخلاص کے ساتھ مخاطب کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے ہو، ایسا انداز نہ اپنائے کہ مخاطب کو تکلیف ہو، اور بجائے ماننے کے ضد پہ اڑ جائے، اور دوران وعظ کہنا بھی برے نتیجہ کا باعث ہوتا ہے۔

کوئی لغو احساس مانع نہ ہو

بعض مرتبہ کسی بڑے کا احترام نہی عن المنکر سے مانع بن جاتا ہے، مگر بزرگ کی عظمت کا احترام کرتے ہوئے ان کے مقام کی رعایت کے ساتھ ان کو بھی حقیقت حال سے

آگاہ کرنا ضروری ہے، اور اس میں ان کی بے ادبی اور گستاخی سمجھنا درست نہیں ہے، اگر بالمشافہ بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور ان کی بے ادبی کا خیال آتا ہے تو خط کے ذریعہ ان کو مطلع کیا جائے۔

اگر ہمیں کسی روایت کا موضوع ہونا مستند حوالے سے معلوم ہے، پھر اس کو کوئی ایسے مقرر یا واعظ بیان کر رہے ہیں جن کے علم و آگہی کا سکہ ہمارے قلب پر جما ہوا ہے تو اس وقت یہ تصور کر کے کہ ان کے پاس اس کا کوئی حوالہ ہوگا یا وہ ہم سے زیادہ واقف ہیں ان کو اپنی معلومات سے مطلع نہ کرنا بھی غلط ہے، کیوں کہ ان کے وسیع علم کے ہوتے ہوئے اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ بات ان کے علم میں نہ آئی ہو، اور اگر ان کے پاس کوئی دوسری تحقیق ہے تو ہمارا فائدہ ہو جائے گا۔

کسی واعظ کی بیان کردہ موضوع روایت پر مطلع کرنا غیبت نہیں ہے، بلکہ دین کے لئے ایک حقیقت سے پردہ اٹھانا ضروری ہوتا ہے، اس دینی فریضے کی ادائیگی میں کوئی گناہ سر نہیں آئے گا، پس غیبت کا احساس بھی اس نہی عن المنکر سے مانع نہیں ہونا چاہئے۔

نمونۂ اسلاف

سلف کی عادت یہ تھی کہ اگر کسی جگہ موضوع روایت بیان ہو رہی ہے تو اس کو روکنا اپنا فرض سمجھتے تھے، اور اگر کہنے کا موقع مل گیا تو اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، اور حدیث کی نصرت میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، ان کے چند نمونے حاضر ہیں:

حضرت ابو بکر بن خلاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت یحییٰ بن سعید القطان سے پوچھا

کہ کیا آپ کو اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ جس لوگوں کو متہم گردان کران کی روایات کو احادیث کو ترک کردیا ہے وہ کل قیامت میں آپ کے مقابل کھڑے ہوجائیں گے، آپ نے جواب دیا

لان یکون ھؤلاء خصمائی احب الی من ان یکون النبی ﷺ خصمی لم لم تذب الکذب عن حدیثی۔

''یہ لوگ میرے مقابل ہوں وہ مجھے زیادہ محبوب اس بات سے کہ رسول اللہ ﷺ میرے مخالف بن کر کھڑے ہوں اور مجھ سے باز پرس کریں کہ میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں نہیں روکا۔

محمد بن بندارؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ فلاں آدمی ضعیف ہے اور فلاں راوی کذاب ہے یہ کہنا مجھے بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ اگر تم خاموش رہے تو جاہل اور عامی آدمی صحیح اور غلط کی پہچان کیسے کرے گا۔

حضرت سفیان ثوریؒ ایک آدمی کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ آدمی کذاب ہے، بخدا اگر میرے لئے خاموش رہنا جائز ہوتا تو میں ضرور خاموش رہتا۔

امام اعمش جب بصرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک واعظ مسجد میں وعظ کہہ رہا ہے، اور اعمش کے واسطے سے احادیث بیان کرر ہا ہے، امام اعمشؒ اس حلقے کے بیچ میں جا کر بیٹھ گئے اور اپنے بغل کے پال اکھاڑنے لگے، اس واعظ نے کہا کہ اے شیخ کیا شرم نہیں آتی، یہاں علم کی باتیں ہورہی ہیں اور تم یہ کام کرر ہے ہو، امام اعمشؒ نے کہا میری یہ مشغولی تیری مشغولی سے بہتر ہے، اس واعظ نے کہا یہ کیسے؟ امام اعمشؒ نے فرمایا کہ میرا یہ کام سنت ہے اور تیرا کام جھوٹ بولنا ہے، میں ہی اعمش ہوں، اور میں نے کبھی تجھے یہ حدیث بیان نہیں

کی۔ (الاسرار المرفوعة)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا کہ عباد بن کثیر کا حال تو آپ جانتے ہیں (کہ وہ عبادت اور صلاح وتقوی کے اعتبار سے ایک اچھا انسان ہے) لیکن جب کوئی روایت بیان کرتا ہے تو کوئی بھاری بات لے کر آتا ہے، کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ میں لوگوں سے کہہ دوں کہ اس سے روایت مت لینا، حضرت سفیانؒ نے کہا کہ ہاں کہہ دو، حضرت عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کسی بھی مجلس میں میری حاضری میں عباد کا تذکرہ ہوتا تو میں اس کے دینداری کی تعریف کرتا اور کہتا کہ اس سے حدیث مت لینا۔ (فتح الملهم)

یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ ان مثالوں سے فن اسماء الرجال کی کتابیں بھری ہوئی ہیں، آج اگر ہمارے یہ اسلاف ہوتے یا ہم اپنے اسی رویہ کے ساتھ ان کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ہمارے متعلق تضعیف و جرح کے الفاظ محفوظ ہوتے، کسی نے کہا ہوتا کہ وہ ضعیف ہے، کسی نے کہا ہوتا کہ ہر کسی سے روایت لے لیتا ہے، کسی نے کہا ہوتا کہ غفلت کا غلبہ ہے۔

عجیب واقعہ

اما احمد بن حنبل اور یحیی بن معینؒ نے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھی، نماز کے بعد ایک واعظ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور یحیی بن معینؒ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے اس کے بعد ایک روایت (جو من گھڑت روایت تھی) بیان کی، پس دونوں امام ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھنے لگے، اور ایک نے دوسرے سے معلوم کیا کہ تم نے یہ روایت بیان

کی ہے لیکن ہر ایک نے کہا کہ یہ روایت تو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنی، جب وہ اپنے وعظ سے فارغ ہوا تو لوگوں سے ہدایا حاصل کئے اور مزید حاصل کرنے کی امید میں بیٹھا تھا، حضرت یحیی بن معینؒ نے اس کو ہاتھ سے اشارہ کر کے بلایا، وہ یہ خیال کر کے آ گیا کہ کوئی ہدیہ ملے گا، جب آیا تو حضرت ابن معینؒ نے اس سے پوچھا کہ یہ روایت تجھے کس نے بیان کی، اس نے جواب دیا کہ احمد ابن حنبل اور یحیی بن معین نے، تو ابن معینؒ نے فرمایا کہ میں یحیی بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، یہ حدیث تو ہم نے کبھی نہیں سنی، پس اگر تجھے جھوٹ بولنا تھا تو کسی اور پر بولتا، اس واعظ نے کہا کہ تم یحیی بن معین ہو؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں! اس واعظ نے کہا کہ میں سنا کرتا تھا کہ یحیی بن معین بے وقوف ہے آج مجھے اس کا یقین ہو گیا، آپؒ نے فرمایا کہ کیسے معلوم ہوا کہ میں احمق ہوں؟ اس واعظ نے کہا کیوں کہ تمہاری بات سے لگتا ہے گویا تمہارے علاوہ دنیا میں کوئی یحیی بن معین اور احمد بن حنبل ہے ہی نہیں، میں نے سترہ احمد بن حنبل اور یحیی بن معین سے حدیثیں لکھی ہیں، اس پر امام احمدؒ نے اپنی آستین سے اپنا چہرہ چھپا دیا اور کہا کہ اسے جانے دو، وہ واعظ وہاں سے ان دونوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہوا چلا گیا۔

اصلاح وتنقید کا استقبال کیجئے

اگر ہم کوئی موضوع حدیث کو بیان کر رہے تھے، اور جاننے والا ہم کو غلطی پر مطلع کر رہا ہے تو ہمارا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ اس کی بات کی طرف توجہ دے، پھر اگر اس کی تنقید میں صحت وسچائی کے آثار دکھے، اور بتانے والا اس کی صحیح دلیل بھی دیتا ہو یا معتبر حوالہ دیتا ہو تو اس کو تسلیم کر لینا چاہئے، قرآن ایسے لوگوں کی تعریف میں کہتا ہے:

﴿الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه﴾ (الزمر ۱۸)
کانوں میں انگلیاں ڈال دینا یا دل پر پردہ ڈال دینا اور مصلح اور ناقد کی بات کی طرف توجہ نہ کرنا اپنا ہی نقصان ہے۔

اگر صحابۂ کرام کی اتباع کو ہم اپنی قسمت سمجھتے ہیں اور ان کی ہر ادا کو لائق اتباع سمجھتے ہیں تو سن لینا چاہئے کہ صحابۂ کرام کسی بھی شخص کی تنقید کا شکریہ کے ساتھ استقبال کرتے تھے، خلفائے راشدین کی سیرت میں کئی مثالیں ایسی مل جائیں گی کہ انہیں کسی غلطی پر متنبہ کیا گیا اور انہوں نے قبول کیا حالانکہ بسا اوقات خلفاء کے عمل میں بھی جواز کا پہلو موجود ہوتا تھا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ صفت بھی ان میں تھی کہ اپنے لئے اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی ان پر تنقید کرنے سے جی چرائے، وہ اس کو خود کے لئے ظالم اور دین سے دوری کی علامت سمجھتے تھے۔

بلا دلیل کسی بات پر بضد رہنا جہالت ہے

بعض حضرات بلا وجہ ضد پر اڑ جاتے ہیں، ضد کی بنیاد صرف یہ ہوتی ہے کہ
''سارے لوگ بیان کرتے ہیں کوئی کچھ نہیں کہتا''
''فلاں کتاب میں لکھا ہے''
''فلاں عالم سے سنا ہے''

ایسی بے بنیاد باتوں پر ضد کرنا اسی شخص کا کام ہوسکتا ہے جو یا تو حق کا طلبگار نہ ہو، بس اپنی معلومات کی دنیا ہی میں رہنا چاہتا ہو یا پھر وہ شخص کرسکتا ہے جس کی آنکھوں سے حقیقت مخفی

رہ گئی ہو، کیوں کہ یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ بڑے بڑے انسانوں سے بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں، پس کسی کتاب میں آجانا یا کسی عالم کا بیان کردینا کسی حدیث کی صحت کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے، چنانچہ خود عاجز نے دور حاضر کے مقبول ومشہور علماء کے بیان میں ایسی حدیثوں کا تذکرہ سنا ہے جن کو محدثین نے موضوع بتایا ہے مثلاً ایک ایسے عالم دین کے بیان میں یہ حدیث سنی جن کے بیانات طبع ہوکر قبولیت پا چکے ہیں، اور کیسٹوں میں بھی ان کے بیان بکتے ہیں، اور انٹرنیٹ پر کثیر تعداد میں نشر ہورہے ہیں:

لما فتح الله على نبيه خيبر اصابه من سهمه اربعة ازواج نعال و اربعة ازواج خفاف و عشرة اواق ذهب و فضة و حمار اسود الخ۔

اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ گدھے پیدا کیے ان سب پر صرف انبیاء نے سواری کی ہے، اب ان کی نسل میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے، اور نہ انبیاء میں سے آپ کے سوا کوئی باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نام یعفور رکھا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا گدھی کی خواہش ہے؟ اس نے کہا نہیں، حضور ﷺ اس کو کسی آدمی کے دروازے پر (بلانے کے واسطے) بھیجا کرتے، وہ دروازے کے پاس آکر سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا، جب گھر کا مالک باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلئے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا تو بیقراری میں ابوالهیثم بن التیہان کے کنویں میں گر پڑا (مکمل روایت وترجمہ دوسرے حصے میں دیکھئے)۔

حالانکہ ابن جوزیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اور علامہ سیوطیؒ اور ابن عراقؒ نے ان

سے اتفاق کیا ہے، اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ: یہ حدیث موضوع ہے، اللہ تعالی کی لعنت ہو اس حدیث کے گھڑنے والے پر، اس کا مقصد اسلام میں عیب پیدا کرنے اور اس کا مذاق اڑانے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

(اللآلی المصنوعه ۱/۲۷۶، تنزيه الشريعة ۱/۳۲۶)

اسی عالم صاحب نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے:

معراج کی رات حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب سے ہمکلامی کرتے ہوئے عرض کیا کہ: اے پرورگار! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اور ان کو ملک عظیم سے نوازا، اور آپ نے موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا، اور ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا فرمایا، اور سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک دیا جو ان کے بعد کسی کو میسر نہ ہوگا، اے پروردگار! آپ نے میرے لئے کیا انعام رکھا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا اے محمد! جس طرح میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا تمہیں بھی خلیل بنایا، اور جس طرح موسی سے بات کی اسی طرح تم سے بھی کلام کیا، آپ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عطا کیں، یہ دونوں چیزیں میرے عرش کے خزانوں میں سے تھیں، یہ میں نے کسی اور نبی کو نہیں دیں، اور میں نے آپ کو سرخ وسفید اور جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اتنی عام رسالت کے ساتھ میں نے کسی نبی کو نہیں بھیجا، آپ کے لئے مال فیئ کو حلال کر دیا، یہ پہلی امتوں کے لئے حلال نہ تھا، اور رعب کے ذریعہ آپ کی مدد کی حتی کہ آپ کا دشمن آپ سے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری پر بھی آپ سے ڈرتا ہے، اور میں نے آپ کو سب کتابوں سے افضل کتاب عطا کی، اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا، اور

آپ سے بوجھ ہلکا کردیا، اور آپ کا ذکر بلند کردیا، پس جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ذکر ہوگا، اور آپ کی امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے، اور آپ کی امت کا خطبہ اس وقت تک درست قرار نہیں پائے گا جب تک کہ وہ آپ کے رسالت کی گواہی نہ دے، اور سب سے پہلے نبوت سے آپ کو نوازا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا (مکمل روایت دوسرے حصے میں دیکھئے)۔

حالانکہ اس کو بھی محدثین نے موضوع کہا ہے۔

(اللآلی المصنوعه ١/٧٥ // تنزيه الشريعة ١/١٦٥)

دوسرے ایک اسی شان کے عالم کے بیان میں بارہا اس حدیث کو سنا:

المعرفة رأس مالي والعقل اصل ديني والحبّ اساسي والشوق مركبي وذكر اللّٰه انيسي والثقة كنزي والحزن رفيقي والعلم سلاحي والصبر ردائي والرضا غنيمتي والعجز فخري والزهد حرفتي واليقين قُوتِي والصدق شفيعي والطاعة حَسَبي والجهاد خُلقي وقرّة عيني في الصّلوةِ۔

''معرفت میری اصل پونجی ہے، اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے، اور محبت میرا سرمایہ ہے، اور شوق میری سواری ہے، اور اللہ کا ذکر میرے لئے انسیت کا سامان ہے، اور اعتماد میرا خزانہ ہے، اور غم میرا ساتھی ہے، اور علم میرا ہتھیار ہے، اور صبر میری چادر ہے ، اور رضا میری غنیمت ہے، اور عاجزی میرا فخر ہے، اور زہد میرا پیشہ ہے، اور یقین میری خوراک ہے، اور سچائی میرا شفیع ہے، اور طاعت میرے لئے خاندانی شرافت کے برابر ہے، اور جہاد

میری عادت ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"۔

اس کو قاضی عیاض نے شفا میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے، علامہ سیوطیؒ نے وسعت نظر اور تساہل کے باوجود اس کو موضوع کہا ہے، علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ وضع کے آثار اس میں نمایاں ہیں، اور علامہ طرابلسیؒ نے بھی بعض محدثین کے حوالے سے اس کو موضوع کہا ہے۔
(المغنی عن حمل الاسفار ۱۶۳، مناهل الصفا فی تخریج احایث الشفا ۸۵، الفوائد المجموعة ۱۳، اللؤلؤ المرصوع ۱۷۰، تذکرة الموضوعات ۸۶)

اسی طرح مشہور کتابوں میں سے احیاء العلوم، تنبیہ الغافلین، غنیۃ الطالبین اور قاضی عیاض کی شفا وغیرہ میں بھی ایسی احادیث ہیں جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے، مثلاً

لا يستدير الرغيف ويوضع بين يديك حتى يعمل فيه ثلاثمائة و ستون صانعا اولهم ميكائيل التى تزجى السحاب و الشمس و القمر والافلاك و ملائكة الهواء و دواب الارض و آخرهم الخباز "وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها"۔

روٹی گھوم پھر کر آپ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے اس میں تین سو ساٹھ خادم کام کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلے میکائیلؑ ہیں، جو بادلوں کو چلاتے ہیں پھر سورج، چاند، آسمان، اور ہوا کے فرشتے اور زمین کے چوپائے بھی ان خدمت گزاروں میں شامل ہیں، سب کے اخیر میں روٹی پکانے والے کی محنت لگتی ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

احیاء میں اس کو حدیث بتایا گیا ہے، لیکن ملا علی قاریؒ، حافظ عراقیؒ اور عجلونیؒ نے لکھا

ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المغنی ص۷۵۷ ، کشف الخفاء ٤٦٢/٢ ، الاسرار ۳۷۱)

ان مثالوں سے ہرگز کسی کی تنقیص مقصود نہیں ہے، اللہ تعالی علماء کرام اور مشائخ عظام کی ادنی بے ادبی سے بچائے ، مقصود اس بات کا احساس دلانا ہے کہ غلطی سے انسان پاک نہیں ہے، جن احادیث کو محدثین نے صاف طور پر موضوع یا بے اصل کہہ دیا ہے اس کو بھی بیانوں اور کتابوں میں دیکھا گیا، معلوم ہوا کہ محض کسی کا بیان کر دینا یا لکھ دینا حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے، لہذا اس کو دلیل بنانا اور اسی بنیاد پر موضوع حدیث بیان کرتے رہنا درست نہیں ہے، بلکہ یہ تو نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف ہے بلکہ مشاہدہ کے بھی خلاف ہے۔

اگر ہمارے پاس حدیث کے غیر موضوع ہونے کی کوئی معتبر دلیل ہو اور ان معتبر دلیل کی بنیاد پر مصلح و ناقد کی بات کو رد کر دے تو یہ ہمارا حق ہے۔

مصلح و ناقد کو مخالف سمجھنا نادانی ہے

اور کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اصلاح کرنے والے کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا یا ہماری تحریک کا مخالف ہے، اور مصلح کی بات چاہے کتنی ہی بے غبار اور صحیح اور سہل دلائل کی بنیاد پر قائم ہو مگر اس کو مخالف کہہ کر اس کی بات کے رد کرنے کا جواز پیدا کیا جاتا ہے، جیسے ہی کسی کی زبان سے نکلا کہ تم ہمارے مخالف ہو بس قائل کی فتح ہوگئی، اور سمجھا جاتا ہے کہ ناقد کی تمام باتوں اور تمام دلائل کا جواب اسی ایک جملے میں ہو گیا، اور تنقید و اصلاح کرنے والا

اپنے تمام دلائل کے باوجود میدان ہار گیا، ایسا رویہ اسلام میں کب سراہا جاسکتا ہے، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک مومن فاسق نے کوئی غلطی کی، مثلاً چوری کی، اب کسی نے اطلاع دینے کے لئے کہا کہ وہاں ایک مسلمان نے چوری کی ہے تو سننے والا اس پر برس پڑا اور کہنے لگا کہ تم اسلام کے مخالف ہو، جس طرح مومن کی کسی غلطی کو واضح کرنے سے کوئی اسلام کا مخالف نہیں ہوتا اسی طرح کسی بھی تحریک و تنظیم کی طرف منسوب ہونے والے کسی بھی شخص کی کوئی غلطی واضح کرنے سے وہ اس کا مخالف نہیں ہوجاتا، جس طرح چوری سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ تو اس کا مخالف ہے اسی طرح اسلام کی خدمت کرنے والی تمام تنظیمیں اسلامی مکروہات ومحرمات سے بیزار ہیں، اپنی بے اصولی اور بدعنوانی کو ان تحریکوں کے سر تھوپنا ایسا ہی ہے جیسا کہ چوری کر کے اسلام کے سر ڈال دینا، اور ایسی تعبیرات تو عام بول چال میں بہت ہے مثلاً مسلمان دنیا میں مشغول ہوگئے، مسلمان سنت سے دور ہوگئے، فلاں بستی میں سارے مسلمان سود میں ملوث ہیں، کتنے نمازی حضرات معاملات میں صفر ہیں لیکن کوئی بھی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ اسلام یا نماز کی مخالفت ہے۔

اگر مصلح کا انداز صحیح نہیں ہے یا اخلاص سے خالی ہے تو اس نے اپنے فریضے میں کوتاہی کی، اس نے اپنا فرض پورا نہیں کیا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ بھی اپنے ایک فرض میں کوتاہی کرے، اگر کوئی صابون لے کر آپ کے کپڑے صاف کر رہا ہے تو آپ کا تو فائدہ ہی ہے، اگر آپ اس بات کی تحقیق میں لگ گئے کہ اس کے کپڑے بھی صاف ہے یا نہیں تو آپ کا نقصان ہوجائے گا، آپ کے کپڑے بھی میلے رہ جائیں گے، اگر کوئی کسی کے زخم پر مرہم لگانے کی کوشش کرے تو زخمی آدمی یہ نہیں دیکھے گا کہ مرہم لگانے والے شخص کے

بدن پرتو کہیں زخم نہیں ہے، بلکہ اپنی ہی صحت کی فکر میں لگا رہے گا، اور اگر کسی نے اس کے بدن پر زخم دیکھ کر اپنے بدن پر مرہم لگانے سے انکار کیا تو اس سے بڑا ''عقلمند'' کون ہوگا؟

اور اگر ناقد و مصلح حقیقت میں ہماری تحریک کا مخالف ہے تب بھی حق بات کو قبول کرنے میں کونسا مانع پیش آرہا ہے، حق بات تو ہر مومن کا سرمایہ ہے دینے والا کون ہے یہ دیکھ کر خود کا سرمایہ رد نہیں کر دینا چاہئے، یہ حدیث پیش نظر رہے

الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدها فهو احق بها.

(ترمذی)

''حکمت کی بات مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے، پس وہ اس کو جہاں بھی پالے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے''

معلوم ہوا حق کی بات ہر مسلمان کا اپنا سرمایہ ہے، جہاں سے بھی ملے چاہے موافق سے ملے چاہے مخالف سے حاصل ہو اسے قبول کرنا چاہئے، کیا آپ کا یہی مخالف اگر آپ کا کوئی گم شدہ جانور واپس کرنے آئے تو کیا آپ رد کر دیں گے، ہرگز نہیں، بلکہ اس کے احسان مند ہوں گے پس اسی طرح اگر کوئی ہماری اصلاح کی بات کرے تو ہم مصلح سے یہ کہے کہ جزاک اللہ یہ چیز میں کب سے تلاش کر رہا تھا، کیوں کہ یہ حکمت کی بات میری تھی جو گم ہوگئی تھی، آپ کا شکر ہے جو آپ نے مجھ تک پہنچادی۔

کسی حدیث کو موضوع کہنے میں احتیاط

جس طرح کسی حدیث موضوع کو صحیح کہنا جائز نہیں اسی طرح صحیح حدیث کو موضوع

کہنا بھی جائز نہیں، کیوں کہ احادیث وحی کی ایک قسم ہے، اگر کسی بھی صحیح حدیث کا انکار کردیا تو وحی کا انکار لازم آئے گا، اگر پوری محنت اور ہر ممکن سعی کے بعد کسی روایت کو موضوع کہا جب کہ وہ موضوع نہیں تھی تو یہ غلطی ان شاء اللہ معاف ہے، لیکن سرسری نظر کے بعد اس کی صحت کا انکار کردیا تو یقیناً بہت بڑا جرم اور سنگین گناہ کا ارتکاب ہوگا، ایک حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

عن ابی بکرؓ مرفوعًا من کذب علیّ متعمّدًا او ردّ شیئًا امرتُ به فلْیتبوّأ بیتاً فی جهنّم. (الاسرار ٤٤)

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا یا میری بتائی ہوئی بات کو رد کردیا تو وہ جہنم میں اپنا گھر بنالے''۔

اس وعید سے بچنے کے لئے احتیاط کا دامن پکڑنا ضروری ہے، پوری تحقیق کئے بغیر، علماء اور محدثین کے اقوال اور معتبر کتب احادیث کی طرف مراجعت کئے بغیر کسی حدیث کو موضوع کہنا جرم عظیم کی طرف قدم بڑھانا ہے۔

احتیاط کا ایک پہلو

کسی روایت کو موضوع کہنے میں احتیاط کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ درایت پر زور دے کر کسی حدیث کو موضوع نہیں کہہ دینا چاہئے، یہ ہرگز درست نہیں ہے، یہ بات اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے کہ حدیث کی وضع کا فیصلہ درایت سے بھی کیا جاتا ہے، لیکن اس درایت کا ایک معیار ہے، جہاں تک ہر کس و ناکس کی رسائی ممکن نہیں، اگر ہر ایک کی درایت کا اعتبار کیا

جانے لگا تو وہ وقت دور نہیں کہ صحیحین کی روایتیں بھی موضوع قرار دی جائیں، سیرۃ النبی ﷺ میں لکھا ہے:

بعض علماء لکھتے ہیں کہ درایت کا لفظ ایک غیر مشخص لفظ ہے، اگر اس لفظ کو وسعت دے دی گئی تو ہر شخص جس روایت سے چاہے گا انکار کر دے گا، کہ یہ میرے نزدیک عقل کے خلاف ہے۔(سیرۃ النبی ﷺ ۱/ ۵۵)

چنانچہ ایک حدیث ہے **لو کنت متّخذًا خليلاً لاتّخذتُ ابا بكر خليلاً** کہ اگر میں دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا، یہ صحیحین کی روایت ہے، لیکن کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اس کو کسی گمراہ فرقے نے وضع کی ہے (فجر الاسلام)، اردو میں ایک کتاب ہے ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت''، ....اس کے مصنف مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی کے متعلق حضرت مفتی تقی عثمانیؒ لکھتے ہیں: دینی ضرورت کی وجہ سے اتنا کہے بغیر چارہ نہیں کہ وہ غیر متوازن انتہا پسند ذہن کے حامل تھے، جس کی بناء پر انہیں اپنے انفرادی نظریات پر اتنا اصرار تھا کہ وہ ساری امت کے علماء فقہاء اور محدثین میں سے کسی کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں تھے، چنانچہ انہوں نے متعدد مسائل میں جمہور امت سے الگ راستہ اختیار کیا ہے۔(فتاوی عثمانی ۱/۲۲۲۵) ....اس کتاب میں بھی بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن پر مصنف نے درایت کی بنیاد پر وضع کا حکم لگایا ہے، مثلا **ماء زمزم لما شرب له** (زمزم کا پانی جس مقصد سے پیا جائے گا وہ مقصد پورا ہوگا) اس حدیث کو موضوع لکھا ہے، حالانکہ اس کو فنی حیثیت سے موضوع کہنا درست نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے **المقاصد الحسنة** میں اس حدیث پر اچھا کلام کیا ہے، اس کے بہت سے شواہد بھی ذکر کئے ہیں۔

اسی طرح ایک محدث نے دو حدیثوں کو محض اس لئے موضوع کہہ دیا کہ ان کے گمان میں وہ حدیثیں صحیح احادیث سے ٹکراتی تھی، اس پر علامہ ذہبیؒ نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ محض آپ کی بیان کردہ وجوہ کی بنا پر حدیث کو موضوع کہہ دینا محل نظر ہے۔

(فتح الملهم ١/١٦٢)

درایت کی بنیاد پر کسی روایت کو موضوع کہنا آج کے آزادی پسند ماحول میں عام ہوتا جارہا ہے، بس جہاں بھی ذرا الجھن ہوئی بیک جنبش قلم اس کے موضوع ہونے کا فیصلہ کر دیا، یہ رویہ بالکل درست نہیں ہے، ضروری نہیں کہ جو روایت ہماری سمجھ سے باہر ہو یا جو ہمارے گمان میں کسی صحیح روایت سے ٹکراتی ہو وہ حقیقت میں بھی فاسد المعنی ہو، بلکہ ممکن ہے کہ ہمارے فہم کی غلطی ہو، اور کوئی دوسرا اس کا ایسا مفہوم واضح کر دے کہ سارے خلجان کافور ہو جائیں۔

احتیاط کا دوسرا پہلو

اسی طرح اردو میں مضامین لکھنے کے دوران یا کسی اور ضرورت سے کسی حدیث کی تحقیق کی ضرورت پیش آجائے تو صرف ایک کتاب پر اعتماد نہ کیا جائے، ضروری نہیں کہ ایک کتاب میں کسی عالم یا محدث نے ایک حدیث کو موضوع کہہ دیا تو سارے علماء ان سے متفق ہوں، اختلاف ممکن ہے، اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ دوسرا فریق واضح حق پر ہو، پس کسی ایک کتاب میں وضع کا فیصلہ پا کر اپنے مضمون میں یا اپنی کتاب میں اس کو موضوع لکھ دینا مناسب نہیں ہے، عجیب بات تو یہ ہے کہ کبھی کسی متشدد عالم سے موضوع ہونے کا قول اس

طرح نقل کیا جاتا ہے کہ گویا اس میں کوئی دو رائیں نہیں ہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ محققین ان کے خلاف ہوتے ہیں، اس کتاب کی تالیف کے دوران خود عاجز اردو کی بعض کتابوں سے اس مغالطے میں پڑا تھا، یعنی اس میں بیان کردہ موضوع روایت کو موضوع سمجھ لیا لیکن پھر تحقیق سے معلوم ہوا کہ محدثین تو اس کے خلاف ہیں، پس کسی ایک کتاب کے فیصلے پر مکمل اعتماد کر لینا، دوسرے فریق کی رائے اور اس کے دلائل جاننے کی کوشش نہ کرنا غلطی کا سبب بن سکتا ہے۔

اسی طرح آج کل انٹرنیٹ پر اور بعض رسائل میں غیر مقلدین کی طرف سے احادیث پر کلام کیا جاتا ہے، اور اس میں بہت ساری معتبر روایات کو موضوع کہہ دیا جاتا ہے، اس لئے ایسے بددین لوگوں کی تلبیس سے متنبہ رہنا ضروری ہے۔

وضع کا حکم لگانے کا حق کس کو ہے

کسی حدیث کو موضوع کہنا انہیں لوگوں کا حق ہے جو علم حدیث سے پوری واقفیت رکھتے ہوں، پورا ذخیرۂ حدیث ان کے سامنے ہو، اور محدثین کی اصطلاحات اور ان کے مذاق ومزاج سے واقف ہوں، جو اس صفت کا حامل نہ ہو اس کو حق نہیں ہے کہ کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگائے، بلکہ عامی اور علم حدیث میں غیر پختہ آدمی کے لئے فن کی بڑی کتابوں اور متقدمین کے اقوال سے کوئی نتیجہ نکالنا بھی درست نہیں ہے، کیوں کہ علم حدیث کی اصطلاحات اور محدثین کرام کے مزاج کو جاننے کے کئے علم حدیث میں مہارت ضروری ہے ، یہ ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے، حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں:

الحکم علی الحدیث بکونه موضوعا من المتأخرین عسیر جدا لان ذلك لا یتأتی الا بعد جمع الطرق و کثرة التفتیش و انه لیس لهذا المتن سوی هذا الطریق الواحد۔ (الفوائد الموضوعة ٦٣)

''متأخرین کی طرف سے کسی حدیث پر وضع کا حکم لگانا بہت دشوار ہے، کیوں کہ وضع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا مگر ساری سندوں کو جمع کرنے اور کثیر تلاش کے بعد اور یہ بات جان لینے کے بعد کہ اس متن کے لئے اس ایک سند کے علاوہ کوئی دوسری سند نہیں ہے''۔

جرأت ناروا

اس زمانے میں جہاں کچھ لوگ احادیث میں لاپرواہی سے موضوع حدیث بھی بیان کر دیتے ہیں وہیں کچھ نام نہاد لوگ ایسے اٹھے ہیں جنہیں کسی حدیث کو غیر ثابت اور موضوع کہنے میں کچھ دیر نہیں لگتی، بڑی بے باکی سے احادیث کو موضوع اور غیر ثابت کہہ دیتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ وہ اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ کب کسی حدیث کو موضوع کہنے کا موقع ملے، خود بینی اور خود رائی کے نتیجہ میں یہ برا حال ہوا ہے کہ حدیث پر کسی طرح کا حکم لگانا اپنا حق سمجھا جاتا ہے، بعض لوگوں نے ایک قانون بنادیا ہے کہ جو حدیث مجھے معلوم نہیں وہ حدیث نہیں ہوسکتی، ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب نے بیان میں حضرت طلحہ بن براءؓ کا قصہ سنایا کہ...

جب حضرت طلحہ رسول اللہ ﷺ سے ملے تو آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دینے لگے، آپ سے چمٹنے لگے، پھر حضرت طلحہ نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے آپ جو چاہے حکم فرمائیں

میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، حضور ﷺ کو ان کی اس بات سے تعجب ہوا کیوں کہ وہ ابھی نو عمر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اپنے باپ کو قتل کردو، حضرت طلحہ حکم کی تکمیل کے لئے چل پڑے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس بلایا اور فرمایا کہ میں قطع رحمی کے واسطے نہیں بھیجا گیا ہوں، پھر کچھ مدت کے بعد جب وہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت کی، ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا، ان کا انتقال رات کو ہو گیا انتقال سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف مت دینا، ہوسکتا ہے کہ رات کو انہیں کوئی تکلیف پہنچادے، بلکہ تم ہی مجھے دفن کر دینا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی، آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے صف لگا کر کھڑے تھے، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ آپ طلحہ سے اس حال میں ملنا کہ وہ تیری طرف دیکھ کر ہنس رہا ہو اور آپ طلحہ کی طرف دیکھ کر ہنس رہے ہو۔

جب بیان پورا ہوا تو ایک صاحب نے کسی گفتگو کے دوران کہہ دیا کہ یہ حدیث ہے ہی نہیں، میں نے کہا یہ حدیث ہے اور میں نے فلاں فلاں کتاب میں پڑھی ہے اس میں **لسان المیزان** بھی ہے، لیکن انہوں نے نہیں مانا، عاجز نے کہا کہ میں نے احادیث کی مستند کتابوں میں یہ حدیث دیکھی ہے، لیکن پھر بھی وہ بضد تھے، ان کا کہنا تھا کہ طلحہ نام کے صحابہ دو ہی ہیں، اور دونوں کا انتقال حضور ﷺ کے بعد ہوا ہے، میں تو حیران رہ گیا کہ یہ آدمی بڑی بڑی کتابوں میں ہونے کے باوجود فقط اس وجہ سے حدیث کا انکار کرتا ہے کہ اس کی نگاہ سے یہ حدیث نہیں گذری، یہ مغرب کے بعد کا واقعہ ہے، میں نے **الاصابہ** میں سے تقریباً بیس طلحہ

نامی صحابہ کے مکمل ناموں کی ایک فہرست تیار کی ، اور عشاء میں ان صاحب کے سامنے پیش کی ، اس وقت چپ تو ہو گئے لیکن کیا معلوم اب بھی یقین نہیں آیا ؟ کہ صبح فجر میں ایک اردو کتاب اپنے ہمراہ لے آئے ، فجر کے بعد عاجز کو بلایا اور کہا کہ دیکھو اس کتاب میں صرف دو ہی طلحہ نامی صحابہ کا ذکر ہے ، میں نے کتاب کو دیکھا خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی کتاب میں حضرت طلحہؓ کی مذکورہ حدیث موجود تھی ، میں نے اس حدیث پر انگلی رکھ دی ، اب تو کیا کرتے ، بیچارے کو کہیں منہ چھپانے کے لئے بھی جگہ نہ ملی۔

اس جہل مرکب میں کتنے ہی لوگ پھنسے ہوئے ہیں کہ جو حدیث مجھے معلوم نہیں وہ موضوع اور بے اصل ہے ، اس جہالت کی پٹی کو آنکھو سے ہٹا کر حقیقت کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے ، یہ حقیقت کہ جو حدیث مجھے معلوم نہیں وہ بھی حدیث ہوسکتی ہے ، ہمہ دانی کے غرور میں آکر اپنی سمجھ اور اپنے علم کے بل بوتے پر کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا ایسے شخص کا کام ہوسکتا ہے جس کو عقل فہیم اور قلب سلیم سے محروم کر دیا گیا ہو۔

بسا اوقات موضوع کا فیصلہ کرنے والے کے سامنے دیگر محدثین کی رائیں بھی ہوتی ہیں جو اسے موضوع نہیں کہتے ، لیکن پھر بھی اپنی مرضی کے مطابق کسی ایک عالم کا قول لے کر موضوع کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے جو بالکل غلط ہے۔

الغرض احادیث کو موضوع کہنے کے باب میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے ، اکابر کا احترام کرنا ، اور خود کو علامہ سمجھنے کے بجائے تہی دامن خیال کرنا ان کے علوم پر اعتماد کرنا ضروری ہے ، یہ اہل سنت والجماعت کے اعتدال پسند علماء کا شیوہ رہا ہے ، جو ان صفات کا حامل ہوگا وہ احادیث کے باب میں اثباتا ونفیا معتدل ہوگا ، خصوصا کسی حدیث کو موضوع

کہنے سے پہلے بنظر انصاف کتابوں کی ورق گردانی کر کے مکمل تحقیق کر لے گا، یہی طریقہ اسلم ہے، اسی کو اپنانے میں خیر ہے۔

غیر مقلدین کی حد تجاوزی

یہ سب غیر مقلدیت کے جراثیم ہیں جو غیر مقلدین سے تجاوز کر کے جاہل مقلدین کے ذہنوں کو بھی متأثر کر رہے ہیں، غیر مقلدین نے تو اس میں تمام حدیں پار کر دی ہیں، اور احتیاط اور دیانت داری سے اپنا دامن جھاڑ لیا ہے، وہ جب چاہے کسی حدیث کو موضوع کہہ دے، جب چاہے کسی حدیث کو اس کے درجے سے اوپر چڑھا دے، اس کی ایک دو مثالیں نہیں ہیں بلکہ ایسی خیانتوں سے ان کی اکثر کتابیں داغدار ہیں، حیرت تو یہ ہے جن محدثین کی قربانیوں کے طفیل ان تک یہ احادیث پہنچی ہیں ان کی بیان کردہ کوئی حدیث اگر ان کے کسی مقصد کے خلاف ہوگئی تو پھر کسی اصول کا سہارا لے کر اس حدیث کو غیر معتبر قرار دے دیں گے پھر محدثین پر فقرے کسنا شروع کر دیں گے، مقلدین حضرات کے وہ سارے مستدلات جن سے ان کو اتفاق نہیں ہے وہ ان کے نزدیک احادیث کی فہرست میں آتے ہی نہیں، اگر کوئی مقلد اپنے مسلک کی تائید میں کوئی روایت پیش کرے گا تو اس کو موضوع اور ناقابل عمل کہنے میں وہ جرأت دکھائیں گے جس کی کسی اہل علم سے تو کیا کسی ادنی مسلمان سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی، اپنے کسی نظریے کی تائید کے لئے ضعیف سے ضعیف روایت کو فریب دہی سے کام لے کر مقام استشہاد میں پیش کریں گے، اور مد مقابل کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کریں گے،

فیصلہ وضع میں حد تجاوزی کی ایک مثال پیش کر رہا ہوں، حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم نے دوران وعظ یہ حدیث بیان فرمائی:

عن ابی هريرةؓ قال قالوا: يا رسول الله متى وجبتُ لک النبوةُ قالَ و آدمُ بينَ الرّوحِ و الجسدِ.

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت نبوت ملی تھی جب کہ آدم کا وجود بھی نہیں ہوا تھا''۔

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے توصیف الرحمٰن نامی ایک غیر مقلد اس طرح اپنی زہر آلود زبان کھولتا ہے:

> انّا للّٰه وانا اليه رَاجعونَ اے کاش! مولانا آپ ہر پڑی ہوئی چیز کو بیان کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے رک کر یہ تو سوچ لیتے کہ کیا یہ اللہ کے نبی کی حدیث ہے یا آپ کے ذمہ جھوٹ باندھا گیا ہے، کاش ان من گھڑت روایت کو اس جھوٹی روایت کو فرمان رسول کہتے ہوئے آپ کی زبان لڑکھڑا جاتی، آپ رک جاتے، یہ حدیث رسول نہیں ہے یہ جھوٹ ہے جو محمد ﷺ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔

یہ انتہائی جہالت وتعصب کا شکار جس حدیث کو بے باکی اور بے خوفی سے موضوع کہہ رہا ہے اس کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے، اور غیر مقلدین کے بڑے عالم شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، تعصب، انانیت اور بغض وکینہ نے ترمذی جیسی متداول کتاب کی صحیح حدیث سے بھی اندھا کر دیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آج کل غیر مقلدیت امت کو اسلاف سے بدظن کرنے اور ان سے اپنا رشتہ کاٹنے کی بڑی سازش ہے، اس کے پیچھے دشمنان اسلام کی فکریں کام کر رہی ہیں، اور قوی امکان ہے اس بات کا کہ اس طرز عمل سے یہ مقصود ہو کہ امت کے ہاتھوں سے احادیث کا ذخیرہ کم کر دیا جائے، خود کو اہل حدیث کہہ کر اور حدیث کا حامی ظاہر کر کے ایسا کام کیا جائے کہ امت کا اعتماد احادیث پر سے اٹھتا چلا جائے۔

موضوع اور ضعیف میں فرق ہے

ضعیف حدیث پر عمل کرنا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) ضعف شدید نہ ہو۔

(۲) شریعت کے عام اصول کے ماتحت آتی ہو۔

(۳) اس کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔

علامہ حصکفیؒ ان شرطوں کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه و ان يدخل تحت اصل عام و ان لا يعتقد سنية ذلك الحديث۔

(الدر المختار ۱/ ۲۲۷)

''ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شرطیں یہ ہیں اس کے ضعف کا شدید نہ ہونا، اور یہ کہ کسی عام اصول کے ماتحت آتی ہو، اور یہ کہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے''۔

☆ پس ضعیف حدیث شرائط کے ساتھ معمول بہ بن سکتی ہے لیکن موضوع کسی بھی

حالت میں لائق عمل نہیں ہے۔

☆ضعیف حدیث تعدد طرق سے حسن لغیرہ کا درجہ پالیتی ہے جبکہ موضوع کثرت طرق کے باوجود موضوع ہی رہے گی۔

☆نیز کوئی حدیث ضعیف متلقی بالقبول ہوتو اس میں قوت آجاتی ہے، اور یہ قوت تعدد طرق سے حاصل ہونے والی قوت سے فائق ہوتی ہے، تعدد طرق سے ضعیف روایت حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، اور تلقی بالقبول سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ صحیح لذاتہ سے حاصل ہونے والی قوت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ (اصول حدیث غور وفکر کے چند اہم گوشے)

علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم: يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح۔ تدريب الراوى ٦٦

پس ان وجوہ سے ضعیف اور موضوع حدیث میں بڑا فرق ہو جاتا ہے، اور محدثین اور علماء نے اس فرق کا لحاظ کیا ہے، اور محدثین نے دونوں کو الگ الگ شمار کیا ہے، آج تک علماء نے ضعیف احادیث کو موضوعات کے ساتھ جمع نہیں کیا تھا، جب علماء نے موضوعات کو اکٹھا کرنے کے لئے قلم اٹھایا تو اس میں مستقل طور پر ضعیف احادیث کا اندراج نہیں کیا، ضمناً ضعیف حدیث کا آجانا الگ بات ہے۔

غیر مقلدین نے اس فاصلے کو ختم کر دیا

غیر مقلدین کے فسادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علماء امت نے ضعیف اور

موضوع حدیث کے درمیان جس فرق کو بیان کیا تھا غیر مقلدین نے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی، اور ضعیف اور موضوع کو برابر کر دیا، اس سلسلہ میں ان کی ناپاک حرکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ماضی قریب میں عالم عرب کے ایک عالم البانی نے "**سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة**" کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس میں موضوعات کے ساتھ ضعیف احادیث کو بھی داخل کر دیا ہے، دونوں کے درمیان کی دوری کو ختم کرنے کی انجانی کوشش کی، اس انداز نے ضعیف احادیث کو بڑا نقصان پہنچایا، حتی کہ اس کتاب کے عقیدت مندوں کے یہاں موضوع اور ضعیف کا یکساں شمار ہونے لگا، دونوں کے درمیان واضح مسافت کو ختم کر کے دونوں کو ایک درجہ میں لا کھڑا کیا ہے، اور اس ذہنیت میں کمّاً و کیفاً اضافہ ہوتا جا رہا ہے، شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند حضرت مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے خطبات میں اس زہر سے امت کو آگاہ کیا ہے، آپ کے خطبات کا مجموعہ "علمی خطبات" (۱/۹۱-۹۲) میں دیکھ لیا جائے۔

نیز البانی نے اپنی بدبختی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک کام یہ کیا ہے کہ متقدمین کی بہت ساری کتابوں کو دو حصوں میں منقسم کر دیا، ایک حصے میں صحیح اور حسن درجے کی روایات جمع کیں اور دوسرے حصے میں ضعیف اور موضوع روایات جمع کیں، جیسے سنن ترمذی کے دو حصے کر دیئے، ایک "**صحيح الترمذی**" اور دوسرا "**ضعيف الترمذی**"، اسی طرح منذری کی "**الترغيب والترهيب**" کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا "**صحيح الترغيب والترهيب**" اور "**ضعيف الترغيب والترهيب**"، "**صحيح الترغيب والترهيب**" میں صحیح اور حسن درجہ کی روایتیں شامل کیں، اور "**ضعيف الترغيب**

والترھیب" میں ضعیف اور موضوع روایتوں کو جمع کیا، البانی کے اس عمل نے احادیث کو بڑا نقصان پہنچایا۔

قارئین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے علماء، محدثین اور ائمۂ امت کا طرز نہیں ہے، بلکہ نئی پیداوار کی نئی سوچ ہے، جس کو قبولیت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، علماء اور محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اعمال کے فضائل میں تو ضعیف احادیث بڑی وسعت سے قبول کی گئی ہیں، کئی محدثین نے اعمال کے فضائل پر کتابیں لکھی ہیں اور کثرت سے ضعیف احادیث کو اپنی کتابوں میں داخل کیا ہے، اور صحیح اور حسن درجہ کی حدیث کی عدم موجودگی میں ضعیف حدیث سے احکام میں بھی کام لیا گیا ہے، الغرض ضعیف حدیث موضوع کے برابر نہیں ہے۔

پس جو علمائے متقدمین اور اکابر محدثین اور جماعت اہل سنت سے وابستہ رہنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اس حسین غلاف سے دھوکے میں نہ آئے، بلکہ اس دور میں جب کہ متقدمین کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جس کو عربیت کی بھی پوری واقفیت نہ ہو وہ بھی اکابر پر اعتراض کرنے سے نہیں رکتا، ایسے دور میں اہل سنت والجماعت کے اکابر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے، ورنہ کتنے لوگوں کو نفس وشیطان نے اچک لیا ہے، کہیں ایسا نہ کہ ہم بھی اپنی جہالت سے کسی باطل کو حق سمجھ کر اس کو اختیار کرلیں۔

ضعیف حدیث بھی رحمت ہے

ضعیف حدیث معمول بہ بن سکتی ہے، اور اس پر عمل کرکے فضائل حاصل کئے جاسکتے

ہیں، پس ضعیف حدیث بھی امت کے لئے رحمت ہے، اس کے ذریعہ اللہ کی رضا اور رحمت حاصل کی جاسکتی ہے۔

دور حاضر میں ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جو ضعیف حدیث سے امت کو بالکل منقطع اور متنفر کرنا چاہتا ہے، انہوں نے ضعیف احادیث کو مستقل کتابوں میں جمع کیا اور پھر لوگوں کو ان سے بچنے کی تاکید کی، اور عوام کے سامنے ظاہر کیا کہ ان ضعیف احادیث سے بچنا ضروری ہے، بعض کتابوں کے نام بھی ایسے ہی تجویز کئے کہ امت ضعیف حدیث سے بالکل کٹ جائے مثلا ''ضعیف حدیث کا فتنہ''، نعوذ باللہ ضعیف حدیث بھی فتنہ بن گئی جب کہ علماء نے لکھا ہے کہ ضعیف حدیث بھی حدیث ہے، درحقیقت ضعیف حدیث فتنہ نہیں بلکہ اس کو فتنہ کہنے والا ہی سب سے بڑا بھاری فتنہ ہے، پس اس فریب اور دھوکہ سے باخبر رہنا ضروری ہے۔

حدیث میں غیر مقلدین کی جہالت وخیانت

غیر مقلدین خود کو اہل حدیث کہتے ہوئے حدیث میں ایسی خیانت کرتے ہیں جو کسی بھی ادنی مومن سے متوقع نہیں ہوسکتی، اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف اور جواب دہی کا احساس اگر دل میں ہو تو کوئی بھی ایسی خیانت کے تصور سے لرز جائے، لیکن اللہ جانے کس چیز نے ان لوگوں کو ایسی حرکتوں پر جری کر دیا، ان کی بددیانتی کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے اس لئے ان سب کا جمع کرنا تو ممکن نہیں، ہمارے اکابرین نے ان کی تردید میں جو کتابیں لکھی ہیں ان میں ان کی بددیانتی کی مثالیں بکھری پڑی ہیں، ان میں سے ایک کتاب ہے '' الباني شذوذه و اخطائه'' اس میں محدث کبیر حضرت مولانا

حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے البانی کی غلطیوں کو طشت از بام کیا ہے، میں یہاں پر اس کی ایک جھلک دکھاؤں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلدین کے یہ بڑے حضرت کتنے پانی میں کھڑے ہیں، ان کے انتخاب میں یہ فائدہ بھی ہے کہ غیر مقلدین ان کو اپنا محقق اور بے مثال محدث مانتے ہیں اور صبح شام ان کا یہی وردرہتا ہے کہ:

''البانی نے اس کو موضوع کہا ہے''

''البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے''

جب ان کے مایۂ ناز سرمایہ کی حقیقت سامنے آئے گی تو خود بہ خود ان کے متبعین کی حقیقت واضح ہو جائے گی، اب ذیل میں ان کی غلطیوں اور خیانت کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

البانی کسی معنیٰ کو الفاظ میں ادا کرنے میں غلطی کرتا ہے جیسے اس نے لکھا ہے

سنة الجمعة و المغرب القبليتين

حالانکہ صحیح یہ ہونا چاہئے

سنة الجمعة و سنة المغرب القبليتان

اسی طرح البانی حدیث کے الفاظ پڑھنے میں غلطی کر جاتا ہے، جیسے حدیث کے الفاظ ہیں

تصدق باثوار من الاقط... (پنیر کے ٹکڑے صدقہ کیے)

اس کی جگہ البانی نے حدیث کو اس طرح لکھا ہے

تصدق باتوار من الاقط (بالمثناة الفوقية) (پنیر کا برتن صدقہ کیا)

راویوں کو پہچاننے میں بھی غلطی کرتا ہے، ایک نام کے دو راویوں میں ایک کو

دوسرے کی جگہ سمجھ لیتا ہے، پھر اس راوی کے مطابق روایت پر حکم لگاتا ہے، جس کے نتیجے میں معتبر روایت کو غیر معتبر اور غیر معتبر روایت کو صحیح کہہ دیتا ہے۔

ایک راوی سے چار لوگوں نے حدیث لی ہے پھر بھی اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے۔

علوم حدیث کی اصطلاحات سے بھی پوری واقفیت نہیں ہے، جیسے ایک حدیث کے ''شاہد'' کو پیش کر کے کہا کہ یہ اس کا ''متابع'' ہے، اسی طرح حدیثیں متعدد ہیں یا سندیں متعدد ہیں اس میں بھی بصیرت نہیں رکھتا۔

مصنفین اور راویوں کے مزاج و عادات سے ناواقف ہے، اور ان کے کلام کو صحیح سمجھنے میں غلطی کرتا ہے، جیسے جہاں بھی ''قیـــل'' یا ''رُوی'' دیکھ لیا وہاں ضعف کا حکم لگا دیا، حالانکہ ہر جگہ مصنفین اس کا خیال نہیں رکھتے، راوی نے اگر حدیث کی تشریح کے لئے کوئی زیادتی کی تو اس کو حدیث کا جز سمجھ لیتا ہے۔

اگر کوئی حدیث اس کو نہیں ملی تو اس حدیث کے نہ ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہے، جیسے ابن تیمیہؒ نے ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے اس پر البانی نے کہا کہ مجھے یہ روایت حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملی، شاید ابن تیمیہؒ کو کسی دوسری حدیث سے اشتباہ ہو گیا ہوگا۔

علمی کوتاہی تو پھر بھی بعض مرتبہ برداشت کر لی جاتی ہے لیکن دیانت کی کمی نا قابل برداشت ہے، البانی دیانت داری سے تہی دامن تھا، اگر کسی حدیث کو نہیں ماننا ہے تو کسی ایک کمزور راوی کا ہاتھ پکڑے گا اور اس کے متعلق جرح کرنے والے محدثین کے اقوال بیان

کرے گا اور توثیق کرنے والے علماء کے اقوال سے نظریں چرا کر اس طرح گزر جائے گا جیسے ان اقوال کو جانتا ہی نہیں۔

ایک ہی بات کو کبھی حدیث کی صحت کے لئے کام میں لیتا ہے اور اسی بات سے کسی حدیث کو ضعیف بھی کہہ دیتا ہے، مثلاً ''مقبول'' کا لفظ ابن حجرؒ کی ایک اصطلاح ہے، راویوں پر کلام کرتے ہوئے بعض راویوں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ ''مقبول'' ہے، البانی اس ایک لفظ سے روایت کو جو چاہے وہ درجہ دے دیتا ہے، کبھی کسی روایت کو صحیح کہے گا کبھی حسن کہے گا، اور کبھی کہے گا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے ایک راوی کے بارے ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ وہ ''مقبول'' ہے، اسی ایک لفظ سے ہر طرح کا درجہ اس کے یہاں نکل سکتا ہے۔ اسی طرح لفظ ''غریب'' کا مقام متعین کرنے میں بھی اپنی خواہشات کا اتباع کیا ہے کبھی تو کہا ہے کہ اس روایت کو فلاں محدث نے ''غریب'' کہا ہے اور غریب کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور کبھی لکھتا ہے غریب کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے، غریب حدیث صحیح بھی ہوسکتی ہے۔

ایک محدث کی بات کی جب ضرورت پڑتی ہے تو قبول کر لیتا ہے اور جب وہ اس کی رائے کے مخالف ہوتی ہے تو اس کو رد کر دیتا ہے کہ ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اسی طرح ائمۂ جرح وتعدیل کے اقوال کو قبول کرنے یا رد کرنے کے سلسلے میں بھی خیانت کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ کبھی کہتا ہے کہ ابن حبان کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے یہ روایت ضعیف ہے کبھی ابن حبان کی توثیق پر روایت کی صحت کا فیصلہ کرتا ہے یا اس کو حسن قرار دے دیتا ہے۔

اپنی رائے کو ثابت کرنے کے لئے صرف موافق احادیث کو ذکر کرے گا اور قارئین

کو یہ باور کرائے گا کہ بس اس باب میں یہی روایات ہیں، اور اگر مخالف روایات کا بھی ذکر کر دے گا تو صرف اشارۃ ذکر کرنے پر اکتفا کرے گا، پورا متن ذکر نہیں کرے گا تا کہ اس حدیث سے کوئی آگاہ نہ ہو جائے۔

البانی نے اسلاف کے کلام پر تنقید کر کے ان سے بدگمان کرنے کی اور ان سے اعتماد ختم کرنے اور خود کو بڑا علامہ اور فہامہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس نے احادیث کا جو درجہ متعین کیا ہے اس میں بھی بہت ہی تناقض پایا جاتا ہے، ایک حدیث کو صحیح کہتا ہے پھر اسی کو ضعیف کہہ دیتا ہے، ایک حدیث کو کسی جگہ موضوع کہا ہے، پھر کسی اور جگہ اس کو ضعیف لکھا ہے، اس طرح احادیث کے درجہ کی تعیین میں بہت زیادہ ٹکراؤ پایا جاتا ہے، بعض لوگوں نے البانی کے تناقضات کو جمع کر کے ایک کتاب تیار کی ہے۔

یہ غیر مقلدین کے مایۂ ناز محدث کا اصلی چہرہ ہے جو سرسری طور پر قارئین کو دکھایا گیا ہے، اسی سے ہر کوئی فیصلہ کر سکتا ہے کہ البانی خوبصورت دکھتے ہیں یا بدنما اور داغدار نظر آرہے ہیں، حالانکہ یہ تو ان کے کرشموں کی ایک معمولی جھلک تھی تفصیل سے دیکھنے کے لئے "**البانی شذوذہ و اخطائہ**" کا مطالعہ کیا جائے، اس کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ان کے کرتوتوں نے شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

جن لوگوں کے بڑے کا یہ حال ہے ان کے چھوٹوں اور ان کے متبعین کا کیا عالم ہوگا ظاہر ہے، چنانچہ وہ بھی اپنے بڑے کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، اور بددیانتی اور خیانت کا ایک دوسرے سے بڑھ کر نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

نتائج

مذکورہ بالا باتوں سے ہر کوئی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ غیر مقلدین کی باتیں اعتماد کے لائق نہیں ہیں، وہ اگر کہے کہ

''اس باب میں کوئی حدیث نہیں ہے''

''یہ روایت موضوع ہے''

''فلاں محدث نے اس کو موضوع کہا ہے''

تو ان کی کسی بات پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ صداقت و امانت کی ان کے یہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔

ان کے لکھے ہوئے دلائل پر اعتماد نہ کیا جائے، کیوں کہ دھوکہ باز موقع پر دھوکہ دینے سے نہیں چوکتا۔

ان کی کتابوں پر اعتماد نہ کیا جائے، کیوں کہ جھوٹ، خیانت اور فریب سے ان کی کوئی کتاب خالی نہیں ہے۔

نیز غیر مقلدین سے کسی مسئلے میں الجھنا نہیں چاہئے، اس لئے کہ خیانت کرنے والا حق کا طالب نہیں ہوسکتا، اور اگر کوئی غیر مقلد خود آکر سوال کرے تو اس کی بات کی طرف دھیان نہ دیا جائے، اور اگر کوئی بات کان میں پڑ گئی اور کوئی خلجان ہوگیا تو اپنے علماء سے اس کی حقیقت معلوم کرلی جائے۔

انٹرنیٹ پر احادیث کے متعلق اکثر انہیں کا کلام ہوتا ہے، اس لئے ان پر بھی بغیر تحقیق کے اعتماد نہ کیا جائے۔

غیر مقلدین کا اعتراض

غیر مقلدین کو سب سے زیادہ پریشانی فقہ حنفی سے ہے، اس لئے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں، اور جس جگہ ایسا معلوم ہوا کہ یہاں سے سادہ مقلدین حضرات کو اور عوام احناف کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے وہاں اعتراض کر کے تقلید و فقہ حنفی سے اور فقہائے کرام سے لوگوں کو بدگمان کرنے میں لگ جاتے ہیں، انہیں اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ فقہ حنفی کا دارو مدار کمزور و موضوع روایات پر ہے، اور فقہ حنفی کی کتابوں میں موضوع روایات بیان کی گئی ہیں اور جس میں موضوع روایات ہو وہ کتاب لائق اعتماد نہیں ہے، پس فقہ حنفی کی کتابیں لائق اعتماد نہیں ہیں۔

اعتراض میں دو باتیں ہیں (۱) فقہ حنفی کی بنیاد کمزور و موضوع روایات پر ہے (۲) کتب فقہ میں موضوع روایات زیادہ ہیں اس لئے وہ لائق اعتماد نہیں ہیں۔

پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہنا ایک اجتہادی مسئلہ ہے، راوی کو دیکھ کر روایت کے ضعیف یا موضوع ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اس لئے ضروری نہیں کہ جو روایت کسی محدث کی نظر میں ضعیف یا موضوع ہو امام ابوحنیفہؒ بھی اس کو موضوع یا ضعیف مان لے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا اجتہاد یہ کہے کہ یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ دوسرے محدثین میں بھی آپس میں صحیح اور غیر صحیح کا اختلاف ہوتا رہتا ہے۔

دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں، آپ کی پیدائش ۸۰ھ ہوئی، اس وقت سچائی کا غلبہ تھا، سند میں اختصار تھا، اور کتب حدیث کے مصنفین آپ سے ایک صدی کے بعد دنیا میں آئے، امام بخاری کی سن پیدائش ۱۹۴ھ

ہے، امام مسلم کی سن پیدائش ۲۰۴ھ ہے، امام نسائی کی سن پیدائش ۲۰۵ھ ہے، امام ترمذی کی سن پیدائش ۲۰۹ھ ہے، امام ابوداود کی سن پیدائش ۲۰۲ھ ہے، امام ابن ماجہ کی سن پیدائش ۲۰۹ھ ہے، یہ مشہور کتابوں کے مصنفین ہیں جو امام ابوحنیفہؒ سے ایک صدی بعد میں آئے، اس لئے ان کتابوں کے مصنفین کے پاس حدیث جن راویوں کے واسطے سے پہنچی ہے وہ راوی امام ابوحنیفہؒ کے لئے واسطہ نہیں بنے، بلکہ دو تین ثقہ راویوں کے واسطے سے آپ کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاتی ہے، اس لئے ایک حدیث امام ابوحنیفہؒ کے لئے صحیح ہوتی ہے لیکن وہ ہی روایت بعد میں جا کر سند کے طویل ہونے اور کذب بیانی کے پھیل جانے کی وجہ سے بعض مرتبہ ضعیف ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کسی دوسرے محدث کے فیصلے کے پابند نہیں ہے، اور دوسرے اماموں کی ضعیف روایات امام اعظم کے پاس صحیح سند سے پہنچتی ہے اس لئے ان کی ضعیف وموضوع روایات بھی امام اعظم کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔

دوسری شق کا جواب یہ ہے موضوع احادیث صرف کتب فقہ میں نہیں ہیں بلکہ احادیث کی چند کتابوں کو چھوڑ کر سب کتابوں میں موضوع احادیث موجود ہیں تو کیا ان کتابوں کو بھی نا قابل اعتماد قرار دے دیا جائے گا، نہیں بلکہ جن کا موضوع ہونا ثابت ہو گیا ان کو ترک کر کے باقی کتاب سے فائدہ اٹھایا جائے گا، اسی طرح فقہ کی کتاب کا حال ہے کہ اس کی موضوع روایات کو چھوڑ کر باقی کتاب پر اعتماد کر کے اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

یہ تو اس وقت کی بات ہے کہ اس کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فقہائے کرام حدیث کو روایت بالمعنی کرتے ہیں، اس لئے وہ حدیث کا مفہوم ادا

کردیتے ہیں، اور روایت بالمعنی جائز ہے بشرطیکہ حدیث کا مفہوم بدل نہ جائے۔

اور کسی حدیث کے کمزور یا موضوع ہونے سے فقہ حنفی کے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیوں کہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ سے ثابت ہے، اور ان کے پاس اس مسئلے کی صحیح دلیل موجود ہے، صاحب کتاب نے جو موضوع روایت پیش کی ہے ضروری نہیں کہ امام صاحب نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہو، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ روایت ان کے نزدیک بھی موضوع ہو۔

موضوع حدیث پر عمل کرنا

موضوع احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا حرام ہے، چاہے وہ حلال وحرام کے متعلق ہو یا عمل کی فضیلت کے متعلق ہو، علامہ حصکفیؒ الدر المختار میں لکھتے ہیں:

واما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال۔ (الدر ۱/۲۲۷)

اور رہی بات موضوع کی تو اس پر عمل کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔

”بِحَالٍ“ پر حاشیہ لگا کر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”بِحَالٍ“ ای و لو فی فضائل الاعمال،

”کسی بھی حال میں“ سے مراد ہے کہ اگر چہ وہ موضوع حدیث فضائل اعمال کے متعلق ہو۔

علامہ حصکفیؒ نے الدر المختار میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ معتبر عالم کی تحریر سے لکھا ہوا

ہے کہ صلاۃ الرغائب اور شب براءت اور شب قدر کی نمازوں سے عوام کو نہ روکا جائے، اس پر علامہ شامیؒ نے حاشیہ لگا کر رحمتیؒ کی یہ بات نقل کی ہے:

ویمنع التوثق بذلك الخط اجماعهم على حرمة العمل بالحديث الموضوع و قد نصوا على وضع هذه الصلوت۔(شامی ۴۹/۳)

"موضوع حدیث پر عمل کے حرام ہونے پر علمائے کرام کا اجماع اس تحریر پر اعتماد کرنے سے مانع ہے، اور علماء نے ان نمازوں کے موضوع ہونے کی صراحت کردی ہے"۔

علامہ شامی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ علامہ حصکفیؒ نے جو لکھا تھا کہ "معتبر عالم کی تحریر سے لکھا ہوا ہے کہ صلاۃ الرغائب اور شب براءت اور شب قدر کی نمازوں سے عوام کو نہ روکا جائے" صحیح نہیں ہے، کیوں کہ جب ان کا موضوع ہونا مصرح ہے اور موضوع روایت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، تو پھر اس پر عمل کرنے کی بات معتبر عالم کیسے کہہ سکتا ہے، اور وہ تحریر قابل اعتماد کیسے ہوسکتی ہے؟ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ موضوع حدیث میں مذکور کسی فضیلت پر عمل کرنے کی بات کسی عالم کی طرف منسوب ہو یا کسی کتاب میں لکھی ہوئی ہو پھر بھی کسی حال میں قابل اعتماد اور لائق عمل نہیں ہے۔

علماء نے ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے شرط لگائی ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو، بلکہ ضعف خفیف ہو، اگر ضعیف میں ضعف شدید ہے تو اس پر بھی عمل جائز نہیں ہے، جب ضعیف کے متعلق یہ حکم ہے تو موضوع حدیث تو اس سے بھی گئی گزری ہے، لہذا اس پر بدرجۂ اولی عمل جائز نہیں ہوگا۔

موضوع حدیث تعددطرق سے بھی قوی نہیں ہوگی

اگر ایک موضوع حدیث کی تائیداسی جیسی موضوع حدیث سے ہوتو اس کوقوت نہیں ملے گی، بلکہ اگر ایک ہی مضمون کی چند موضوع احادیث جمع ہو جائیں تب بھی ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اوران پر عمل جائز نہیں ہوگا، حضرت مفتی رشید صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان جیسے راویوں کا عدد ہزار بھی ہوجائے تو بھی ان پر اعتماد جائز نہیں **الخبیث لا یزید الا خبثا**.

(احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۵)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

امّا لو کان لفسق الرّاوی او کذبه فلا یؤثّر فیه موافقة مثله۔

(رد المحتار ۱/ ۲۲۶)

"یعنی اگر کمزوری راوی کے فسق یا جھوٹ کی وجہ سے ہےتو اسی جیسے دوسرے راوی کی موافقت اس کی تقویت میں اثر انداز نہیں ہوگی"۔

موضوع روایت کوآپ ﷺ کی طرف منسوب کیئے بغیر بیان کرنا

موضوع حدیث کورسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنااوراس کوحدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کوئی موضوع روایت کا معنی صحیح ہو، اور کسی نص شرعی کے خلاف نہ ہوتو اس کوحدیث کہے بغیر بیان کرنا صحیح ہے، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ لکھتے ہیں:

قال الصغانی اذا علم ان حدیثا متروك او موضوع فلیروه ولکن لا یقول علیه قال رسول الله ﷺ۔(تذکرة الموضوعات للفتنیؒ ۸)

صغانیؒ نے کہا ہے کہ جب کسی حدیث کا متروک یا موضوع ہونا معلوم ہوجائے تو

اس کو روایت کر سکتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے''۔

لیکن یہ بات ضروری ہے وہ حدیث شریعت کے عام اصول کے ماتحت آتی ہو اور اسی عام مضمون کو ایسے خاص انداز میں بیان کیا گیا ہو کہ سننے والے کے دل پر وہ مضمون پیوست ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کئے بغیر اس کو بیان کرنا صحیح ہے مثلا **الصلاۃ معراج المومنین** نماز مومنین کی معراج ہے، یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس میں کوئی نیا مضمون بھی نہیں ہے بلکہ نماز کی خاص حضوری اور روحانی ترقی کو معراج کہا گیا ہے، اس لئے اس کو حدیث کہے بغیر بیان کرنا درست ہے۔

صحابی کا قول

جس طرح امت نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال محفوظ کئے ہیں اسی طرح صحابہ کے اقوال بھی محفوظ کئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو حدیث مرفوع اور صحابی کے قول کو حدیث موقوف کہتے ہیں، اور امت صحابہ کے اقوال سے بھی استفادہ کرتی ہے، لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وحی ہے، اور صحابہ کے اقوال کو وہ درجہ حاصل نہیں (البتہ صحابہ کے وہ اقوال جن کا دارومدار عقل وقیاس پر نہ ہو وہ بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں) اس لئے دونوں میں امتیاز باقی رکھنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے جب کسی صحابی کے قول کو بھول سے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے تو علماء اس کو موضوع کہتے ہیں، ابن عراقؒ لکھتے ہیں

قوم وقع الموضوع فی حدیثھم ولم یتعمد الوضع کمن یغلط

فيضيف الى النبى ﷺ كلام بعض الصحابة او غيرهم.

(تنزيه الشرية ١٥/١)

یعنی واضعینِ حدیث میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے کلام میں بے ارادہ موضوع احادیث شامل ہوگئیں، جیسے وہ شخص جس نے غلطی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی صحابی وغیرہ کا کلام منسوب کر دیا۔

علامہ سیوطیؒ کی ایک عبارت سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے:

واكثر ما يقع الوضع للمغفلين و المخلطين و السيئ الحفظ بعزو كلام غير النبى ﷺ اليه۔ (الحاوى للفتاوى ٩/٢)

پس واعظین اور مقررین حضرات پر ضروری ہے کہ جب کسی صحابی کا قول نقل کریں تو وضاحت کر لے کہ یہ صحابی کا ارشاد ہے، ورنہ سامعین کو غلط فہمی ہوسکتی ہے، اور وہ قول صحابی کو حدیث رسول کہہ کر بیان کریں گے۔

اسرائیلی روایات

اسرائیلی روایت: یعنی وہ روایت جو بنی اسرائیل کی کتابوں سے بیان کی جاوے، علمائے اہل تفسیر وحدیث کی اصطلاح میں یہ لفظ عام ہے، اس کا اطلاق ہر اس روایت پر کیا جاتا ہے جو اسلام سے پہلے کی قدیم کتابوں سے منقول ہو، بعض نے اس سے بھی زیادہ توسع سے کام لیا ہے اور ان روایتوں کو بھی اسرائیلی روایات میں شامل کیا ہے جن کو دشمنانِ اسلام نے ذخیرۂ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے، اگرچہ ان کا وجود مصادر قدیمہ میں نہ ہو۔

اسرائیلیات کے متعلق نصوص میں اختلاف

بنی اسرائیل سے روایت کرنے کے متعلق دلائل متعارض ہیں، کچھ دلائل سے جواز معلوم ہوتا ہے اور دیگر بعض سے عدم جواز۔

☆ جواز پر دلالت کرنے والی نصوص

﴿قل فأتوا بالتوراة فاتلواها ان كنتم صادقين﴾ (قرآن)

''آپ فرمادیجئے کہ لاؤ تورات اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو''۔

عن عبد الله بن عمرو ان النبی ﷺ قال حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج. (بخاری)

''عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

جواز کی ایک دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ ایمان قبول کرنے والے اہل کتاب علماء سے اسرائیلی روایتیں بیان کرتے تھے۔

☆ عدم جواز پر دلالت کرنے والی احادیث:

عن جابر بن عبد اللهؓ ان عمر بن الخطابؓ اتی النبی ﷺ بكتاب اصابه من بعض اهل الكتاب فقرأه عليه فغضب فقال أمتهوكون فيها ياابن الخطاب؟ والذی نفسی بيده لقد جئتكم بها بيضاء نقية لا تسألوهم عن شئی فيخبروكم بحق فتكذبوا به او بباطل فتصدقوا به والذی نفسی بيده لو ان موسی كان

حیا ما وسعه الا ان یتبعنی.

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک کتاب جو کسی اہل کتاب سے ملی تھی لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہو گئے اور فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! کیا اب تک اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہو؟ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلا شبہ میں تمہارے پاس اجلی اور صاف شفاف شریعت لے کر آیا ہوں، تم کسی چیز کے متعلق اہل کتاب سے نہ پوچھو کیوں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو حق بتلائیں اور تم اس کی تکذیب کرو، یا وہ ناحق کی خبر دیں اور تم اس کی تصدیق کرو، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا''۔

عن بن عباس رضی اللہ عنہ قال یا معشر المسلمین کیف تسألون اهل الکتاب و کتابکم الذی انزل الله علی نبیه صلی اللہ علیہ وسلم احدث الاخبار بالله تقرؤونه لم یشب و قد حدثکم الله ان اهل الکتاب بدلوا ما کتب الله و غیروا بایدیهم الکتاب ، فقالوا هذا من عند الله لیشتروا به ثمنا قلیلا ، افلا ینهاکم ما جاء کم من العلم عن مسألتهم ؟ ولا والله ما رأینا رجلا منهم قط یسألکم عن الذی انزل الیکم.

صحیح بخاری ، کتاب الشهادات، باب لا یسئل الخ

''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیوں سوالات کرتے

ہوں؟ حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے اللہ کی طرف سے سب کتابوں کے بعد نازل ہوئی ہے، تم اسے پڑھتے ہو، اور اس میں آمیزش بھی نہیں ہوئی، اور اللہ تعالی نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے ہاتھوں سے اللہ کی کتاب کو بدل دیا اور پھر کہنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ دنیا کی تھوڑی سی پونجی اس سے کمائیں، پس کیا جو علم تمہارے پاس آیا ہے وہ تمہیں ان سے سوال کرنے سے نہیں روکتا؟ اللہ کی قسم ہم نے کبھی ان میں سے کسی آدمی کو اس کتاب کے متعلق سوال کرتے ہوئے نہیں دیکھا جو تمہاری طرف نازل ہوئی''۔

قال عبد الله بن مسعودؓ :لا تسألوا اهل الكتاب فانهم لن يهدوكم وقد اضلوا انفسهم فتكذبوا بحق او تصدقوا بباطل. (مصنف عبد الرزاق ، قال ابن حجر و سنده حسن)

''عبداللہ بن **مسعود** رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اہل کتاب سے سوالات نہ کیا کرو کیوں کہ وہ تمہیں ہرگز سیدھی راہ نہیں دکھائیں گے جبکہ انہوں نے خود اپنے آپ کو گمراہ کر دیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم حق کو جھٹلاؤ یا باطل کی تصدیق کرو''۔

تطبیق اور روایت کا حکم

ان سب کو مختلف حالتوں پر محمول کرنے سے سب روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی، اور سب پر عمل کرنے کی صورت نکل آئے گی، اسرائیلی روایات تین طرح کی ہیں، اور ان تینوں حکم الگ الگ ہے جو درج ذیل ہے:

(۱) بعض اسرائیلی روایات قرآن وحدیث کے موافق ہوتی ہیں، ان روایتوں کے متعلق کہ جواز کی روایتوں کو اختیار کر کے اس کو بیان کرنا جائز قرار دیا جائے گا۔

(۲) کچھ اسرائلی روایتیں نہ موافق ہوتی ہیں اور نہ مخالف، ان کا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں **حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج** کے عموم میں شامل ہوکر اس کو بھی روایت کرنا جائز ہوگا، البتہ ان روایتوں کی تصدیق نہیں کریں گے اور نہ ان کی تکذیب کریں گے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے **لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوہ** کہ اہل کتاب کو نہ سچا مانو اور نہ ان کو جھوٹا قرار دو۔

(۳) اور بعض اسرائیلیات قرآن وحدیث کے خلاف ہے، ان کے متعلق منع کی روایتوں پر عمل کیا جائے گا اور ایسی روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(ملخص من "الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث)

اسناد کی جانچ میں بے جا غلو

بعض لوگ اسناد کے باب میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ حکایات اولیاء میں بھی اس طرح لازم کر دیتے ہیں جس طرح حدیث میں لازم سمجھی جاتی ہے، اگر کسی نے تاریخ کی کتاب سے کوئی عبرت کا واقعہ سنایا، یا زاہدوں کے واقعات کا تذکرہ کیا گیا تو وہ سند کا مطالبہ کرتے ہیں، اور سند مقبول نہیں ملی تو اس واقعہ کا انکار کر دیتے ہیں، بلکہ ناقل کی یا کتاب کی تنقید بھی کرتے ہیں، اسے غلو اور بے جا تشدد ہی کہا جا سکتا ہے، کیوں کہ اسناد کی اہمیت و ضرورت خاص طور پر وہاں ہے جہاں کوئی امر شرعی بیان کیا جا رہا ہو، خطیب بغدادیؒ تحریر

فرماتے ہیں:

و هـذا التـاكيـد و اللزوم فى طلب الاسناد انما يتعلق بالامور التى يتعلق بالشرع اصالة او تبعا.

"یعنی طلب اسناد میں یہ تاکید ان ہی امور میں ہے جن کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ شرع سے ہے"۔

اگر بیان کی جانے والی بات کا تعلق شریعت سے نہیں ہے تو اس کے بیان کرنے میں سند لازم نہیں ہے، اگر ان واقعات کی معتبر سند مل جائے تو بہت اچھا، بصورت دیگر ان واقعات کے ذریعہ عبرت حاصل کرنے اور قلوب کو اعمال صالحہ پر آمادہ کرنے سے تو کوئی چیز مانع نہیں ہے، خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

واما اخبـار الـصـالحين و حكايات الزهاد و المتعبدين و مواعظ البـلـغـاء و حـكـم الادبـاء فـالاسانيد زينة لها و ليست شرطا فى تأديتها۔ (نوادر الحديث ٤١)

"اور رہے صالحین کے واقعات اور زاہدین و عابدین کی حکایتیں اور بلغاء اور ادباء کی حکمت و نصیحت کی باتیں تو ان میں اسناد زینت ہے، ان کے بیان کرنے میں اسناد ضروری نہیں ہے"۔

سعید بن یعقوبؒ کہتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ ابن مبارکؒ سے سوال کیا کہ ہم کتابوں میں نصیحت کی باتیں پاتے ہیں تو کیا ہم ان کو دیکھ سکتے ہیں؟ تو ابن مبارکؒ نے جواب میں فرمایا:

لا بأس وان وجدت على الحائط موعظة فانظر فيها تتعظ۔

(نوادر الحديث ٤١)

''کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اگر کسی دیوار پر بھی تمہیں کوئی نصیحت کی بات مل جائے تو اسے بھی دیکھو تمہیں اس میں سے بھی نصیحت ملے گی''۔

پس اولیاء کے واقعات اور مواعظ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، بڑے بڑے محدثین اور علمائے محققین نے بھی اولیاء اللہ کے واقعات اور ان کے ارشادات سے استفادہ کیا ہے، علم حدیث میں امت کا اعتماد حاصل کرنے والے محدثین نے بھی اس باب میں کمزوری کو برداشت کرلیا ہے، سند کی تفتیش میں پڑ کر ان واقعات سے فائدہ نہ اٹھانا محرومی کی بات ہے، اور اس کو بنیاد بنا کر کسی کتاب پر تنقید کرنا تو بالکل ناروا ہے۔

ایک مرتبہ فضائل اعمال کی تعلیم میں ایک قصہ پڑھا گیا، وہ حدیث نہیں تھی، اور نہ کوئی حلال یا حرام کا تذکرہ تھا، بلکہ عبرت کا ایک تازیانہ تھا، تعلیم کے بعد ایک شخص نے حوالہ پوچھا، حاشیہ میں دیکھ کر حوالہ بتا دیا گیا، سائل نے پھر کہا کہ اس قصہ کو نقل کرنے والا کون ہے؟ میں نے کہا کہ اصل کتاب میں راوی کا ذکر مل جائے گا، انہوں نے اور کچھ سوالات کئے جن کا مقصد روایت کا درجہ معلوم کرنا تھا، عاجز نے اخیر میں کہہ دیا کہ یہ تاریخی روایت ہے حدیث نہیں ہے، اس میں حدیث کی طرح سند اور رواۃ کی تفتیش لغو ہے۔

یہ تو ایک واقعہ ہے اور فی الحقیقت بہت سے ذہنوں کی ترجمانی ہے، لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ نصیحت حاصل کرنے اور عبرت پکڑنے کے موقع پر ایسے لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں، اور تاریخی روایتوں کی چھان پھٹک میں الجھ کر بڑے عبرتناک واقعات سے بھی وہ اثر نہیں

لیتے، اورا پنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

بعض تاریخی روایات بھی واجب التحقیق ہے

البتہ ان روایات میں کسی تاریخی شخصیت کے متعلق کوئی عیب بیان کیا گیا ہو یا کوئی الزام لگایا گیا ہو تو ان روایات کو بھی حدیث کے اصولوں پر جانچا جائے گا، اس کے لئے کمزور روایت نہیں چلے گی، مودودی صاحب نے ''خلافت وملوکیت'' میں جو گل کھلائے ہیں کہ بعض صحابہ کو مجرم قرار دینے کی کوشش کی ہے، اس کی بنیاد تاریخی روایات ہیں جو ہرگز اس لائق نہیں کہ صحابہ تو درکنار ایک عامی آدمی کو بھی ان کی بنیاد پر کسی طرح کا ملزم قرار دیا جاسکے، حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برا کاتہم نے ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق'' میں اس کی تلبیس کا پول کھولا ہے، اولاً خلافت وملوکیت پڑھنی ہی نہیں چاہیئے، اور اگر کسی نے پڑھ لی ہے تو پھر حضرت مفتی صاحب کی کتاب بھی پڑھ لے، تاکہ مودودی کے قلم کی فریب کاریاں سامنے آجائیں، اور قاری پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ مودودی نے تحقیق کے نام پر کس قدر جھوٹ سے سہارا لیا ہے۔

حصۂ دوم

الموضوعات المروجة

اس کوضرور پڑھیے! ورنہ غلط فہمی کا امکان ہے

☆ حدیث کوموضوع کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی نہیں، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب کردی ہے۔

☆ کسی حدیث کو ''بے اصل'' (یعنی اس کی کوئی اصل نہیں ہے) اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ اس حدیث کی کوئی سند نہ ہو، یا سند تو ہو لیکن راوی کے کذاب ہونے کی وجہ سے کالعدم ہو۔ (مقدمة المصنوع ۱۷-۲۱)

مذکورہ بالا دونوں طرح کی روایتوں کو بیان کرنا، ان پر عمل کرنا اور ان کو حدیث سمجھنا گناہ ہے۔

☆ اس کتاب میں ''بہت زیادہ کمزور'' روایتیں بھی کہیں کہیں ملیں گی، ان روایات کو داخل کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ موضوع کے برابر ہیں، کیوں کہ موضوع اور ضعیف میں فرق ہے جیسا کہ پہلے حصے میں وضاحت کردی گئی ہے، یہاں ان کو ذکر کرکے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ روایت لائق عمل نہیں ہے، علماء نے وضاحت کی ہے کہ ضعف شدید کی حامل روایتیں فضائل اعمال میں بھی نا قابل قبول ہیں، مختلف فیہ روایتیں ذکر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان کا ضعف شدید واضح ہو جائے۔

☆ بہت ہی کم روایتیں ایسی بھی ہیں جو ضعیف ہیں، کسی مناسبت سے ان کو بیان کیا گیا ہے، ان کو روایت کرنے اور ان پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اکابر نے موضوعات پر جو کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی ضعیف احادیث ضمناً کسی مقصد سے بیان کر دینے کی مثالیں ملتی ہیں۔

☆ صحابی کے فرمان کو ''حدیث موقوف'' اور تابعی کے قول کو ''حدیث مقطوع'' کہا جاتا ہے، لیکن اگر ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کردی جائے تو ان کو اس حیثیت سے موضوع کہا جاتا ہے کہ ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط اور جھوٹ ہے، اس کی تفصیل پہلے حصے میں آگئی ہے۔

☆ کسی حدیث کو موضوع کہنا ماہرین علم حدیث کا کام ہے، اس کتاب میں جن مروجہ احادیث کو موضوع یا بے اصل کہا گیا ہے ان محدثین کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے، اس لئے فیصلۂ وضع کو نقل کرنے کے بعد منقول عنہ کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا ہے، موضوع ہونے کا سبب حوالوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

☆ اس کتاب میں احادیث کو موضوع کہنے میں بڑے احتیاط سے کام لیا گیا ہے، چنانچہ کسی ایک کتاب کو دیکھنے پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ ایک ایک حدیث کے لئے بقدر وسعت کئی کئی کتابوں کی ورق گردانی کی گئی ہے، کتنی حدیثیں ایسی ہیں جن کو اس کتاب میں اس لئے نہیں لیا گیا کہ اس کے موضوع ہونے میں کسی ایک عالم کو اختلاف تھا، چاہے وہ عالم یا محدِّث متساہل ہی کیوں نہ ہو، اور جہاں ایسی مختلف فیہ احادیث داخل کی گئی ہیں وہاں اختلاف ذکر کردیا گیا ہے، اور ان کے بیان کرنے کا مقصد پہلے بیان کردیا گیا ہے، اور اس بات کی مکمل کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غیر موضوع کو موضوعات کی فہرست میں نہ لکھ دیا جائے اگرچہ کوئی موضوع روایت اس احتیاط کی وجہ سے شامل کرنے سے رہ جائے، تاکہ ہر کوئی بغیر تردد کے ان موضوعات سے بچنے اور بچانے کی کوشش کرے۔

☆ کبھی کوئی لمبی حدیث موضوع ہوتی ہے، لیکن اس کا کوئی جزء کسی معتبر حدیث

سے ثابت ہوتا ہے، ایسے موقع پر ثابت شدہ جزء (اگر معلوم ہوسکا) کی نشاندہی کردی گئی ہے، یا کسی موضوع حدیث کے قریب المعنی کوئی معتبر روایت صحیح سند سے ثابت ہوتی ہے وہاں اس صحیح روایت کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے۔

☆ عاجز نے مکمل احتیاط سے کام لیا ہے لیکن کوئی انسان غلطی سے محفوظ رہنے کا دعوی نہیں کرسکتا ہے، اس لئے احتیاط کے باوجود عاجز سے بھی غلطی ممکن ہے، اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ غلطی معلوم ہونے پر عاجز کو ضرور مطلع فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً۔

صفات وافعال الٰہی

☆**اذا اراد اللہ ان ینزل الی السماء الدنیا نزل عن عرشہ بذاتہ.**

ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آنا چاہتے ہیں تو عرش سے اتر کر بذات خود آتے ہیں۔

تحقیق : ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔(الاسرار ۱۱۲)

پہلے آسمان پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بندوں سے قریب ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ تھے، پھر وہاں سے پہلے آسمان پر آئے۔

فائدہ: بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے سے اس کا ظاہری مطلب مراد لیتے ہیں، عاجز ایک مدت تک یہی سمجھتا رہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں، اور جس طرح ہوا انسان کو محیط ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی ذات سے بندوں کو محیط ہیں نعوذ باللہ، اور جس طرح انسان کی حرکت سے ہوا متحرک ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی بھی یہی شان ہوگی نعوذ باللہ، لیکن جب حقیقت کا علم ہوا تب اپنی پرانی غلطی کا احساس ہوا، درحقیقت حاضر وناظر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں، ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں، یعنی اپنے علم وقدرت سے تمام مخلوقات کو محیط ہیں، یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے پاس موجود ہیں، عقائد کی کتابوں میں یہ وضاحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان ومکان سے منزہ ہے۔

عاجز عرض کرتا ہے کہ چھوٹے بچوں سے سوالات کرنے کا انداز ایسا رکھا جائے کہ جس سے حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو، مثلا کیا اللہ تعالی تمہارے پاس ہے؟ کیا اللہ تعالی تمہارے گھر میں ہے؟ اس کے بجائے یہ کہا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالی ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ کیا اللہ تعالی رات کے اندھرے میں، گھر کے کونے میں، لحاف کے اندر ہمیں دیکھتے ہیں؟ کیا اللہ تعالی کو ہمارا کھانا پینا، سونا اٹھنا، دیکھنا سننا اور غور وفکر کرنا معلوم ہے؟ وغیرہ، اس سے ان شاء اللہ حاضر و ناظر کی صحیح تصویر ذہن میں جمے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی اللہ تعالی کو حاضر و ناضر اس عقیدے سے کہتا ہے کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ حاضر ہے تو یہ موجب کفر ہے۔(فتاوی یوسفیہ ۱/۱۷۴)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے: **فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر** اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالی سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔(فتاوی یوسفیہ بحوالہ ہندیہ ۲/۲۵۹)

☆**قیل لرسول الله ﷺ یا رسول الله این الله، فی الارض او فی السماء ؟ قال فی عباده المؤمنین.**

ترجمہ : آپ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! اللہ کہاں ہے، زمین میں یا آسمان میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے مومن بندوں میں۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المغنی ۷۱۲)

چند احادیث قدسیہ

☆**کنتُ کنزاً مخفیاً لا اعرف فاحببتُ ان اعرف فخلقت الخلق.**

ترجمہ : میں چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو پس میں نے کائنات کو پیدا کیا۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المقاصد ۳۲۷//الاسرار ۲۶۹//التذکرۃ ۱۱// کشف الخفاء ص ۱۵۵)

☆**مَا وسعَنِی ارضی ولا سمائِیُ ولکِنُ وسعنی قلبُ عبدِیُ المؤمنِ.**

ترجمہ: میری گنجائش نہ میری زمین میں ہوسکی نہ میرے آسمان میں ہوسکی، لیکن میں میرے مؤمن بندے کے دل میں سمایا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(الاسرار ۳۰۱ // المقاصد ۳۷۳)

☆**انا عند المنکسرة قلوبهم من اجلی.**

ترجمہ : میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے رہتے ہیں۔

تحقیق: اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار ۱۳۷// المقاصد ۹۶ // کشف الخفاء ۲۳٤/۱)

☆ان اللہ تعالی اوحی الی داوٗد یا داود ! انک ترید وارید وانما یکون ما ارید فان سلمت لما ارید کفیتک ما ترید وان لم تسلم ما ارید اتعبتک فیما ترید ثم لا یکون الا ما ارید .

ترجمہ : اللہ تعالی نے حضرت داودؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے داود ایک تیری خواہش ہے اور ایک میری چاہت ہے، اور ہوگا وہی جو میری چاہت ہے، پس اگر تو میری چاہت کے سامنے سرِتسلیم خم کرے گا تو میں تری خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہوجاؤں گا، اور اگر میری چاہت کے سامنے نہیں جھکا تو تجھے تیری خواہشات کے پیچھے تھکاؤں گا پھر ہوگا تو وہی جو میرا ارادہ ہوگا۔

تحقیق : احیاء العلوم میں اس کو بیان کیا ہے، اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ثابت نہیں ہے، (یہ اسرائیلی روایت معلوم ہوتی ہے، بعض حضرات اس کو رسول اللہ کی طرف منسوب کرکے بیان کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہے)

☆اذا اردتُ ان اخربَ الدنیا بدأتُ ببیتی فخربته ثمَّ اخرب الدنیا.

ترجمہ : جب میں دنیا کو تباہ کرنے کا ارادہ کروں گا تو ابتدا میرے گھر سے کروں گا چنانچہ اس کو تباہ کرکے دنیا کو ویران کروں گا۔

تحقیق : اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار ۱۱۲ // کشف الخفاء ۱/ ۷//۳، التذکرة للفتنی ص۷۵)

انبیاء کے متعلق

☆ان ابراھیمؑ قال لملک الموت اذ جاء ہ لقبض روحه: ھل رأیت خلیلا یمیت خلیله؟ فاوحی الله تعالی الیه : ھل رأیت محبا یکره لقاء حبیبه ؟ قال یا ملک الموت الآن فاقبض.

ترجمہ : جب ابراہیمؑ کے پاس ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئے تو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست کو موت دے، اس وقت اللہ نے ان پر وحی فرمائی کہ کیا آپ نے کسی محبّ کو دیکھا ہے جو اپنے محبوب کی ملاقات کو ناپسند کرے، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے ملک الموت اب میری روح قبض کر لیجئے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المغنی ۱۱۴۶//تذکرة الموضوعات ۲۱۳)

☆قیل للنبی ﷺ ان عیسیٰؑ یقال انه مشی علی الماء فقال ﷺ لو ازداد یقینا لمشی علی الھواء

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ عیسیٰؑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پانی پر چلے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کا یقین اور زیادہ قوی ہوتا تو ہوا پر چلتے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المغنی ۱۰۲۲)

☆ان الله تعالی اوحی الی عبده داودؑ احبنی و احب من

یحبنی و حببنی الی خلقی فقال یا رب کیف احببک الی خلقک ؟ اذکرنی بالحسن الجمیل و اذکر آلائی و احسانی و ذکرھم ذلک فانھم لایعرفون منی الا الجمیل .

ترجمہ : اللہ تعالی نے اپنے بندے داوٗدؑ پر وحی فرمائی کہ تم مجھ سے محبت کرو، اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کرو، اور میری مخلوق میں میری محبت پیدا کرو، داوٗدؑ نے عرض کیا کہ یا میرے رب میں کیسے تیری محبت تیری مخلوق میں اتاروں، (وحی آئی کہ) میرا اچھائی سے تذکرہ کیا کرو، اور میری نعمتیں اور میرا احسان ان کے سامنے بیان کرو، اور انہیں یہ ساری چیزیں یاد دلاؤ، حتی کہ وہ میری خوبیوں سے واقف ہو جائے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ہوسکتا ہے اسرائیلیات میں سے ہو۔

(المغنی۱۰۴۹)

حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر جانا

☆**ان ادریس علیہ السلام کان صدیقا لملک الموت الخ**

ترجمہ: حضرت ادریس علیہ السلام ملک الموت کے دوست تھے انہوں نے ملک الموت سے جنت اور جہنم دکھانے کی درخواست کی، ملک الموت ان کو لے کر آسمان پر گئے اور انہیں جہنم دکھائی، حضرت ادریس علیہ السلام جہنم دیکھ کر گھبرا گئے، قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاتے ملک الموت نے ان کی طرف متوجہ ہوکر کہا، کیا دیکھ چکے؟ حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا جی ہاں دیکھ لیا، آج کے جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا، پھر ان کو لیکر گئے اور جنت دکھائی،

حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے، کچھ وقت کے بعد ملک الموت نے کہا کہ چلئے، آپ نے جنت بھی دیکھ لی، حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں جنت میں داخل ہونے کے بعد نہیں نکلوں گا، ملک الموت سے کہا گیا کہ کیا آپ نے ان کو جنت میں داخل نہیں کیا تھا؟ اب انہیں وہی رہنے دو کیوں کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی نکالا نہیں جاتا۔

تحقیق : یہ روایت نا قابل اعتماد ہے، اس میں ایک راوی ابراہیم بن عبداللہ بن خالد المصیصی کے متعلق علماء نے جرح کی ہے، علامہ ذہبیؒ نے اس کو کذاب کہا ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ اس کی روایتیں موضوع ہیں۔ (تنزيه الشريعة ۲۲/۱ // السلسلة ۳۳۹)

ابن حجرؒ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں

وكون ادريس رفع و هو حی لم يثبت من طريق مرفوعة قوية۔

(فتح الباری، باب ذکر ادريس ؑ)

''حضرت ادریس ؑ کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کسی قوی مرفوع سند سے ثابت نہیں ہے''۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریس ؑ جب آسمان پر گئے تو چوتھے آسمان پر ان کو ملک الموت ملے، ملک الموت نے انہیں دیکھ کر تعجب سے کہا کہ مجھے یہ حکم ملا تھا کہ حضرت ادریس ؑ کا کی روح چوتھے آسمان پر قبض کروں لیکن میں پریشان تھا کہ ادریس ؑ زمین پر ہیں اور آسمان پر ان کی روح کیسے قبض کروں، لیکن یہ تو خود ہی وقت پر حاضر ہو گئے، پھر ملک الموت نے وہی پر ان کی روح قبض کر لی۔

اس روایت کے بارے میں ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے، اور اللہ ہی جانتا ہے کہ صحیح ہے یا نہیں۔(فتح الباری ، باب ذکر ادریس)

فائدہ: مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

بعض روایات میں جوان (ادریسؑ) کا آسمان پر اٹھانا منقول ہے ان کے متعلق ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے هذا من اخبار كعب الاحبار الاسرائيليات و فى بعضه نكارة یہ کعب احبار کی اسرائیلی روایات میں سے ہے، ان میں سے بعض میں نکارت اور اجنبیت ہے، اور قرآن کریم کے الفاظ بہرحال اس معاملہ میں صریح نہیں کہ یہاں رفعت درجہ مراد ہے یا زندہ آسمان میں اٹھایا جانا مراد ہے، اس لئے ان کا رفع الی السماء قطعی نہیں، اور تفسیر قرآن اس پر موقوف نہیں۔ (معارف القرآن ۶/۴۲)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر

اسرائیلی روایات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض کے متعلق مبالغہ آمیز روایتیں درج ہیں اور ان میں ایسے امراض کا انتساب کیا گیا ہے جو باعث نفرت سمجھے جاتے ہیں، اور جن کی وجہ سے ایسے مریض انسان سے بچنا ضروری سمجھا جاتا ہے، مثلاً جذام یا پھوڑے پھنسیوں کا اس حد تک پہنچ جانا کہ بدن گل سڑ جائے اور بدبو سے نفرت پیدا ہونے لگے، ان روایات کو نقل کرنے کے بعد بعض مفسرین نے یہ اشکال پیدا کیا کہ نبی کو ایسا مرض لاحق نہیں ہوتا جو انسانوں کی نگاہوں میں باعث نفرت ہو، اور اس کی وجہ سے وہ مریض سے دور بھاگتے ہوں اس لئے کہ یہ نبوت کے مقصد تبلیغ وارشاد کے منافی ہے اور رشد و ہدایت کے لئے

رکاوٹ کا باعث ہے، پھر اس کے دو جواب دیئے، ایک یہ کہ شاید یہ مرض حضرت ایوب علیہ السلام کو نبوت سے پہلے لاحق ہوا ہو اور مصیبت و آزمائش پر صبر و شکر کے بعد جب ان کو شفا عطا ہوئی تب منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا ہو، اور دوسرا جواب یہ کہ اسرائیلی روایات غیر مستند اور مبالغہ آمیز ہیں اور قرآن عزیز اور احادیث رسول میں اس کے متعلق کوئی تفصیل موجود نہیں ہے، لہذا نہ اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے جواب کی ضرورت باقی رہتی ہے محققین کی رائے یہی ہے اور یہی صحیح اور درست ہے، اور جب کہ قرآن عزیز نے مرض کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی اور تمام ذخیرۂ حدیث اس کے ذکر سے خالی ہے تو اسرائیلی روایات پر بحث قائم کرنا فضول اور لغو ہے۔ (قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ۲/۵۶۱)

مذکورہ اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) قرآن و حدیث میں بیماری کا کوئی ذکر نہیں ہے (۲) اسرائیلی روایتوں میں جو تفصیل مذکور ہے وہ مبالغہ آمیز ہے، اور منصب نبوت کے خلاف ہے جس پر کسی حال میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اس امت میں آنے کے لئے انبیاء کی دعا

تمام انبیاء نے حضور اقدس ﷺ کا امتی ہونے کی دعا کی ہے (بعض مقررین سے یہ بھی سنا گیا کہ کسی کی دعا قبول نہیں ہوئی سوائے عیسی علیہ السلام کے، لہذا وہ قیامت کے قریب امتی بن کر تشریف لائیں گے)

تحقیق : اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملی ہے، البتہ حضرت موسی علیہ السلام کے متعلق یہ منقول ہے، عمدۃ القاری اور فیض القدیر کی ایک عبارت سے اس بات کی وضاحت

ہوتی ہے،ان دو کتابوں میں ایک سوال اٹھایا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ہی کیوں نمازوں میں کمی کی درخواست کرنے کی طرف توجہ دلائی، دوسرے انبیاء نے کچھ بھی اس کی طرف توجہ نہیں کی؟اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب موسی علیہ السلام نے اس امت کی افضلیت کو دیکھا تو دعا کی تھی **اللھم اجعلنی من امة محمد** اے اللہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا ،پس ان کا اس امت کی فکر کرنا ایسا ہے جیسا کہ قوم کا ہی ایک آدمی اپنی قوم کی فکر کرے (گویا اس دعا سے موسیٰؑ کا ایک خاص تعلق اس امت سے معلوم ہوتا ہے،اسی تعلق کی بنا پر اس امت کی فکر فرمائی)اس جواب کا منشا یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس امت کے ساتھ خصوصی نسبت حاصل ہے اوراس خصوصی نسبت کی دلیل یہ دعا ہے اس دعا کو خصوصیت کے لئے دلیل بنانا اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ یہ دعا دوسرے انبیاء سے مروی نہیں ہے۔ (عمدة القاری (کتاب الصلاة ،باب کیف فرضت الصلوات فی الاسراء)/ فیض القدیر، رقم الحدیث ٥٨٤٥)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

☆**کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین.**

ترجمہ : میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

☆**کنت نبیا و لا آدم و لا ماء و لا طین.**

ترجمہ : میں اس وقت نبی تھا جبکہ نہ آدم علیہ السلام تھے اور نہ پانی اور مٹی۔

تحقیق : ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار ٢٦٨// المقاصد ٣٢٧ //کشف الخفاء ص ١٥٥)

فائدہ : البتہ ترمذی کی ایک روایت ہے **متی کنت نبیا ؟ قال و آدم بین الروح والجسد** ، ترجمہ: حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کب سے نبی بنائے گئے تھے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اس وقت نبی بنایا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے۔

☆**مضٰی عهد النوم یا خدیجةُ .**

ترجمہ : اے خدیجہ! اب آرام کے دن چلے گئے۔

تحقیق : مذکورہ روایت ایک صاحب سے ایک تقریر میں بیان کرتے ہوئے سنی تھی، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(تخریج الاحادیث اوآثار کتاب" فی ظلال القرآن" (سورة المزمل))

☆**کانَ النَّبیُّ ﷺ اذا قام یُصلِّی ظَنَّ الظانُّ انه جسدٌ لاروحَ له.**

ترجمہ : جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دیکھنے والا یہ گمان کرتا کہ یہ بے جان جسم ہے۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(تنزیه الشریعة ٢/٧٩ // الفوائد المجموعة ص٤٨ // التذکرة ٣٨)

☆**فی لیلة من اللیا لی سقطت من ید عائشةؓ ابریتها ففقدت فالتمستها ولم تجد فضحک النبی ﷺ فخرجت لمعة**

اسنانه فاضاء ت الحجرة و رأت عائشة رض بذلك الضوء الابرة.

ترجمہ : کسی رات حضرت عائشہؓ کے ہاتھ سے سوئی گر گئی اور گم ہوگئی، اس کو تلاش کیا لیکن نہ ملی، پھر حضور اقدس ﷺ ہنسے، آپ کے ہنسنے پر دندان مبارک سے ایسی چمک نکلی جس سے پورے کمرے میں اجالا پھیل گیا، اور حضرت عائشہؓ نے اس روشنی میں سوئی کو دیکھ لیا۔

تحقیق: یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ (الآثار المرفوعة ۱۰۳)

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں، خوشبو، عورتیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (یہاں تک تو ٹھیک ہے)

کچھ روایتوں میں اس کے بعد خلفاء کی اپنی اپنی پسند کا بیان ہے، ہر ایک نے باری باری اپنی تین محبوب چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، پھر اس کے بعد جبریل علیہ السلام، اور سب کے اخیر میں اللہ تعالی نے اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بارے میں حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

ولا يصح من ذلك شيئ بل تكاد لا توجد بسند صحيح و لا حسن و لا ضعيف۔ (اللآلي المنثوره ۳۷۴)

''مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز بھی صحیح طور پر ثابت نہیں ہے، بلکہ صحیح، حسن اور ضعیف کسی بھی سند سے اس کا ملنا مشکل ہے''۔

☆**المعرفة رأس مالی والعقل اصل دینی والحب اساسی والشوق مرکبی وذکر الله انیسی والثقة کنزی والحزن رفیقی والعلم سلاحی والصبر ردائی والرضا غنیمتی والعجز فخری والزهد حرفتی والیقین قوتی والصدق شفیعی والطاعة حَسَبِیُ والجهاد خلقی وقرة عینی فی الصلوة.**

ترجمہ : معرفت میری اصل پونجی ہے،اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے،اور محبت میرا سرمایہ ہے،اور شوق میری سواری ہے،اور اللہ کا ذکر میرے لئے انسیت کا سامان ہے، اور اعتماد میرا خزانہ ہے،اور غم میرا ساتھی ہے،اور علم میرا ہتھیار ہے،اور صبر میری چادر ہے ، اور رضا میری غنیمت ہے ، اور عاجزی میرا فخر ہے ، اور زہد میرا پیشہ ہے ،اور یقین میری خوراک ہے،اور سچائی میرا شفیع ہے،اور طاعت میرے لئے خاندانی شرافت کے برابر ہے ،اور جہاد میری عادت ہے،اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے، قاضی عیاض نے شفا میں بغیر سند کے اس کو ذکر کیا ہے،علامہ سیوطیؒ نے وسعت نظر اور تساہل کے باوجود اس کو موضوع کہا ہے، علامہ شوکانی ؒ نے لکھا ہے کہ وضع کے آثار اس میں نمایاں ہیں،اور علامہ طرابلسیؒ نے بھی بعض محدثین کے حوالے سے اس کو موضوع کہا ہے۔(المغنی ۱۱۶۳// مناهل الصفا ۸۵ // الفوائد المجموعة ۴۱۳ // اللؤلؤ المرصوع ۱۷۰// التذکرة ۸۶)

☆**انا خاتم النبیین لا نبیَّ بعدی الا ان یشاء الله.**

ترجمہ : میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

تحقیق: **الا ان یشاء اللہ** (مگر یہ کہ اللہ چاہے) کی زیادتی موضوع ہے، کسی جھوٹے نبی نے اضافہ کیا ہے۔ (اللآلی المصنوعة ١/٢٦٤// تنزيه الشريعة ١/ ٣٢١)

☆**لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملکٌ مقربٌ ولا نبیٌّ مرسلٌ.**

ترجمہ : میرا اللہ تعالی کے ساتھ ایک وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور کسی بھیجے گئے نبی کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

تحقیق : علماء نے لکھا ہے یہ حدیث نہیں ہے۔

(الاسرار ٢٩١//المقاصد ٣٥٦// كشف الخفاء ٢/٢٠٢)

☆**الفقر فخری وبه افتخر.**

ترجمہ : فقر میرا فخر ہے، اور اسی پر میں فخر کرتا ہوں۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(المقاصد ٣٠٠// الاسرار ٢٥٤//التذكرة ١٧٨)

☆**اوتیت(علمت) علم الاولین و الاخرین .**

ترجمہ : مجھے اگلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا۔

تحقیق : حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ اب تک ایسی کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری۔ (اللآلی المنثوره ٣٣٦)

☆اول ما خلق الله نوری.

تحقیق : یہ حدیث قطعاً باطل ہے۔(علمی خطبات ۱/۹۰)

☆اذا سئلتم الله فاسئلوه بجاهی ، فان جاهی عند الله عظیم.

ترجمہ : جب تم اللہ سے کوئی دعا مانگو تو میرے مرتبے کے وسیلے سے دعا مانگو، اس لئے کہ میرا رتبہ اللہ کے یہاں بڑا ہے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(مجموع فتاوی ابن باز ۲۶/۲۲۲)

☆جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو ابر کا ایک ٹکڑا آیا اور آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گیا، اور ایک منادی نے آواز دی کہ محمد کو ملکوں ملکوں پھراؤ، اور سمندروں کی تہوں میں لے جاؤ، ان کو آدم علیہ السلام کا خلق، شیث علیہ السلام کی معرفت، نوح علیہ السلام کی شجاعت، ابراہیم علیہ السلام کی دوستی، اسماعیل علیہ السلام کی زبان، اسحاق علیہ السلام کی رضا، صالح علیہ السلام کی فصاحت، لوط علیہ السلام کی حکمت، موسی علیہ السلام کی سختی، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کی طاعت، یوشع علیہ السلام کا جہاد، داؤد علیہ السلام کی آواز، دانیال علیہ السلام کی محبت، الیاس علیہ السلام کا وقار، یحیی علیہ السلام کی پاک دامنی، اور عیسی علیہ السلام کا زہد عطا کرو، اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں ان کو غوطہ دو۔

یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو بیان میں سنا گیا ہے، اس حدیث کے متعلق حافظ قسطلانیؒ نے تصریح کردی ہے کہ اس میں سخت نکارت ہے۔(سیرۃ النبی ۳/۴۰۷)

☆حضرت عبد اللہ سے شادی نہ ہونے کے غم میں دوسو عورتوں نے جان دے

دی۔(سیرۃ النبی ﷺ ۳/۴۰۱)

☆جب آپ ﷺ کی ولادت کا وقت آیا تو سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا، دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ وہ فرزند نرینہ جنیں۔

سیرۃ النبی ﷺ (۳/۴۰۳) میں لکھا ہے کہ یہ تمام بے سند اور موضوع ہے۔

☆فرشتے آپ کا گہوارا ہلاتے تھے۔

کسی قدیم ماخذ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔(سیرۃ النبی ﷺ ۳/۴۰۸)

اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو عالم نہ ہوتا

☆لولاک لما خلقت الافلاک.

ترجمہ : اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔

(التذکرۃ ٨٦// الاسرار ٢٨٨// الفوائد المجموعة ٤١١)

☆لولاک ما خلقت الدنیا

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔

(اللآلی المصنوعة ٢٨٢/١// تنزیه الشریعة ٣٢٥/١)

☆**لولامحمدٌ ما خلقت آدم و لولا محمدٌ ما خلقتُ الجنةَ و لا النارَ .**

ترجمہ : اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، اس کے بارے میں حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں اظنہ موضوعا (میرے گمان میں یہ حدیث موضوع ہے) اور ابن حجرؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے۔

☆**لولا محمد لما خلقتک.**

ترجمہ : اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ (آدم) کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تعلیقات میں اس کو موضوع کہا ہے، اور میزان میں لکھا کہ یہ خبر باطل ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے ان سے موافقت کی ہے، ابن قیم جوزیؒ نے ابن تیمیہؒ سے اس کا موضوع ہونا نقل کیا ہے، اور خود ان سے اتفاق کیا ہے۔

تحقیق : یہ آخری تین روایتیں حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب دامت برکاتہم کی کتاب سے نقل کی گئی ہیں، ان روایتوں کے ذکر کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ یہ روایت محدثانہ حیثیت سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، مگر ملا علی قاریؒ کے سامنے چونکہ ان روایات کی اسانید نہیں ہیں اس لئے انہوں نے حسن ظن

کرتے ہوئے حدیث مشہور کی صحت کا دعویٰ کر دیا، اور جن حضرات نے بھی صحت کا دعویٰ کیا ہے ان کو بھی یہی صورت پیش آئی ہے، یا پھر ملا علی قاریؒ پر اعتماد کیا ہے۔

(اللآلی المنثورہ ٤٥٨)

فائدہ: مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ "وجود عالم سرور دو عالم کے صدقے میں ہے" یہ بات ثابت نہیں ہے، کسی آیت یا حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے، اور جتنی بھی روایتیں ہیں ان میں سے ایک بھی لائق اعتماد نہیں ہے۔

ابن نجیمؒ البحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں:

لو لا نبینا لم یخلق آدم ن و ھو خطأ۔ (فتاوی یوسفیہ بحوالہ البحر الرائق ۱۲۱/۵)

"-اگر ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے - یہ کہنا غلطی ہے"۔

علامہ شامیؒ منحة الخالق میں فرماتے ہیں:

و فی جواھر الفتاوی ھل یجوز ان یقال لو لا نبینا محمد ﷺ لما خلق اللہ تعالی آدم قال ھذا شیئ یذکرہ الوعاظ علی رؤوس المنابر یریدون بہ تعظیم محمد ﷺ و الاولی ان یحترزوا عن امثال ھذا فان النبی ﷺ و ان کان عظیم المنزلة و المرتبة عند اللہ تعالی کان لکل نبی من الانبیاءؑ منزلة و مرتبة و خاصیتہ لیست لغیرہ فیکون کل نبی اصلا بنفسہ۔ (فتاوی یوسفیہ بحوالہ منحة الخالق ١٣١/٥)

"جواہر الفتاوی میں لکھا ہے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ "اگر ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو

آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے''؟ انہوں لکھا ہے کہ اس قسم کی باتیں واعظین برسر منبر کہا کرتے ہیں، ان مقصد رسول اللہ ﷺ کی برتری دکھانا ہوتا ہے، لیکن ایسی باتوں سے احتراز اولی ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بڑے درجے اور مرتبے کے حامل ہیں تو دوسرے انبیاء کا بھی اللہ تعالی کے یہاں مستقل مرتبہ اور درجہ ہے، اور یہ مرتبہ کسی غیر کے سبب سے نہیں ہے، پس ہر نبی ایک مستقل خداداد مقام رکھتے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دعا کرنا

☆لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال الله يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم اخلقه؟ قال يا رب لما خلقتنی بيدک و نفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأيت علی قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق اليک فقال الله صدقت يا آدم انه لاحب ا لخلق الی ادعنی بحقه فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک.

ترجمہ: جب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی، اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے آدم! آپ نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا، آدم علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! جب آپ نے مجھے پیدا کیا، اور مجھ میں روح

ڈالی اس وقت میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا دیکھا ، پس میں نے جان لیا کہ آپ نے اپنے محبوب ترین بندے کا نام آپ کے ساتھ ملایا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا، بلا شبہ وہ تمام مخلوقات میں مجھے زیادہ محبوب ہے،تم ان کے وسیلے سے دعا کیا کرو، (چونکہ تم نے ان کے وسیلے سے دعا کی ہے اس لئے) میں نے تمہیں معاف کر دیا،اوراگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے حافظ ذہبیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔(الیواقیت الغالیہ ۱۷۷/۱)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرنا بھی وارد ہوا ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، پھر لکھا ہے کہ جب یہ پوری روایت موضوع ہے تو پھر ”بحق محمد“ تک کا صحیح ماننا بھی بلا دلیل ہے،اور کلمات (یعنی جن کلمات سے آپ کی معافی ہوئی) کی صحیح اور معتبر تفسیر یہ ہے کہ اس سے **ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ** مراد ہے۔(امداد الاحکام ۲۹۹/۱)

ایک صحابی کا حضور ﷺ سے بدلہ لینے کے لئے کھڑا ہونا

☆**معاشر المسلمین ! من کانت له من قبلی مظلمة فلیقم فلیقتص منی قبل القصاص فی القیامة الخ.**

ترجمہ : جب **اذا جاء نصر الله و الفتح** پوری سورت نازل ہوئی تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل! آپ نے میرے موت کی خبر دے دی، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے، اور آپ کو آپ کا رب اتنا نوازے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، اذان سن کر مہاجر وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں آگئے، آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد ایسا خطبہ دیا کہ جس سے دل خوفزدہ اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں، پھر فرمایا کہ اے لوگوں میں تمہارے لئے کیسا نبی ثابت ہوا، حاضرین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) اللہ تعالی آپ کو بہترین نبی ہونے کا اچھا بدلہ مرحمت فرمائیں، آپ ہمارے پاس مہربان باپ اور خیر خواہ اور مشفق بھائی کی طرح رہے، آپ نے اللہ کے پیغامات اور اسکی وحی کو ہم تک پہچانے کا حق ادا کر دیا، اور آپ نے لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اللہ کی طرف بلایا، پس اللہ تعالی ہماری طرف سے اس سے بہتر بدلہ نصیب فرمائیں جو کسی نبی کو انکی امت کی طرف سے ملا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں! میں تمہیں اللہ کی اور جو حق میرا تم پر ہے اسکی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری طرف سے تم میں سے کسی پر بھی ظلم ہوا ہو وہ قیامت میں بدلہ لئے جانے سے پہلے آج ہی بدلہ لے لے، جب بار بار یہ جملہ ارشاد فرمایا تو ایک بڑی عمر کے صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جن کا نام عکاشہ تھا، اور مسلمانوں کے بیچ میں سے نکل کر حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اگر آپ بار بار ہمیں اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں ہرگز آپ کے سامنے یہ قدم نہ اٹھاتا، میں آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا، جب اللہ نے ہمکو فتح عطا فرمائی اور اس نے اپنے نبی ﷺ کی مدد کی اور ہم غزوہ سے

واپس ہوئے تو میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے برابر ہوگئی، تب میں نیچے اتر کر آپ سے قریب ہوا تا کہ آپ کی ران مبارک پر بوسہ دینے کا شرف حاصل کروں تو آپ نے لکڑی اٹھا کر میرے پہلو پر دے ماری، مجھے پتہ نہیں کہ آپ نے جان کر مجھے مارا تھا یا اونٹنی کو مارتے ہوئے مجھے لگ گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی پناہ کہ اللہ کا رسول جان کر کسی کو مارے، اے بلال! فاطمہؓ کے گھر جاؤ اور لکڑی لے آؤ، لکڑی لائی گئی اور عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دی گئی اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے بالترتیب اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر بدلہ لئے جانے کے لئے پیش کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے سب کو بٹھا دیا، پھر عکاشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بدلہ لے لو، عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب آپ نے مجھے مارا تھا تب میرا بدن کھلا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیٹ کھول دیا، یہ دیکھ کر مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں، جب عکاشہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پیٹ کی سفیدی (جو گویا حسن کی تصویر تھی) کو دیکھا تو بے اختیار ہو کر آپ ﷺ کے مبارک پیٹ کو بوسہ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس کی طاقت ہے جو آپ سے بدلہ لے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مارو یا پھر معاف کرو، عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالی کی طرف سے معافی کی امید پر میں آپ کو معاف کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دل چاہے کہ جنت میں میرے ساتھ رہنے والے کو دیکھے تو وہ ان بزرگ کو دیکھ لے، یہ سنتے ہی مسلمان کھڑے ہو کر عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بوسہ دینے لگے، اور کہتے جاتے تھے کہ تمہیں مبارک ہو، تمہیں مبارک ہو، تمہیں تو بلند درجات اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگئی۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(اللآلی المصنوعة ۱/۲۷۹، الآثار المرفوعة ص۹٦)

فائدہ : البتہ یہ روایت صحیح ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت سواد بن غزیہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے بطور تلطف کے تیر کا ایک ہلکا سا کوچہ دیا تھا جس پر حضرت سواد بن غزیہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میرا بدلہ دیدیجئے، آپ ﷺ نے اپنا پیراہن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو، سوادؓ نے شکم مبارک کو گلے لگا لیا اور بوسہ دیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ ! شاید یہ آخری ملاقات ہو، آپ مسرور ہوئے، اور سواد بن غزیہؓ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔
(سیرۃ مصطفیٰ ۲/۷۴)

☆جس سال ہمارے نبی ﷺ پیدا ہوئے اس سال دنیا میں کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔

تحقیق : یہ روایت چوتھی صدی کے عمرو بن قتیبہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ عمرو بن قتیبہ مطعون ہے، حافظ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے، قتیبہ سے آگے سند کا کوئی ذکر نہیں، تین، ساڑھے تین صدیوں تک اس روایت کو بیان کرنے والا کوئی نہیں ملتا، اسی وجہ سے سیرۃ النبی میں لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔
(سیرۃ النبی ۳/۷۴۵)

یعفور نامی گدھے کے متعلق

☆**لما فتح الله على نبيه خيبر اصابه من سهمه اربعة ازواج**

نعال و اربعة ازواج خفاف و عشرة اواق ذهب و فضة و حمار اسود فقال للحمار ما اسمک قال یزید بن شهاب اخرج الله من ظهر جدی ستین حمارا کلهم لم یرکبه الا نبی ولم یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیاء غیرک وقد کنت قبلک لرجل من الیهود و کنت اعثر به عمدا و کان یجیع بطنی و یضرب ظهری فقال قد سمیتک یعفور قال اتشتهی الاتان قال لا و کان یبعث به الی باب الرجل فیأتی الباب فیقرعه برأسه فاذا خرج الیه صاحب الدار اومأ الیه ان اجب رسول الله ﷺ فلما قبض النبی ﷺ جاء الی بئر کانت لابی الهیثم بن التیهان فتردی فیها جزعا.

ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خیبر کی فتح نصیب فرمائی تو حضور ﷺ کے حصے میں چپل کے چار جوڑے، موزوں کے چار جوڑے اور دس اوقیہ سونا چاندی اور ایک کالا گدھا آیا، حضور ﷺ نے گدھے سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ یزید بن شہاب، اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ گدھے پیدا کیے ان سب پر صرف انبیاء نے سواری کی ہے، اب ان کی نسل میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے، اور نہ انبیاء میں سے آپ کے سوا کوئی باقی ہے، اور میں آپ سے پہلے ایک یہودی کے پاس تھا، اور میں جان بوجھ کر اس کو گرا دیتا تھا، اور وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نام یعفور رکھا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا گدھی کی خواہش ہے؟ اس نے کہا نہیں، حضور ﷺ

اس کو کسی آدمی کے دروازے پر (بلانے کے واسطے) بھیجا کرتے وہ دروازے کے پاس آ کر سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا، جب گھر کا مالک باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلئے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا تو بیقراری میں ابوالہیثم بن التیہان کے کنویں میں گر پڑا۔

تحقیق : ابن جوزیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اور علامہ سیوطیؒ اور ابن عراقؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور حافظ ذہبیؒ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ: یہ حدیث موضوع ہے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس حدیث کے گھڑنے والے پر، اس کا مقصد اسلام میں عیب پیدا کرنے اور اس سے مذاق اڑانے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے انتھی ۔(اللآلی المصنوعة ۲۷٦/۱// تنزیه الشریعة ۳۲٦/۱// السلسلة ج ۱۱ رقم الحدیث ۵۴۰۵)

اے وائے غفلت! اتنی گری پڑی روایت کے بھی قدرداں واعظ پیدا ہوئے ہیں، واللہ میرے اور سارے جہاں کے سردار آقائے مدنی ﷺ کا ظاہری و باطنی حسن ان بیہودہ روایات سے بے نیاز ہے۔

حضور ﷺ کا سایہ

☆انّ رسول اللہ ﷺ لم یکن یری له ظلٌّ فی شمسٍ و لا قمرٍ.

رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

تحقیق : ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف ایسی روایتیں موجود ہیں جن میں حضور اقدس ﷺ کے سایۂ انور کا ذکر ہے، حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ اور حضرت انسؓ کی احادیث میں ظلِ رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ آیا ہے۔(نوادرالفقه ص ۲۵۷)

(سایہ والی احادیث کی اسناد و متون کو تفصیل سے جاننے کے لئے حضرت مولانا یونس صاحب کی کتاب ''نوادرالفقہ'' کی طرف رجوع کریں)

سیرۃ النبی ﷺ میں لکھا ہے: عوام میں مشہور ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔(سیرۃ النبی ﷺ ۴۱۹/۳)

اس سے اس بات کی وضاحت بھی ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ پڑتی تھی، اور ان لوگوں کے خیال کی تردید بھی ہوگئی جو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر بادل ہر وقت سایہ فگن رہتا تھا، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

ان الغمام کان یظل النبی ﷺ دائما ، ھذا لا یوجد فی شیئ من کتب المسلمین بل ھو کذب عندھم ۔

(الفوائد الموضوعة للکرمی ۷۱)

''بادل ہمیشہ رسول اللہ ﷺ پر سایہ فگن رہتا تھا، یہ روایت مسلمانوں کی کسی کتاب میں نہیں ہے، بلکہ یہ جھوٹ ہے علماء کے نزدیک''۔

معراج کے متعلق

☆یا رب انک اتخذت خلیلا(و اعطیتہ ملکا عظیما)

و کلمت موسی تکلیما الخ.

ترجمہ : **معراج کی رات حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب سے ہمکلامی کرتے ہوئے عرض کیا کہ:**

اے پرورگار! آپ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل بنایا، اور ان کو ملک عظیم سے نوازا، اور آپ نے موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا، اور ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا فرمایا، اور سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک دیا جو ان کے بعد کسی کو میسر نہ ہوگا (اور پہاڑ، جن وانس، شیاطین اور ہواؤں کو ان کے تابع کر دیا، اور داودؑ کو زبور عطا کی (اور ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا، اور پہاڑوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا، اور آپ نے عیسی علیہ السلام کو تورات اور انجیل کا علم عطا کیا، اور ان کو ایسا بنایا کہ ان سے اندھے اور کوڑھی کو شفا ملتی تھی، اور وہ آپ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے، اور آپ نے ان کو اور ان کی ماں کو شیاطین سے پناہ دے دی پس شیاطین کے لئے ان تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں تھی) اے پروردگار! آپ نے میرے لئے کیا انعام رکھا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا اے محمدؐ! جس طرح میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تمہیں بھی خلیل (اور حبیب) بنایا، اور جس طرف موسی علیہ السلام سے بات کی اسی طرح تم سے بھی کلام کیا، (اور آپ پر خاص انعام یہ کیا کہ) آپ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عطا کیں، یہ دونوں چیزیں میرے عرش کے خزانوں میں سے تھیں، یہ میں نے کسی اور نبی کو نہیں دیں، اور میں نے آپ کو سرخ وسفید اور جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اتنی عام رسالت کے ساتھ میں نے کسی نبی کو نہیں بھیجا، اور میں نے آپ اور آپ کی امت کے واسطے زمین کے خشک وتر کو طہارت کا ذریعہ اور جائے نماز بنا دیا، اور آپ کی امت کے لئے مال فیئ کو حلال کر

دیا، یہ پہلی امتوں کے لئے حلال نہ تھا، اور رعب کے ذریعہ آپ کی مدد کی حتی کہ آپ کا دشمن آپ سے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری پر بھی آپ سے ڈرتا ہے، اور میں نے آپ کو سب کتابوں سے افضل کتاب عطا کی، اور میں نے آپ کے ذکر کو بلند کیا یہاں تک کہ میرے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو ملا دیا، چنانچہ جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ذکر ہوگا، (اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا، اور آپ سے بوجھ ہلکا کر دیا، اور آپ ذکر بلند کر دیا، پس جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ذکر ہوگا، اور آپ کی امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے، اور اعتدال والی امت بنائی، اور آپ کی امت کا خطبہ اس وقت تک درست قرار نہیں پائے گا جب تک کہ وہ آپ کے رسالت کی گواہی نہ دے، اور سب سے پہلے نبوت سے آپ کو نوازا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا)۔ (قوسین میں مختلف روایتیں جمع کی گئی ہیں)

تحقیق : علماء نے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔

(اللآلی المصنوعه ج ۷۵/۱ // تنزیه الشریعة ۱۶۵/۱)

فائدہ : معراج میں رسول اللہ ﷺ کی اپنے رب سے ہمکلامی کے متعلق ایک لمبی حدیث ہے، اس میں سے کچھ حصہ اوپر بیان کیا گیا ہے، یہ پوری روایت موضوع ہے، البتہ مال فیئ (اور مال غنیمت) کا حلال ہونا، اور آپ کی رسالت کا عام ہونا، زمین کو جائے نماز اور پاکی کا ذریعہ بنانا اور رعب سے مدد کیا جانا معتبر روایتوں سے ثابت ہیں۔

☆قال النبی ﷺ : هممتُ ليلةَ المعراجِ انَ اخلعَ نَعليّ فسمعت النداء من قبل الله يا محمد لا تخلع نعليك تشرف

السّماء بهما الخ.

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات ارادہ کیا کہ اپنے جوتے اتاروں پس میں نے اللہ کی طرف سے آواز سنی کہ اے محمد جوتے مت اتارو آپ کے نعلین مبارک سے آسمان کو شرف حاصل ہوگا، میں نے کہا کہ اے رب آپ نے موسیٰ سے کہا تھا ﴿**اخلع نعليک انک بالواد المقدس طوی**﴾ (اے موسیٰ! اپنے جوتے اتار دو اس لئے کہ تم مقدس وادی طوی میں ہو) تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے ابوالقاسم! مجھ سے قریب ہوجاؤ، آپ میرے نزدیک موسی کے برابر نہیں، اس لئے کہ وہ میرے کلیم ہیں اور آپ میرے حبیب ہیں۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، مولانا عبدالحییؒ لکھنویؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ معراج کے متعلق بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ معراج کی رات نعلین پہنے ہوئے تھے، اور نہ عرش پر چڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

(الآثار المرفوعة ص ۹۲)

☆ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ ''سدرۃ المنتہی پر حضرت جبرئیلؑ یہ کہہ کر رک گئے کہ اگر میں اس سے ذرا بھی آگے بڑھا تو میں جل جاؤں گا'' جس کے متعلق شیخ سعدیؒ کا یہ شعر مشہور ہے:

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

پھر رسول اللہ ﷺ تنہا آگے بڑھے'' یہ بات ثابت نہیں ہے، ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں ''هـــذا

مقامی ان جاوزته احترقت'' والی روایت ثابت نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ)

بلکہ سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے، علامہ رضی الدین قزوینی فرماتے ہیں **واما الی ما وراء ها (ای سدرة المنتهی) فانما ورد ذلک فی اخبار ضعیفة و منكرة،** یعنی اور رسول اللہ ﷺ کا سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھنا یہ فقط ضعیف اور منکر روایتوں میں وارد ہوا ہے (یعنی ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچتا)۔

(حاشیہ الآثار المرفوعة ص۹۳)

☆ یہ جو منقول ہے کہ آپ ﷺ سدرۃ المنتہی سے آگے **''رفرف اخضر''** پر سوار ہوئے تھے، یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ// تنزیہ الشریعۃ، کتاب المبدأ الفصل الاول)

محمد اور احمد نام کے فضائل

☆**اذا كان يوم القيمة نادٰى مناد يا محمد! قم فادخل الجنة بغير حساب فيقوم كلّ من كان اسمه محمدٌ ويتوهم انّ النداء له فلكرامة محمّد ﷺ لا يمنعونَ.**

ترجمہ: قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور جنت میں بغیر حساب کے تشریف لے جایئے، پس ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہوگا وہ یہ گمان کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے گا کہ آواز اس کو دی گئی ہے پس حضرت محمد ﷺ کے اعزاز میں ان

لوگوں کو بھی جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔

تحقیق : اس کو محدثین نے موضوع کہا ہے۔

(اللآلی المصنوعة ۱/۱۰۵//تنزیه الشریعة ۱/۲۲۶)

☆**من ولد له مولودٌ فسمّاه محمدًا تبركًا كان هو و والده فی الجنةِ.**

ترجمہ : جس شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کا نام برکت حاصل کرنے کے لئے محمد رکھے تو وہ بچہ اور اس کا والد دونوں جنت میں جائیں گے۔

تحقیق : حافظ ذہبیؒ نے اس روایت کو موضوع کہا ہے اور ابن حجرؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، اور ابن قیم جوزیؒ نے ''المنار'' میں اس کو موضوع لکھا ہے اور ملا علی قاریؒ نے ان سے اتفاق کرتے ہوئے ''الاسرار المرفوعة'' میں اس کو نقل کیا ہے، ابن جوزیؒ نے اس کو موضوعات میں شامل کیا ہے، علامہ سیوطیؒ نے ان کی تردید کی ہے لیکن ابن عراقؒ نے ان کی تردید کا تعاقب کیا ہے۔(الاسرار ۴۱۵// السلسلة رقم الحدیث ۱۷۱// لسان المیزان ۲/۱۶۳// تنزیه الشریعة ۱/۱۹۸)

☆ **ما من مسلمٍ دنا من زوجته وهو ینوی ان حبلت منه ان یسمّیه محمدًا الا رزقه اللّٰه ولدًا ذكرًا.**

ترجمہ : کوئی مسلمان اپنی بیوی سے صحبت کے وقت یہ نیت کرے کہ اگر اس کی بیوی کو حمل رہ گیا تو اس کا نام محمد رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا دیں گے۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(الاسرار ٤١٥// اللآلی المصنوعة ١/١٠٦// تنزيه الشريعة ١/١٧٤)

☆ احمد اور محمد نامی دو شخص کے متعلق قیامت کے دن اللہ حکم فرمائیں گے کہ ان کو جنت میں بھیج دو، ان دونوں کے پوچھنے پر اللہ تعالی فرمائیں گے کہ میرے بندو! میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں احمد اور محمد نامی شخص کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے محمد! میں اس کو عذاب نہیں دوں گا جس کا نام تیرے نام جیسا ہوگا۔

تحقیق : یہ روایتیں موضوع ہیں، ابن عراقؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ محمد نام رکھنے کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اور حافظ ابوالعباس تقی الدین حرانیؒ نے لکھا ہے کہ محمد نام رکھنے کے متعلق ساری احادیث موضوع ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

(تنزيه الشريعه ١/١٧٤)

صحابہ کے متعلق

☆**بينما رسول الله ﷺ جالس وعنده ابو بكر الخ.**

ترجمہ : ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف رکھے ہوئے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں حضرت جبرئیلؑ آئے، اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ابوبکر کو اس حال میں

کیوں دیکھ رہا ہوں، کہ ایک معمولی کپڑا پہنا ہے، اور اس کو کسی چیز سے سینے پر باندھ دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال راہ خدا میں صرف کر دیا، تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ انہیں اللہ کا سلام پیش فرمائیں، اور ان سے پوچھیں کہ کیا وہ اس حال میں اللہ تعالی سے راضی ہیں یا ناراض؟ حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے، اور کہا کہ کیا میں اپنے رب سے ناراض رہوں گا، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

تحقیق : حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے، لسان میں حافظ ابن حجرؒ نے اس کو برقرار رکھا ہے، اور حافظ عراقیؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے۔(المغنی ٤٧٠ // لسان المیزان– فی ترجمة العلاء بن عمرو الکوفی– ١٨٥/٤ // کتاب تذکرة الموضوعات للمقدسی ٣٩)

☆انّ اللّٰه یَتجلّی للنّاس عامّةً و یتجلّی لابی بکر خاصّةً.

ترجمہ : اللہ تعالی لوگوں کے لئے عام طور پر اور حضرت ابوبکر کے لئے خاص طور تجلی فرمائیں گے۔

تحقیق : علماء کرام نے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔(المغنی ١١٤٩ // کشف الخفاء ٢٨٠/١ // الاسرار المرفوعة ٤٥٤ // تذکرة الموضوعات ٩٣)

☆ما فضلکم ابوبکرٍ بفضل صومٍ ولا صلوةٍ ولکن بِشیئٍ وقّر فی قلبِه .

ترجمہ : ابوبکر نے تم سے نماز اور روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں پائی بلکہ اس چیز کی

وجہ سے جوان کے دل میں جمی ہوئی ہے۔

تحقیق : یہ حدیث نہیں ہے۔ (المقاصد الحسنة ٣٦٩)

☆**قال لی جبریلؑ لیبک الاسلام علی موت عمرؓ.**

ترجمہ : جبرئیل نے مجھے بتایا کہ عمر کی موت پر اسلام روئے گا۔

تحقیق : یہ روایت **موضوع** ہے۔(المغنی ١٢٢٣//تذکرة الموضوعات ٩٤)

☆**انّ بلالا یبدّل الشینَ سیناً.**

ترجمہ : حضرت بلال رضی اللہ عنہ شین کی جگہ سین پڑھتے تھے (یعنی اذان میں **اشھد** کی جگہ **اسھد** پڑھتے تھے)

☆**سینُ بلالٍ عندَ اللّٰه شینٌ.**

ترجمہ : حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سین اللہ تعالی کے نزدیک شین ہے۔

تحقیق : ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المقاصد ٢٤٧// التذکرة ١٠١// الاسرار ٢٢٥ // کشف الخفاء ٥٣٠/١)

☆**اصحابی کالنّجوم بایّھم اقتدیتُم اھتدیتُم.**

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جنکی بھی اقتدا کروگے راہ پا جاؤ گے۔

تحقیق: حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے نوادرالحدیث میں مفصل کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اس حدیث کی کوئی سند خالی از علت نہیں ہے، ابوبکر بزار اور ابن حزم اس کے بے اصل ہونے کے قائل ہیں، ابو حیان المفسر کی بھی یہی رائے ہے، ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں اسی طرف رجحان ظاہر کیا ہے، اور بزار کا قول نقل کیا ہے، ملا معین السندیؒ نے ''الدراسات'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے السیف المسلول میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کا متن مشہور ہے، بیہقی نے مختلف سندوں سے اس کو روایت کیا ہے جن کے ملنے سے یہ حدیث درجۂ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

(حضرت شیخ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں) و عندی فی دعوی الحسن نظر (یعنی میرے نزدیک حسن کا دعوی کرنا محل نظر ہے)۔

اور بعض محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔(نوادر الحدیث ٢٦٧، ٢٧١)

تتمہ : پہلی اشاعت میں اس روایت پر علماء کی تنقید کے نتیجے میں اس کو نا قابل اعتبار سمجھ کر کتاب میں شامل کیا تھا، لیکن اب عاجز اپنے اس خیال سے رجوع کرتا ہے، اور اس کو معتبر تصور کرتا ہے۔

☆ انّ بلالا رضی اللہ عنہ رآی فی منامِه النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یقولُ لَه ما هذه الجفوةُ یا بلالُ! اما آن لکَ اَنْ تزورنی یا بلالُ! الخ

ترجمہ : حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے کہ اے بلال! یہ کیا بے رخی ہے؟ کیا اب بھی میری

زیارت نہیں کروگے اے بلال؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ خواب سے خوف وغم کی حالت میں بیدار ہوئے، اور سواری پر سوار ہوکر مدینہ کا رخ کیا، مدینہ پہنچ کر قبر اطہر کے پاس آئے، وہاں آکر گریہ وزاری کرنے لگے، اپنے چہرے کو اس چوکھٹ پر رگڑنے لگے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو چمٹا لیا اور ان کو بوسہ دینے لگے، دونوں نواسۂ رسول ﷺ نے کہا کہ اے بلال ہماری خواہش ہے کہ ہم آپ سے وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیا کرتے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے درخواست منظور کی اور مسجد کی چھت کے اوپر چڑھے، اور جہاں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کھڑے رہتے تھے اسی جگہ کھڑے ہوگئے، پس جب **اللہ اکبر اللہ اکبر** کہا تو پورا مدینہ بے قرار ہوگیا، جب **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کہا تو اور زیادہ بے قراری چھا گئی، پھر جب **اشھد ان محمدا رسول اللہ** کہا تو عورتیں گھروں سے نکل پڑیں، لوگ کہنے لگے کیا رسول اللہ ﷺ آگئے، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس دن سے زیادہ رونے والا نہ کوئی مرد دیکھنے میں آیا نہ کوئی عورت۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، ابن حجرؒ نے لکھا ہے "هذه قصة بينة الوضع" (اس قصہ کا موضوع ہونا بالکل واضح ہے)۔(لسان الميزان–حرف الالف ، فی ترجمة ابراهيم بن محمد بن سليمان– // تنزيه الشريعة ۲/۱۱۸)

☆**هبط علی جبرئیل و علیه طنفسة و هو متخلل بها فقلت یا جبرئیل ما نزلت الی فی مثل هذا الزی قال ان الله تعالی امر الملائکة ان تتخلل فی السماء کتخلل ابی بکر فی الارض .**

ترجمہ : میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اس حال میں کہ وہ معمولی کپڑا پہنے ہوئے تھے، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل میرے پاس اس حالت میں کیوں آئے ہو؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آسمان پر ایسا لباس پہنیں جیسا کہ زمین پر ابوبکر نے پہنا ہے۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(اللآلی المصنوعة ص ۲۹۳/۱//تنزیه الشریعة ۳۴۳/۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے صاحبزادے پر حد جاری کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک عورت آئی، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اس عورت نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن کا بچہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بلا بھجا، وہ آئے، اور پوچھنے پر اقرار کرلیا، تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی، پچاس کوڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مارے اور پچاس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مارے، لڑکا اس کی وجہ سے موت کے قریب ہوگیا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے تو مجھے قتل ہی کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب تو اپنے رب سے ملے تو کہنا کہ عمر حدود کو جاری کر رہا ہے۔

تحقیق : بقول محدثین یہ روایت موضوع ہے۔

(تذکرة الموضوعات ۱۸۰// تنزیه الشریعة ۲۲۰/۲)

ابن عراقؒ اور علامہ محمد بن طاہر پٹنی ؒ نے لکھا ہے کہ ایک دوسری روایت ہے جو حضرت عمرؓ کے صاحبزادے کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اس کے بعد ذیل کی حدیث

بیان کی ہے اور اس پر کسی طرح کا حکم نہیں لگایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے کوئی نشہ آور چیز پی لی تھی، پھر وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حد جاری کرو، انہوں نے منع کیا تو صاحبزادے نے کہا کی میں اپنے والد کو اطلاع کردوں گا، تب انہوں نے اپنے گھر میں حد جاری کی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے خط لکھ کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ تم نے ان کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ کیوں کیا؟ پھر جب وہ صاحبزادے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی سرزنش کی اتفاق سے وہ اس وقت بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا۔

میری امت کا اختلاف رحمت ہے

☆ **اختلاف امتی رحمة** ....میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے **زعم کثیر من العلماء انه لا اصل له** (یعنی بہت سے علماء کا خیال ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں ہے)۔

(المقاصد الحسنة ۲۷// الاسرار المرفوعة ۱۰۸)

فائدہ: سند ضعیف سے یہ روایت مرسلا منقول ہے:

اختلاف اصحابی لکم رحمة .

''میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے''

(تذکرة الموضوعات للفتنی رحمہ اللہ ۹۱)

مومن کا جھوٹا

☆**سؤر المؤمن شفاء**.....مومن کے جھوٹے میں شفا ہے۔

☆**ریق المؤمن شفاء**......مومن کے لعاب میں شفا ہے۔

تحقیق : ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المصنوع ۱۰٦ // الاسرار المرفوعة ۲۱٤ // کشف الخفاء ۱/٤۹٤)

مومن کو خوش کرنا اور اس کی حاجت روائی

☆**من اطعم اخاه حتی یشبعه و سقاه حتی یرویه بعده الله من النار سبع خنادق ما بین خندقین مسیرة خمسمائة عام.**

ترجمہ: جو اپنے بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا اور خوب سیراب کر کے پانی پلائے گا اللہ تعالی اس کو جہنم سے ایسی سات خندقوں کے برابر دور کردیں گے جن میں سے ہر دو کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہو۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے یا تو بہت ہی زیادہ ضعیف ہے، اس میں رجاء بن ابی عطاء موضوع روایتیں بیان کرنے والا ہے۔(المغنی ۳۵۵ // تذکرة الموضوعات ٦٦ // تنزیه الشریعة ۲/۱۳۷ // الفوائد المجموعة ٤۰)

☆**من صادف من اخیه شهوة غفر الله له ومن سر اخاه المؤمن فقد سر الله عزوجل**

ترجمہ : جو اپنے کسی بھائی کی خواہش کو پورا کرے گا اللہ تعالی اس کی مغفرت فرما دیں گے، اور جس شخص نے اپنے مومن بھائی کو راضی کیا اس نے اللہ کو راضی کیا۔

تحقیق : محدثین نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(المغنی ۳۵۷ // تذکرۃالموضوعات ٦٧)

☆من لذذ اخاه بما يشتهي كتب الله له الف الف حسنة و محى عنه الف الف سيئة و رفع له الف الف درجة و اطعمه الله من ثلاث جنات جنة الفردوس و جنة عدن و جنة الخلد.

ترجمہ : جس نے اپنے بھائی کی خواہش کو پورا کر کے اس کو لذت پہنچائی اس کے لئے اللہ تعالی ایک کروڑ نیکیاں لکھیں گے اور ایک کروڑ گناہ معاف کریں گے، اور ایک کروڑ درجے بلند کریں گے، اور اس کو تین جنتوں سے کھانا کھلائیں گے جنت الفردوس، جنت عدن اور جنت الخلد۔

تحقیق: یہ بھی موضوع ہے۔(المغنی ۳۵۸ // الفوائد المجموعة ۱۰٤ //تذکرة الموضوعات٦٧ // تنزيه الشريعة ۲/۱۲۹)

علم کے فضائل

☆ علماء امتي كانبياء بني اسرائيل .

ترجمہ : میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المقاصد الحسنة ٢٨٦ // التذكرة ٢٠ // الدرر المنتثرة ١٤٨ // كشف الخفاء ٢/٧٤ // الاسرار المرفوعة ٢٤٧)

☆ **اطلبوا العلم ولو بالصين.**

ترجمہ : علم حاصل کرو اگرچہ اسکے لئے چین جانا پڑے۔

تحقیق : علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ:

''یہ روایت ضعیف ہے بلکہ ابن حبانؒ نے باطل کہا ہے اور ابن جوزیؒ نے موضوعات میں ذکر کیا ہے''۔

علامہ سخاویؒ نے ابن جوزیؒ کا قول نقل کر کے سکوت کیا ہے۔

(المقاصد الحسنة ٦٣)

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی معتبر سند نہیں ہے۔(نوادر الحديث مع اللآلى المنثوره ٢٧٦)

ازالۂ وہم : علامہ مناویؒ نے اس حدیث پر لکھا ہے:

حكم ابن الجوزى بوضعه و نوزع بقول المزى : له طرق يصل بمجموعها الى الحسن و بقول الذهبیؒ فی تلخيص الواهيات روى عن عدة طرق واهية و بعضها صالح۔

''ابن جوزیؒ نے اس (مذکورہ بالا حدیث) پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے لیکن حافظ مزیؒ اور حافظ ذہبیؒ کے اقوال ان کے مخالف ہیں، ان کا کہنا ہے کہ تعدد طرق سے اس کو تقویت مل جاتی ہے''۔

لیکن علامہ مناویؒ کواس جگہ وہم ہوگیا ہے، کیوں کہ حافظ مزیؒ اور حافظ ذہبیؒ کا تحسینی کلام اس حدیث کے جزء ثانی کے متعلق ہے، جو دیگر متعدد طرق سے مل کر حسن کے درجہ تک پہنچتا ہے، وہ دوسرا اجزء یہ ہے:

طلب العلم فريضة على كل مسلم.

اور یہی وہم کشف الخفاء میں عجلونیؒ کو ہوا ہے۔(نوادر الحديث ٢٧٧،٢٧٨)

☆**نوم العالم عبادة**..........عالم کا سونا عبادت ہے۔

تحقیق : ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعة ٣٥٩)

ازالۂ وہم : ''کشف الخفاء'' میں لکھا ہے کہ بیہقیؒ نے اس کو سند ضعیف سے ذکر کیا ہے، یہاں صاحب کشف الخفاء سے چوک ہوئی ہے، کیونکہ بیہقیؒ کے الفاظ میں ''**نوم الصائم عبادة**'' مذکور ہے، ''**نوم العالم**'' نہیں ہے۔

البتہ ابونعیم نے **حلية** میں سند ضعیف سے یہ روایت ذکر کی ہے:

نوم على علم خير من صلاة على جهل.

''علم کی حالت میں سونا جہل کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے''۔

(حاشية كشف الخفاء ٣٨٩/٢)

☆ **اذا قال المعلم للصبى بسم الله الرحمن الرحيم فقالها كتب الله له براءة للصبى وبراءة لوالديه وبراءة للمعلم من**

النار.

ترجمہ : جب استاذ بچہ کو **بسم الله الرحمن الرحيم** پڑھاتا ہے اور بچہ اس کو پڑھتا ہے تو اسکی وجہ سے اللہ تعالی اس بچہ کے لئے اور اس کے والدین کے لئے اور استاذ کے لئے جہنم سے براءت لکھ دیتے ہیں۔

تحقیق : علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات للفتنیؒ ۸۰)

☆**ان العالم والمتعلم اذا مرا بقرية فان الله يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية اربعين يوما.**

ترجمہ : جب عالم اور طالب علم کسی بستی سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالی اس بستی کے قبرستان سے چالیس دن عذاب ہٹا دیتے ہیں۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(یہ روایت شرح عقائد میں بیان کی گئی ہے)۔ (الاسرار المرفوعة ۱٤۳ // کشف الخفاء ۲٥٤)

☆**من زار العلماء فكأنما زارني ومن صافح العلماء فكأنما صافحني ومن جالس العلماء فكأنما جالسني ومن جالسني في الدنيا اجلس الى يوم القيمة.**

ترجمہ : جس نے علماء کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی، اور جس نے علماء سے مصافحہ کیا اس نے گویا مجھ سے مصافحہ کیا، اور جو علماء کے پاس بیٹھا گویا اس نے میری

مجلس میں شرکت کی، اور جو دنیا میں میرے پاس بیٹھے گا قیامت کے دن میرے پاس بٹھایا جائے گا۔

تحقیق : محدثین نے صراحت کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(الاسرار ۳۳۱ // التذکرة ۱۹ // کشف الخفاء ۲۸۹/۲)

☆**الانبیاء قادة و الفقهاء سادة و مجالستهم زیادة.**

ترجمہ : انبیاء رہبر ہیں، فقہاء سردار ہیں، اوران کی مجالس فیضیابی کا سبب ہے۔

تحقیق : یہ موضوع روایت ہے۔

(الاسرار ۱۰۰ //التذکرة للفتنی ۱۸ // الفوائد المجموعة ص ۳٦٤)

☆**اجتمعوا و ارفعوا ایدیکم فاجتمعنا و رفعنا ایدینا ثم قال اللهم اغفر للمعلمین ثلاثا کیلا یذهب القرآن و اعز العلماء کیلا یذهب الدین .**

ترجمہ : سب جمع ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھاؤ پس ہم جمع ہوئے اور ہاتھ اٹھائے پھر آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! معلمین کی مغفرت کر آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا (پھر کہا) تا کہ قرآن چلا نہ جائے، اور علماء کو عزت عطا فرما تا کہ دین نہ چلا جائے۔

تحقیق : محدثین کے بقول یہ موضوع روایت ہے۔

(کشف الخفاء ٦٣/١ // التذکرة ۱۹ //الاسرار ۱۰۷ // اللآلی المصنوعة ۱۹۹/۱)

☆**اللهم اغفر للمعلمین و اطل اعمارهم و بارک لهم فی**

کسبهم .

ترجمہ : اے اللہ! معلمین کی مغفرت فرما اور ان کی عمریں لمبی فرما اور ان کی روزی میں برکت عطا فرما۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ بھی موضوع ہے۔

(التذکرة ص۱۹، الاسرار ۱۰۸،اللآلی المصنوعة ۱/۱۹۹)

☆اذا رأیت القاری یلوذ بالسلطان فاعلم انه لص واذا رأیته یلوذ بالاغنیاء فاعلم انه مراء وایاک ان تخدع ویقال یرد مظلمة و یدفع عن مظلوم فان هذه خدعة ابلیس اتخذها القراء سلّما.

ترجمہ : جب کسی عالم کو بادشاہ کی پناہ لیتے ہوئے دیکھو تو سمجھو کہ وہ چور ہے، اور جب اغنیاء سے پناہ لیتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ ریاکار ہے، اور کہیں اس بات سے دھوکہ مت کھانا کہ کہا جائے کہ وہ ظلم کو روکنے اور مظلوم کی مدد کے واسطے جاتا ہے کیونکہ یہ تو شیطان کی چال ہے جس کو علماء نے وسیلہ بنایا ہے۔

تحقیق : یہ سفیان ثوریؒ کا قول ہے، حدیث نہیں ہے۔

(کشف الخفاء ۱/۱۰٦// التذکرة للفتنی ۲۵//المصنوع ۵۳)

☆اذا جلس المتعلم بین یدی العالم فتح الله علیه سبعین بابا من الرحمة ولا یقوم من عنده الا کیوم ولدته امه و اعطاه الله

بکل حرف ثواب ستین شهرا، وکتب الله بکل حدیث عبادة سنة.

ترجمہ : جب طالب علم استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالی اس طالب علم پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتے ہیں، اوران کے پاس سے اس حال میں کھڑا ہوتا ہے کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے کہ گویا اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو، اور اللہ تعالی اس کو ہر حرف کے بدلے ساٹھ مہینوں کا ثواب عطا کرتے ہیں، اور ہر حدیث کے عوض اللہ اس کے لئے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔

(التذکرة للفتنی ۱۹// کشف الخفاء ۱/۱۰۲// الفوائد المجموعة ۳۶۵)

☆ **معلم الصبيان اذا لم يعدل بينهم كتب يوم القيامة مع الظلمة.**

ترجمہ : بچوں کو پڑھانے والا اگران کے درمیان انصاف نہیں کرے گا تو قیامت کے دن ظالموں کے ساتھ لکھا جائے گا۔

تحقیق : یہ حدیث نہیں ہے۔ (تنزیه الشریعة ۲۵۲// الاسرار ۳۱۰)

☆**جاء رجل من الانصار فقال يا رسول الله اذا حضرت جنازة و حضر مجلس علم ايهما احب اليک ان اشهد ؟ فقال ان كان للجنازة من يتبعها ويدفنها فان مجلس حضور**

عـالـم خيـر مـن حـضور الف جنازة تشيعها و من حضور الف مـريـض تـعـوده و مـن قيـام الف ليـلة لـلصلاة و من الف يوم تـصـومهـا و مـن الف درهـم تتصدق به و من الف حجة سوى الـفـرض ومـن الف غـزوـة سـوى الـواجـب و اين نفع هذه المشاهد من مشهد عالم اما علمت ان الله تعالى يطاع بالعلم و يـعبـد بـالعلم و خير الدنيا و الآخرة من العلم و شر الدنيا و الآخرة من الجهل.

ترجمہ : ایک انصاری آدمی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اگر جنازہ حاضر ہو اور علم کی مجلس لگی ہوئی ہو تو آپ کس کی حاضری میرے لئے پسند فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر جنازے کے پیچھے چلنے والا اور اسے دفنانے والا کوئی ہے تو پھر عالم کے مجلس کی حاضری ہزار جنازوں کی حاضری سے، اور ہزار مریضوں کی عیادت سے، اور ہزار راتوں میں نماز پڑھنے سے، اور ایک ہزار دن روزے رکھنے، اور ایک ہزار درہم صدقہ کرنے، اور ایک ہزار نفلی حجوں سے اور ایک ہزار غیر واجب غزوات سے بہتر ہیں، اور یہ ساری حاضریاں مجلس علم کی حاضری کے سامنے کیسے سود مند ہو سکتی ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ کی اطاعت وعبادت علم کی وجہ سے کی جاتی ہے، دین و دنیا کی بھلائی علم سے ہے، اور دونوں جہاں کی شر جہالت سے ہے۔

تحقیق : حافظ ابن عراق نے لکھا ہے ؒ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(تنزيه الشريعة ١/ ٢٥٤)

☆ الا احدثکم عن اجر ثلاثة اجر المعلمین و المؤذنین والائمة حرام.

ترجمہ : کیا میں تم کو تین طرح کے لوگوں کی اجرت کے متعلق نہ بتاؤں؟ معلمین ،مؤذنین اور ائمہ کی اجرت حرام ہے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔(تنزیه الشریعة ١/ ٢٥٥، اللآلی المصنوعة)

☆من تعلم بابا من العلم لیعلمه الناس ابتغاء وجه الله اعطاه الله اجر سبعین نبیا.

ترجمہ : جس نے علم کا ایک باب سیکھا تا کہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کو سکھائے اللہ اس کو ستر نبیوں کا ثواب عطا کریں گے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔ (تنزیه الشریعة ١٧٥)

☆ان اهل الجنة لیحتاجون الی العلماء فی الجنة و ذالک انهم یزورون الله فی کل جمعة فیقول تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی علی ربنا فیقولون تمنوا کذا وکذا فهم یحتاجون الیهم فی الجنة کما یحتاجون الیهم فی الدنیا.

ترجمہ : جنت والے جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے اور وہ اس طور پر کہ جنتی ہر جمعہ کو اللہ کی زیارت کریں گے اللہ تعالی فرمائیں گے کہ جو چاہو تمنا کرو پس وہ علماء کی

طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم اپنے رب سے کس چیز کی تمنا کریں علماء ان کو جواب دیں گے کہ فلاں فلاں چیز کی تمنا کرو پس وہ دنیا کی طرح جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔ (تنزیہ الشریعة ۱۷۶)

☆**اطلبوا العلم من المهد الى اللحد.**

ترجمہ : علم حاصل کرو گہوارے سے قبر تک۔

تحقیق : یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ (قیمة الزمن عند العلماء)

☆**من خرج يطلب بابامن العلم لينتفع به و يعلمه غيره كتب الله له بكل خطوة عبادة الف سنة.**

ترجمہ : جو شخص علم کے کسی باب کو طلب کرنے کے لئے نکلا تا کہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی سکھائے تو اللہ اس کے ہر قدم کے عوض ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھیں گے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔ (تنزیہ الشریعة ص ۱۸۰)

☆**يا على! اتخذ لك نعلين من حديد وافنهما فى طلب العلم .**

ترجمہ : اے علی! لوہے کے دو چپل بناؤ اور ان کو طلب علم میں ختم کردو۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔ (تنزیه الشريعة ص ٢٨٤)

☆ **من علم اخاه آية من كتاب الله فقد ملك رقبته**

ترجمہ : جس نے اپنے مومن بھائی کو کتاب اللہ کی ایک آیت سکھائی وہ اس کا مالک ہوگیا۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(تنزيه الشريعة ٢٨٤// الاسرار المرفوعة ٣٣٩)

☆**طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة.**

ترجمہ : علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر۔

تحقیق : اس حدیث میں ''مسلمة'' (مسلمان عورت) کی زیادتی ثابت نہیں ہے (**مسلم** تک ہی حدیث کے الفاظ ہیں)۔ (نوادر الحديث ٤١٦)

☆**ما اوتی قوم المنطق الا منعوا العمل**

ترجمہ : جو قوم بھی کلام میں الجھ گئی وہ عمل سے رک گئی۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعة ٣٠١// المغنى ٥٢ //تذكرة الموضوعات ٢٤)

☆**من فتنة العالم ان يكون الكلام احب اليه من الاستماع.**

ترجمہ : عالم کا ایک فتنہ یہ ہے کہ بات سننے سے زیادہ کلام کرنا اس کو محبوب ہو۔

تحقیق : ملاعلی قاریؒ ، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ ، ابن جوزیؒ ،علامہ شوکانی،حافظ ذہبیؒ اور علامہ عجلونیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے،اور علامہ سیوطیؒ اور ابن عراقؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔(الاسرار المرفوعة ۳۶۲//کشف الخفاء// المغنی ۷۵//تذکرة الموضوعات ۲٤// الفوائد المجموعة //تنزیه الشریعة ۲٦۹)

☆لا تجلسوا عند كل عالم الا الى عالم يدعو كم من خمس الى خمس من الشك الى اليقين و من الرياء الى الاخلاص و من الرغبة الى الزهد و من الكبر الى التواضع و من العداوة الى النصحة.

ترجمہ: ہر عالم کے پاس نہ بیٹھا کرو بلکہ اسی عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ چیزوں سے ہٹا کر دوسری پانچ چیزوں کی طرف بلائے ، شک سے یقین کی طرف ، ریا سے اخلاص کی طرف ، دنیا کی رغبت سے زہد کی طرف ،تکبر سے تواضع کی طرف ، دشمنی سے خیرخواہی کی طرف۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرت شقیق بلخیؒ کا کلام ہے۔

(تنزیه الشریعة ۲٥٦// المغنی ۷٦// اللآلی المصنوعة)

☆من اراد ان يؤتيه الله علما بغير تعلم وهدى بغير هداية فليزهد فى الدنيا

ترجمہ : جو یہ چاہے کہ اس کو اللہ تعالی اس کو بغیر سیکھے علم دے اور بغیر کسی کے راہ

دکھائے اس کو ہدایت دے تو اس کو چاہئے کہ دنیا میں زہد اختیار کرے۔

تحقیق : ملاعلی قاریؒ اور علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المغنی ۱۱۰۵ // الاسرار ۳۱۳ // تذکرۃ ۲۰)

علماء کی روشنائی

☆ **مداد العلماء افضل من دم الشهداء .**

ترجمہ : علماء کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے۔

تحقیق : یہ ہمارے نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے، علامہ سخاویؒ، علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے اس کو حضرت حسن بصریؒ کا قول قرار دیا ہے۔

(الدرر المنتثرة ۱۷۶ // المقاصد ۳۷۷ // الاسرار ۳۰۳ // التذكرة للفتنی ۲۳)

☆ **وزن حبر العلماء بدم الشهداء فرجح عليهم.**

ترجمہ : علماء کی روشنائی کو شہداء کے خون سے تولا جائے گا پس علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔

تحقیق : علامہ سیوطیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اس کی سند میں محمد بن جعفر پر وضع حدیث کی تہمت لگی ہوئی ہے۔

(الدرر المنتثرة ۱۷۶ // المقاصد ۳۷۷ // الاسرار ۳۰۳)

☆ **يوزن مداد العلماء ودم الشهداء فيرجح مداد العلماء على**

دم الشهداء.

ترجمہ : علماء کی روشنائی اور شہداء کے خون کو تولا جائے گا پس علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔

(ميزان الاعتدال- فی ترجمة محمد بن عبدالله بن قاسم-)

☆**يوزن يوم القيامة مداد العلماء و دم الشهداء.**

ترجمہ : روز قیامت علماء کی روشنائی اور شہداء کے خون کو تولا جائے گا۔

تحقیق : یہ روایت ابن عبدالبرؒ نے ''**جامع بيان العلم**'' میں ذکر کی ہے، اس میں ایک راوی ''اسماعیل بن ابی زیاد السکونی'' منکر الحدیث ہے، اور دارقطنی نے اس کو متروک اور واضع حدیث کہا ہے۔

(ميزان الاعتدال -فی ترجمة اسماعيل بن ابی زياد السكون -)

فائدہ : علامہ مناویؒ نے کہا ہے کہ اس کی ساری سندیں کمزور ہیں لیکن ایک دوسرے سے مل کر ان میں تقویت آتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔(كشف الخفاء ٤٩٥/٢)

قرآن کے متعلق

☆**آية من كتاب الله خير من محمد و آله.**

ترجمہ: کتاب اللہ کی ایک آیت محمد (ﷺ) اور ان کی آل سے بہتر ہے۔

تحقیق: ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔

(الاسرار ۱۰۰ // المقاصد الحسنة ٦)

☆**رب قارئ (ر– تال) للقرآن والقرآن يلعنه.**

ترجمہ : کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

تحقیق : یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، احیاء العلوم میں اس کو بغیر سند کے حضرت انسؓ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن بازؒ نے لکھا ہے: لا اعلم صحة الحديث عن النبي ﷺ (رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کا ثابت ہونا میرے علم میں نہیں ہے)۔

(مجموع فتاوى ابن باز - كتاب الاذكار والادعية - ج٢٦ ص٦١)

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کے حدیث ہونے سے انکار کیا ہے۔ (اليواقيت الغاليه ٢/٦٦)

☆**اذا ختم احدكم فليقل اللهم آنس وحشتي في قبري.**

ترجمہ : جب تم میں سے کوئی شخص قرآن ختم کرے تو یہ پڑھے **اللهم آنس وحشتي في قبري.**

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، اس میں ایک راوی "الجویباری" مشہور جھوٹا راوی ہے۔ (التذكرة ٧٨ // تنزيه الشريعة ١/٢٩٩)

☆**یٰس لما قرئت له.**

ترجمہ : سورۂ یٰسں شریف ہر اس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے وہ پڑھی جائے۔

تحقیق : علامہ سخاویؒ، ملاعلی قاریؒ اور علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یعنی ان الفاظ میں کوئی حدیث نہیں ہے، البتہ تجربہ سے اس کے صحیح ہونے کا مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن جب یہ حدیث نہیں ہے تو اس کی فضیلت کو حدیث سے ثابت ماننا غلطی ہے۔(المقاصد ٤٧٧// المصنوع ٢١٥// التذكرة ٨١)

بدھ کا دن

☆**ما بدئ بشيئ يوم الاربعاء الا تم .**

ترجمہ : جس کام کی ابتدا بدھ کے دن ہوگی وہ کام مکمل ہوگا۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المقاصد الحسنة للسخاویؒ ٣٦٢// الاسرارالمرفوعة ٢٩٤)

عصر کے بعد کا وقت

☆**من احب حبيبتيه فلا يكتب بعد العصر .**

ترجمہ : جو اپنی دو محبوب چیزوں (یعنی آنکھوں) کو چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ عصر کے بعد نہ لکھے۔

تحقیق : یہ حدیث نہیں ہے ایسی علماء نے صراحت کی ہے۔

(المقاصد ٤٠٥ // کشف الخفاء ٢٢٢/٢ // الاسرار ٣٢٥)

فائدہ : **من نام بعد العصر فاختلسَ عقله فلا یلومنّ الا نفسه.**

ترجمہ : جو عصر کے بعد سویا اور اس کی عقل چلی گئی تو وہ خود کو ہی ملامت کرے۔

تحقیق : اس کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (التذکرة ١٦٧ // تنزیه الشریعة ٢٩٠/٢)

ماہ صفر

☆**من بشرنی بخروج صفر بشرته بدخول الجنة.**

ترجمہ : جو مجھے ماہ صفر کے نکلنے کی بشارت دے گا میں اسے جنت کی بشارت دوں گا۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔ (التذکرة ١١٦)

شب برأت (شعبان کی پندرہویں رات)

☆**اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها و صوموا نهارها ، فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول : الا من مستغفر لى فأغفر له؟ الا من مسترزق فارزقه؟ الا من مبتلى فاعافيه ؟ الا كذا الا كذا؟ حتى تطلع الفجر.**

ترجمہ : جب نصف شعبان کی رات ہوتو اس رات کا قیام کرو، اور اس کے دن کا روزہ رکھو، اس لئے کہ اللہ تعالی اس رات غروب آفتاب کے وقت سے ہی پہلے آسمان پر نزول فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ کوئی ہے مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کوئی ہے روزی طلب کرنے والا کہ میں اسے روزی عطا کروں؟ کوئی ہے مصیبت میں پھنسا ہوا میں اسے عافیت دوں؟ کیا کوئی ہے ایسا، کیا کوئی ہے ایسا؟ یہاں تک کہ صبح ہوجائے۔

تحقیق : یہ روایت بہت زیادہ ضعیف ہے، اور بعض نے اس کو موضوع کہا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ''ابن ابی سبرہ'' ہے، ائمۂ جرح وتعدیل نے اس کی جرح کی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ علماء نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے، نسائی نے متروک کہا ہے، امام احمدؒ اور ابو حاتم رازیؒ سے مروی ہے کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔(تقریب التهذيب ٦٢٣/٢ //ميزان الاعتدال ٥٠٤/٤ // الجرح والتعديل ٣٠٦/٧ // التذكرة ٤٥ // تحفة الاحوذى ٢٧٧/٢)

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ اس حدیث کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ حدیث سند کے لحاظ سے نہایت ضعیف قسم کی ہے، اس کے ایک راوی ''ابوبکر بن عبداللہ'' (ابن ابی سبرہ) کے متعلق ائمۂ جرح وتعدیل نے یہاں تک کہا ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔(معارف الحدیث ۴/۱۷۴)

☆ شب برأت میں نمازوں کے متعلق کوئی خاص عدد یا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، اور جو روایتیں اس کے متعلق بیان کی جاتی ہیں اور احیاء العلوم، قوت القلوب وغیرہ میں

لکھی ہوئی ہیں وہ موضوع ہیں۔

(الآثار المرفوعة للکنویؒ ۸۱ // تذکرة الموضوعات للفتنیؒ ۴۵)

☆ پندرہویں شعبان کے روزے کی کوئی فضیلت نہیں ہے، اس روزے کا تذکرة صرف ایک اوپر والی روایت میں ہے، جس میں ''صوموا نهارها'' وارد ہے، اور اس روایت کا حال معلوم ہوگیا، مولانا منظور نعمانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ پندرہویں شعبان کے روزے کے متعلق صرف یہی ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب دامت برکاتہم اس روایت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ شدید الضعف، متہم بالکذب والوضع ہے، اور جو متہم بالکذب والوضع ہو اس کی روایت محدثین ک اصول پر (بطور ظن غالب) موضوع ہے، اور اگر اس روایت کو موضوع نہ کہیں بلکہ صرف ضعیف ہی قرار دی جائے جیسا کہ منذری، عراقی اور بوصیری کی رائے ہے تو بھی یہ حدیث قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ یہ شدید الضعف ہے، اور شدید الضعف حدیث نہ باب اعمال میں معتبر ہے نہ فضائل میں، کما صرح به الحافظ ابن حجرؒ وتبعه السخاویؒ والسیوطیؒ وغیرهما.

(نوادر الحدیث مع اللآلی المنثوره ۲۶۰)

ابن تیمیہ اقتضاء الصراط (۱۳۸/۲) میں لکھتے ہیں:

فاما صوم یوم النصف مفردا فلا اصل له۔

''پندرہویں شعبان کے روزے کی علیحدہ کوئی اصل نہیں ہے''۔

فائدہ : ان مذکورہ بالا اقتباسات کا مطلب یہ ہے کہ خاص اس کی فضیلت کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے، البتہ ایام بیض کی فضیلت میں یہ روزہ بھی داخل ہوگا۔

فائدہ : رہا مسئلہ پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت کا تو اس کے بارے میں وارد ہونے والی ہر روایت انفرادی طور پر ضعیف ہے، لیکن مجموعی اعتبار سے وہ روایات لائق عمل ہوجاتی ہیں۔

مفتی اعظم حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

رہا شب برأت کی فضیلت کا معاملہ سو وہ ایک مستقل معاملہ ہے، جو بعض روایات حدیث میں منقول ہے، مگر وہ اکثر ضعیف ہیں، اس لئے قاضی ابوبکر بن العربی نے اس رات کی کسی فضیلت سے انکار کیا ہے، لیکن شب برأت کی فضیلت کی روایات اگر چہ باعتبار سند کے ضعف سے کوئی خالی نہیں، لیکن تعدد طرق اور تعدد روایات سے ان کو ایک طرح کی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔ (معارف القرآن ۷/۷۵۸)

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

شعبان کی پندرہویں شب میں عبادت اور دعا و استغفار کے متعلق بعض کتب حدیث میں متعدد حدیثیں مروی ہیں، لیکن ان میں کوئی بھی ایسی نہیں ہے، جس کی سند محدثین کے اصول و معیار کے مطابق قابل اعتبار ہو، مگر چوں کہ یہ متعدد روایتیں ہیں اور مختلف صحابۂ کرام سے مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہیں، اس لئے ابن الصلاح وغیرہ بعض اکابر محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہے۔ (معارف الحدیث ۴/۱۷۴)

رجب کا مہینہ

☆ان فی رجب یوما ولیلة من صام ذلک الیوم و قام تلک اللیلة کان له من الاجر کمن صام مائة سنة و قام لیالیها و هی لثلاثة بقین من رجب.

ترجمہ : رجب کی ستائیسویں رات قیام کرنے، اورستائیسویں دن روزہ رکھنے کا ثواب سوسال قیام کرنے، اورسوسال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

تحقیق : حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس روایت کو غنیۃ الطالبین میں بیان کیا ہے، لیکن ابن حجرؒ نے اس کو موضوع کہا ہے۔

(الآثار المرفوعة ۵۹ // تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب لابن حجرؒ)

☆ رجب کی پندرہویں رات میں چودہ رکعتیں اوران کے فضائل۔

☆ رجب کی ستائیسویں رات میں بارہ رکعتیں اوران کے فضائل۔

☆ رجب کے مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ کر چار رکعتیں پڑھنا اور ان کے فضائل۔

تحقیق : یہ ساری روایتیں موضوع ہیں، رجب کے مہینے میں نمازوں کے متعلق کوئی خاص عدد اورکوئی خاص طریقہ مروی نہیں ہے، بلکہ سرے سے اس میں نماز کی کوئی خاص فضیلت ہی نہیں ہے۔(مستفاد من الآثار المرفوعة للکنویؒ و تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب لابن حجرؒ وزوال السنة عن اعمال السنة للتهانویؒ ۵۱)

☆ رجب کے مہینے میں روزے کی بھی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے، ایک روایت ہے وہ بھی ضعیف ہے، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ رجب کا روزہ رکھنے پر لوگوں کو مارتے تھے۔ (زوال السنة عن اعمال السنة ١٤)

فائدہ: اس سال (۱۴۳۵ھ) میں رجب کی آمد پر موبائیل میں رجب کے متعلق احادیث آپس میں ایک دوسرے دوستوں کو ارسال کی جارہی تھیں سب بے بنیاد تھیں۔

تنبیہ: غنیۃ الطالبین، احیاء العلوم، قوت القلوب اور دیگر صوفیائے کرام کی کتابوں میں ہر ہر مہینے میں خاص خاص نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے، اور وہاں سے منقول ہوکر پیشہ ور واعظوں کی زبانی سننے کو، اور رسالوں اور کتابوں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں، ابھی عاجز کے سامنے رسالہ ہے ۶۳ صفحات کا، نام ہے "خدا سے قریب کرنے والے اعمال"، اس کتاب میں بھی ہر ہر دن اور ہر ہر مہینے کی نمازوں کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ان ساری روایتوں کے متعلق علماء نے وضاحت کردی ہے کہ یہ موضوعات اور منکر و باطل ہیں۔

ہندوستان سے فرحت بخش ہوا کا آنا

☆ ہندوستان سے فرحت بخش ہوا کا آنا، یعنی رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے فرحت بخش ہوا آرہی ہے۔

تحقیق: اس کے متعلق حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

اس مضمون کی کوئی حدیث احقر کے علم میں نہیں ہے، اور کتب حدیث میں سرسری تلاش سے ملی بھی نہیں۔ (فتاوی عثمانی ۱/۲۲۵)

وضو کے متعلق

☆**الشـرب مـن فـضل وضوء المؤمن فيه شفاء من سبعين داء ادناها الهم .**

ترجمہ : مومن کے وضوء سے بچا ہوا پانی پینے میں ستر بیماریوں سے شفا ہے جن میں کم سے کم درجہ کی بیماری غم ہے۔

تحقیق : اس کا راوی محمد بن اسحاق العکاشی کذاب اور وضاع ہے۔

(التذکرة۲۰۹ // تنزیہ الشریعة ۲/۲۶۵)

☆ **قراء ة انا انزلناه عقب الوضوء لا اصل له .**

ترجمہ : وضو کے بعد سورۂ ﴿**انـا انـزلـنـاه فـی لیلة القدر**﴾ پڑھنے کی کوئی اصل نہیں ہے (یعنی اس کی ترغیب میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے) یہ علامہ سخاویؒ کا قول ہے ،اوران سے علماء نے بلانکیر کے نقل کیا ہے۔

(القاصد ۴۲۴ // الاسرار ۳۴۰ // کشف الخفاء ۲/۳۱۹)

☆**مـن قـرأ فـی اثـر وضـوئه ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر﴾ مرة واحـدة کان من الصدیقیـن ومن قرأها مرتین کتب فی دیوان الشهداء ومن قرأها ثلاثاحشره الله محشر الانبیاء.**

ترجمہ : جس نے وضو کے بعد ﴿**انـا انـزلـنـاه فی لیلة القدر**﴾ ایک مرتبہ پڑھا تو وہ صدیقین میں شامل ہوگا ،اور جو دومرتبہ پڑھے گا اس کا نام شہداء کے دفتر میں لکھا

جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالی اس کا حشر نبیوں کی طرح فرمائیں گے۔

تحقیق : علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے کہ روایت کے الفاظ اس کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ (طحطاوی علی المراقی ۷۹)

☆**یا علی اذا توضأت فقل بسم الله اللهم انی أسألک تمام الوضوء وتمام الصلوة و تمام رضوانک و تمام مغفرتک.**

ترجمہ : اے علی! جب وضو کرو تو یہ دعا پڑھو: "**بسم الله اللهم انی أسألک تمام الوضوء وتمام الصلوة و تمام رضوانک و تمام مغفرتک**" (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں مکمل وضو، مکمل نماز، مکمل رضامندی اور مکمل مغفرت کا)۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، اس کی سند میں ایک راوی حماد بن عمرو کذاب اور وضاع ہے۔ (اللآلی المصنوعة ۲/۲ ۱ ۳)

☆ وضو کے بعد شہادتین پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا، اور آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ثابت نہیں ہے، (شہادتین پڑھنا ثابت ہے)۔ (احسن الفتاوی-۱۰/۱۳۶)

☆ مسح رأس کا جو طریقہ معروف ومشہور ہے (پہلے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں سے سر کے اگلے حصے کا گدی تک اس طرح مسح کرنا کہ سبابہ، ابہام اور کفین الگ رہیں، پھر کفین سے گدی کی طرف سے سر کی جانبین کا مسح کرنا، پھر باقی دو انگلیوں سے سر کا

مسح کرنا) اس کے بارے میں حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ طریقہ غیر ثابت بلکہ خلاف منقول ہے، اس کا ثبوت نہ کسی حدیث سے ملتا ہے نہ کسی اثر صحابی سے، اور نہ ہی امام اعظم ابوحنیفہؒ سے۔ (احسن الفتاوی-۱۰/۱۵۹)

صحیح طریقہ : دونوں ہاتھوں کو سر کے پورے اگلے حصے پر رکھ کر گدی تک لے جائے اور بس، واپس نہ لوٹائے۔(احسن الفتاوی-۱۰/۱۶۶)

اذان کے متعلق

☆ **من تکلم عند الاذان خیف علیه زوال الایمان.**

ترجمہ : جوکوئی اذان کے وقت بات کرتا ہے اس کے ایمان کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔ (کشف الخفاء ۲/۲٦٤)

☆ **من سمع المنادی بالصلوة فقال مرحبا بالقائلین عدلا و مرحبا بالصلوة واهلا کتب له الفی الف حسنة ومحا عنه الفی الف سیئة ورفع له الفی الف درجة.**

ترجمہ : جس نے مؤذن کی آواز سن کر یہ دعا پڑھی **مرحبا بالقائلین عدلا و مرحبا بالصلوة واهلا** (ترجمہ: مرحبا حق کی بات کہنے والوں کو مرحبا اور خوش آمدید نماز کو تو اللہ اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھیں گے، بیس لاکھ گناہ معاف کریں گے اور بیس لاکھ

درجے بلند کریں گے۔

تحقیق : یہ موضوع روایت ہے۔

(الاسرار ۳۳۳// التذکرۃ ۳۵// کشف الخفاء ۳۰۰/۲ //تنزیہ الشریعۃ ۱۱۶/۲)

فائدہ : حضرت عثمانؓ سے اذان سن کر یہ پڑھنا ثابت ہے:

مرحبا بالقائلین عدلا وبالصلوۃ مرحبا و اهلا.

(تنزیہ الشریعۃ ۱۱۶/۲ // المطالب العالیہ -مناقب عثمانؓ-)

☆**مسح العینین بباطن انملتی المسبحتین الخ**

جب مؤذن "**اشهد ان محمدا رسول الله**" کہے اس قوت دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کو چومنا پھر ان کو آنکھوں پر پھیرنا۔

تحقیق : اس کے متعلق علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے، شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ نے علامہ سخاویؒ کے اس قول کو وضع پر محمول کیا ہے، یعنی کہ یہ روایت موضوع ہے، اور علامہ سخاویؒ سے ملاعلی قاریؒ اور عجلونیؒ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ (المقاصد الحسنۃ ۳۸۴ //المصنوع ۱۶۹ // التذکرۃ ۳۴)

نماز کے متعلق

☆**من صلى الفجر فى جماعة وخرج من المسجد فمر بعشرين نفسافسلم عليهم فمات ذلک اليوم غفر له .**

ترجمہ : جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد سے نکل کر بیس لوگوں

کے پاس سے گذرا اوران کو سلام کیا پھر اگر اسی دن اس کی موت آ گئی تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تحقیق : اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشنانی کذاب ہے۔ (التذکرة ١٦٤// تنزيه الشريعة ١١٩/٢// الفوائد ٢٩٤)

☆من ترک الصلوة حتى مضى وقتها ثم قضى عذب فى النار حقبا والحقب ثمانون سنة والسنة ثلاثمائة و ستون يوما ، كل يوم كان مقداره الف سنة .

ترجمہ : جس نے نماز چھوڑی یہاں تک کہ اس کا وقت گذر گیا پھر وقت گذرنے کے بعد قضا کی تو جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا اور ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور سال تین سوساٹھ دن کا، ہر دن کی مقدار وہاں ایک ہزار سال کے برابر ہوگی۔

تحقیق : اس روایت کی سند کسی کتاب میں نہیں ملی، صاحب مجالس الابرار نے اس کو بغیر سند اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے۔

(مجالس الابرار- المجلس الحادى والخمسون- ص ٣٢٠)

☆لاصلوة الا بحضور القلب.

ترجمہ : نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔

تحقیق : حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرماتے ہیں:

لم اقف له على اصل بهذا اللفظ۔

"ان الفاظ سے مجھے کوئی حدیث نہیں ملی"۔ (نوادر الحدیث ۴۳۸)

☆**الصلوة معراج المؤمن** .....نماز مومن کی معراج ہے۔

حکم : یہ حدیث نہیں ہے۔ (الیواقیت الغالیہ ۲/۶۳)

☆ **صلوة بخاتم تعدل سبعين بغير خاتم .**

ترجمہ : انگوٹھی پہن کر پڑھی ہوئی نماز بغیر انگوٹھی کے پڑھی ہوئی ستر نمازوں کے برابر ہے۔

تحقیق : علماء نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(المقاصد الحسنة ٢٦٣ // الاسرار المرفوعة ٢٣٤ // التذكرة ١٥٨)

☆**من صلى خلف عالم تقى فكأنها صلى خلف نبى.**

ترجمہ : جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔

تحقیق : یہ روایت ہدایہ اور دیگر فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے، لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(التذكرة ٤٠ // المقاصد ٣٠٤ // رد المحتار ٢/٢٥٨)

☆**اذا قام العبد الى صلوته قام معه سبعة شياطين احدهم يسمى كنع والآخر يسمى كنس و الآخر يسمى تعليهم** الخ

ترجمہ : جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ سات شیطان بھی

کھڑے ہوتے ہیں ان میں ایک کا نام کنع ہے ایک کا نام کنس ہے ایک کا نام تعلیہم ہے الخ۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(التذکرة ۱۱۰ // تنزیه الشریعة ۱۲۷/۲)

☆**لیس السارق الذی یسرق ثیاب الناس انما السارق الذی یسرق الصلوة یلتقطها کما یلتقط الطیر الحب من الارض فذلک السارق لا یقبل الله منه .**

ترجمہ : چور وہ نہیں جو لوگوں کے کپڑے چوری کرتا ہے، بلکہ چور وہ ہے جو نماز چوری کرتا ہے، یعنی پرندہ جس طرح زمین سے دانے چگتا ہے اسی طرح وہ بھی ٹھونگیں مارتا ہے، یہ ہے چور جس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے ، اس میں ایک راوی ''ابوهدبہ'' کذاب ہے، (البتہ جلدی جلدی نماز پڑھنے والے کو روایت میں چور کہا گیا ہے)۔

(تنزیه الشریعة ۱۲۷/۲ // التذکرة ۳۸ // الفوائد الموضوعة ۴۹)

☆**من تهاون بصلوته عاقبه الله بخمس عشرة خصلة** الخ

ترجمہ : جو نماز میں سستی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پندرہ طرح کے عذاب دیں گے (حدیث مشہور ہے، پوری حدیث کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

تحقیق : اس روایت کے بارے میں علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے ''**حدیث باطل**'' یعنی یہ حدیث باطل ہے، اور ابن حجرؒ نے لکھا ہے ''**هو ظاهر البطلان**'' یعنی یہ حدیث

واضح طور پر باطل ہے، علامہ ابن بازؒ نے اس کو موضوع کہا ہے۔

(تنزيه الشريعة ٢/١٢٤// مجموع فتاوى ابن باز ج ٢٦/ص ٣٥٧)

اس کی تائید میں ابن حجرؒ کی ''المنبهات'' کی سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے، لیکن حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے نوادر الحدیث (ص۱۲۶) میں تحریر فرمایا ہے کہ:

موثق طریقہ سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب (المنبهات) ابن حجرؒ کی تالیفات میں سے نہیں ہے۔

اور غزالیؒ کی **دقائق الاخبار** (صفحہ۵۴-۵۶) کی ایک روایت اس کے ہم معنی ہے لیکن ان دونوں کتابوں میں نہ کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ ہے اور نہ سند کا ذکر ہے، لہذا ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (منهج الحياة الايمانية ٥٩)

☆**ما افترض الله على خلقه بعد التوحيد شيئا احب اليه من الصلاة ولو كان شيئ احب اليه منها لتعبد به ملائكته فمنهم راكع ومنهم ساجد و منهم قائم وقاعد .**

ترجمہ : توحید کے بعد ایسی کوئی عبادت اللہ نے اپنے مخلوق پر فرض نہیں فرمائی جو اس کے نزدیک نماز سے زیادہ پسندیدہ ہو، اگر نماز سے زیادہ کوئی عبادت پسندیدہ ہوتی تو فرشتے اس کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرتے، لیکن حال یہ ہے کہ ان میں سے رکوع میں ہے کوئی سجدہ میں، اور کچھ تو کھڑے ہیں اور کچھ بیٹھے۔

تحقیق : ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث نہیں ہے، البتہ فرشتوں کا رکوع اور

سجدے میں، کھڑے اور بیٹھے اللہ کی عبادت کرنا احادیث میں مروی ہے۔

(المغنی عن حمل الاسفار۹۹)

☆یا اباھریرۃ ! مر اھلک بالصلاۃ فان اللہ یأتیک بالرزق من حیث لا تحتسب.

ترجمہ : اے ابو ہریرہ! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیا کرو، اللہ تمہیں ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں تمہارا گمان بھی نہ ہوگا۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المغنی ۱۰۰)

☆ان الرجلین من امتی لیقومان الی الصلاۃ و رکوعھما وسجودھما واحد و ان ما بین صلاتیھما ما بین السماء والارض

ترجمہ : میری امت کے دو آدمی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، ان کا رکوع اور سجدہ تو ایک جیسا ہوتا ہے لیکن ان دونوں کی نمازوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔

(المغنی ۱۰۱// تذکرۃ الموضوعات ۳۸// //المصنوع ۲۵۹)

☆ لیس للعبد من صلاتہ الا ما عقل منھا

ترجمہ : بندے کی نماز کا وہ ہی حصہ اس کے لئے مقبول ہوتا ہے جس کو سمجھ کر اور حاضر دماغی سے پڑھے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۱۱۶ //السلسلة ، رقم ۱۹٤۱)

☆**کان لا یجلس الیه احد وهو یصلی الا خفف صلاته و اقبل علیه فقال الک حاجة؟ فاذا فرغ من حاجته عاد الی صلاته.**

ترجمہ : آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی شخص آپ کا انتظار کرنے کے لئے بیٹھتا تو آپ ﷺ نماز کو مختصر کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے ،اور فرماتے: کیا تیری کوئی حاجت ہے؟ پھر جب اس کی حاجت روائی سے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المغنی ۶۲۹ //تذکرۃ الموضوعات ۳۶ //المصنوع ۲۵۹)

☆ **اثنتا عشر رکعة تصلیهن من لیل او نهار** الخ

ترجمہ : دن یا رات میں کسی بھی وقت بارہ رکعتیں پڑھو،اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو آخری رکعت میں تشہد کے بعد اللہ کی تعریف کرو اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو،اور سجدے میں سورۂ فاتحہ سات مرتبہ اور آیت الکرسی سات مرتبہ پڑھو،اور دس مرتبہ یہ کہو **لا الـه الـلـه وحـده لا شـریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر ،** پھر کہو **الـلهـم بـمـقـاعـد الـعز مـن عـرشک ومنتهی الرحمة من کتابک واسـمک الاعظم وکلماتک التامة،** پھر اپنی حاجت اللہ سے مانگو، پھر سجدے سے سر اٹھا کر دائیں بائیں سلام پھیر دو،اور یہ طریقہ بے وقوفوں کو مت سکھانا کہیں کوئی نامناسب

دعا کرلے اور وہ قبول ہو جائے۔

تحقیق : علامہ ابن بازؒ اور حافظ زیلعیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے۔

(ابن باز، نصب الراية -كتاب الكراهية-)

شادی شدہ کی نماز کی فضیلت

☆**ركعتان من المتزوج افضل من سبعين ركعة من الاعزب.**

ترجمہ : شادی شدہ آدمی کی دو رکعتیں غیر شادی شدہ آدمی کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

تحقیق : اس روایت میں ایک راوی مجاشع بن عمرو ہے، یحیی بن معینؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے، اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ موضوع روایتیں بیان کرتا ہے اسی وجہ سے ابن جوزیؒ، البانیؒ اور علامہ طرابلسیؒ نے اللؤلؤ المرصوع میں اس کو موضوع کہا ہے، اور بعض علماء نے اس کو منکر اور باطل کہا ہے۔(لسان الميزان -حرف الميم ، من اسمه مجاشع-// الفوائد ١٥٦// اللؤلؤ المرصوع ٨٩// التذكرة ١٢٥// تنزيه الشريعة ٢٠٥/٢)

☆**ركعتان من المتأهل خير من اثنين و ثمانين ركعة من العزب .**

ترجمہ : شادی شدہ آدمی کی دو رکعتیں غیر شادی شدہ آدمی کی بیاسی رکعتوں سے

افضل ہیں۔

تحقیق : علامہ ذہبیؒ نے اس کو باطل کہا ہے اور ابن حجرؒ نے ان سے موافقت کی ہے، اوران سے نقل کرتے ہوئے علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے بھی اس کو منکر کہا ہے، ابن عراقؒ ،شوکانی، البانی وغیرہ نے بھی ان سے اتفاق کیا ہے۔

(السلسلة ٦٤٠// الفوائد ١٥٦// التذ كرة ١٢٥// تنزيه الشريعة ٢/٢٠٥)

☆ **شراركم عزابكم ركعتان من المتأهل خير من سبعين ركعة من غير متأهل.**

ترجمہ : تم میں سب سے زیادہ برے لوگ بے شادی شدہ ہیں، شادی شدہ کی دو رکعتیں غیر شادی شدہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

تحقیق : ابن عدی نے اس کو موضوع کہا ہے۔(التذكرة ١٢٥// الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى- فى ترجمة يوسف بن سفر-// اللآلى المصنوعة)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت

☆**صلوة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوة بغير عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بغير عمامة ان الملائكة ليشهدون الجمعة معتمين ولا يزالون يصلون على اصحاب العمائم حتى تغرب الشمس.**

ترجمہ : عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی ستر جمعہ کی نمازوں کے برابر ہے، بلا شبہ فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھ کر حاضر ہوتے ہیں، اور عمامہ باندھنے والوں کے لئے برابر دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

تحقیق : یہ روایت **موضوع** ہے۔(المقاصد ۲۶۳// الاسرار المرفوعة ۲۳٤// كشف الخفاء ۳۱/۲// التذكرة ۱٥٦//تنزيه الشريعة ۱۲٤/۲)

☆الصلوة فی العمامة تعدل بعشرة آلاف حسنة .

ترجمہ : عمامہ باندھ کر پڑھی ہوئی نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت **موضوع** ہے۔

(المقاصد ۲٦۳// الاسرار ۲۳٤// التذكرة ۱٥٦//تنزيه الشريعة ۱۲٤/۲)

☆جمعة بعمامة افضل من سبعين بلا عمامة.

ترجمہ : عمامہ باندھ کر پڑھی ہوئی جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی ستر جمعہ کی نمازوں سے افضل ہے۔

تحقیق : علامہ سخاویؒ نے اور ان سے نقل کر کے علامہ عجلونیؒ نے کہا ہے کہ یہ **حدیث ثابت نہیں** ہے۔ (المقاصد ۲٦۳// كشف الخفاء ۳۱/۲)

☆ان الله و ملائكته يصلون على اصحاب العمائم يوم الجمعة .

ترجمہ : بیشک اللہ تعالی جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

تحقیق : ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، البانی اور ازدی نے اس کو موضوع کہا ہے، علامہ سیوطیؒ نے ابن حجر اور حافظ عراقیؒ سے اس کی تضعیف نقل کی ہے، اس روایت کا دارومدار ایوب بن مدرک پر ہے، اور اس راوی پر محدثین نے جرح کی ہے، یحیی بن معینؒ نے اس کو کذاب کہا ہے، ابو حاتم اور نسائی اور دارقطنیؒ نے متروک کہا ہے، اور ابوزرعہؒ اور ابن عدیؒ نے ضعیف کہا ہے۔(المقاصد ۲۶۳ // کشف الخفاء ۳۱/۲ // السلسلة ۱۵۹ // لسان الميزان- ايوب بن مدرك- // اللآلى المصنوعة ۲۷/۲)

☆ ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة .

ترجمہ : عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی دو رکعتیں بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔

تحقیق : علامہ سخاویؒ اور ان سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ مناوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اور علامہ سیوطیؒ نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، اور جامع صغیر میں علامہؒ نے موضوع روایتیں بیان نہ کرنے کا التزام کیا ہے، پس یہ علامہ سیوطیؒ کے نزدیک موضوع نہیں ہے، اور عجلونیؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے۔

(المقاصد ۲۶۳ // كشف الخفاء ۳۱/۲)

☆**اعتموا تزدادوا حلما .**

ترجمہ : عمامہ باندھو وقار میں اضافہ ہوگا۔

تحقیق: صغانیؒ اور ابن جوزیؒ کے نزدیک یہ موضوع ہے، علامہ سیوطیؒ نے ابن جوزی کا تعاقب کیا ہے، اور وضع کا حکم لگانے سے اتفاق نہیں کیا ہے، اور شوکانی اور علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے فریقین کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(الفوائد ٢٣٦ //التذكرة ١٥٥ // السلسلة ، رقم الحديث ٢٨١٩)

مسجد کے متعلق

☆**من تكلم بكلام الدنيا فى المسجد احبط الله اعماله**

ترجمہ : جس نے مسجد میں دنیا کی باتیں کرے گا اللہ تعالی اس کے اعمال رائیگاں کردیں گے۔

تحقیق : یہ روایت **موضوع** ہے۔(الاسرار ٣٢٥ // التذكرة ٣٦)

☆**الحديث فى المسجد تأكل الحسنات كما تأكل البهائم الحشيش(ر- كما تأكل النار الحطب)**

ترجمہ : مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح جانور گھاس کو کھا جاتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے)۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(الاسرار ١٩٤ // التذكرة ٣٦)

☆**ان المسجد لينزوی من النخامة كما تنزوی الجلدة على النار .**

ترجمہ : بلاشبہ مسجد بلغم سے اس طرح منقبض ہوجاتی ہے جس طرح آگ پر چمڑی سکڑ جاتی ہے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المصنوع ٦٧ // كشف الخفاء ١/٢٨٩ // المغنى ٦٢ // تذكرة الموضوعات ٣٦ // تنزيه الشريعة ٢/١١٥)

رمضان المبارک کے متعلق

☆**فی شهر رمضان فی تلک الصوت الخ.**

یہ ایک حدیث ہے جس میں سے کچھ حصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے:

جب رمضان کی ابتدا جمعہ سے ہوگی تو اس رمضان کا پندرہواں دن بھی جمعہ ہوگا ،اس رمضان کے مہینے میں پندرہویں دن ایک چیخ ہوگی ،اس دن فجر کی نماز پڑھ کر گھروں میں داخل ہوجانا ، اور دروازے بند کرلینا، اور کانوں کو بند کرلینا، اور جب تمہیں آواز کا احساس ہوتو سجدے میں گرجانا اور سبحان القدوس سبحان القدوس سبحان ربنا القدوس پڑھنا، جو ایسا کرے گا وہ بچ جائے گا اور جو نہیں کرے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

تحقیق : یہ روایت چندسالوں پہلے رمضان المبارک میں بہت مشہور ہوئی تھی ، یہ روایت **موضوع** ہے۔ (اللآلی المصنوعة ٨٧)

☆**اللھم لک صمت و بک آمنت و علیک توکلت وعلی رزقک افطرت.**

تحقیق : ملا علی قاریؒ نے مرقات ۲۵۸/۴ میں لکھا ہے کہ اس دعا میں **وبک آمنت و علیک توکلت** حدیث کے الفاظ نہیں ہیں، حدیث کے الفاظ یہ ہیں **اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت**، طبرانی کی ایک روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں **فتقبل منی انک انت السمیع العلیم**۔(منہج الحیاۃ الایمانیۃ ۱۳۳)

یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو

☆**افضل الایام یوم عرفة اذا وافق یوم الجمعة و ھو افضل من سبعین حجة فی غیر جمعة.**

ترجمہ : دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے جبکہ وہ جمعہ کے دن واقع ہو اوراس دن کیا ہوا حج ایسے ستر حجوں سے افضل ہے جن میں عرفہ کا دن جمعہ کو نہ آتا ہو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جمعہ کے دن کی افضلیت تو ثابت ہے جب اس دن میں عرفہ کا دن آئے تو اس کا افضل ہونا تو ظاہر ہے، لیکن ستر حج سے افضل ہونا سو اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علامہ ابن قیم جوزیؒ زادالمعاد میں لکھتے ہیں:

واما ما استفاض علی السنة العوام بانها تعدل ثنتین و سبعین حجة فباطل لا اصل له عن رسول الله ﷺ ولا عن احد من الصحابة والتابعین

''اور جو عوام میں مشہور ہے کہ وہ (جمعہ والا حج) بہتر حجوں کے برابر ہے سو وہ باطل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے، اور نہ کسی صحابی یا تابعی سے ملتا ہے''۔

اور علامہ مناویؒ نے فیض القدیر میں اسی کلام کو دہرایا ہے، اور ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں **باطل لا اصل له** (باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے)۔

(زاد المعاد ۵۷/۱، رد المحتار ۴۲/۴)

بچوں کے رونے کی حقیقت

☆لا تضربوا اولادکم علی بکائهم فان بکاء الصبی اربعة اشهر لا اله الا الله واربعة اشهر محمّد رسول الله واربعة اشهر دعاء لوالدیه .

ترجمہ : اپنی اولاد کو رونے پر مت مارو کیوں کہ بچہ کا رونا چار مہینہ **لا الـــه الا الله** ہے، اورچار مہینہ تک **محمد رسول الله**(ﷺ) ہے، اورچار مہینہ والدین کے لئے دعا ہے۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے۔(تنزیه الشریعة ۱۷۱/۱ // لسان المیزان –فی ترجمة علی بن ابراهیم الهیثم– // التذکرة ۱۳۰)

فائدہ : ایک روایت میں دو مہینہ کا ذکر ہے کہ دو مہینہ تک بچہ کا رونا **لا اله الا الله محمد الرسول الله** ﷺ ہے، اس روایت میں ایک راوی ابو مقاتل سمرقندی کو جھوٹا اور واضع حدیث کہا گیا ہے، اور ایک روایت میں دو سال تک بچہ کے رونے کو **لا اله الا الله**

قرار دیا ہے، اس کی سند پر بھی کلام ہوا ہے، ابن عساکرؒ نے اس کو **"غریب جدا"** کہا ہے ، تنزیہ الشریعۃ اور اس کے حاشیہ میں اس کے بارے میں مزید وضاحت ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ (تنزيه الشريعة ١/١٧١)

عورتوں کے متعلق

☆**شاوروهن وخالفوهن .**

ترجمہ : عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی رائے کے خلاف کرو۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المقاصد ٢٤٨ // المصنوع ١١٣ // الدرر المنتشرة ص ١٣٤ // التذكرة ١٢٨)

☆ **اخروهن من حيث اخرهن الله.**

ترجمہ : عورتوں کو پیچھے کرو جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کو پیچھے کیا۔

تحقیق : یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

(الاسرار ١١١ // السلسلة ،رقم الحديث ٩١٧)

☆**عليكم بدين العجائز .**

ترجمہ : عمر رسیدہ عورتوں کے دین کو پکڑے رہو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المغنى ٧٤٥ // كشف الخفاء ٢/٨٢// الاسرار ٢٤٨ // تذكرة الموضوعات ١٦//المقاصد الحسنة ٢٩٠)

☆**عن علی ؓ قال دخلت انا و فاطمة علی رسول الله ﷺ ووجدناه یبکی بکاء شدیدا** الخ

ترجمہ : حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کے گھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کیوں رو رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر مختلف قسم کے عذابوں میں گرفتار دیکھا، اس عذاب کی شدت اور ہولناکی کے تصور سے مجھے رونا آ گیا، میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کا دماغ ابل رہا تھا، ایک دوسری عورت کو اس طرح دیکھا کہ وہ زبان کے بل لٹکی ہوئی تھی اور گرم پانی اس کے حلق میں ڈالا جا رہا تھا، ایک عورت کو دیکھا کہ چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی تھی، اور ایک عورت کو دیکھا جو اپنا گوشت کھا رہی تھی اور اس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی، ایک دوسری عورت کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے پیر اس کے ہاتھوں سے بندھے ہوئے تھے، اور سانپ بچھو اس پر مسلط تھے، اور ایک اندھی بہری اور گونگی عورت کو آگ کے تابوت میں دیکھا اس کا دماغ ناک اور بدن دوسرے سوراخوں سے نکل رہا تھا، اور ایک عورت کو دیکھا کہ اس کا اگلا اور پچھلا بدن آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا ہے، اور ایک عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ جلایا جا رہا تھا اور وہ اپنی انتڑیاں کھا رہی تھی، ایک عورت کو اس حال میں دیکھا کہ چہرہ خنزیر کی طرح تھا اور باقی جسم گدھے کی طرح تھا اور مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا تھی، ایک عورت کو کتے کی شکل میں دیکھا، اس کے پاخانہ کے راستہ سے آگ داخل ہو رہی تھی اور منہ سے نکل رہی تھی، اور عذاب دینے والے فرشتے

جہنم کے گرز سے اس کو مار رہے ہیں۔حضرت فاطمہؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک! میرے ابا جان! ان پر یہ عذاب کون سے اعمال کی وجہ سے ہو رہا تھا؟ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: جس عورت کو میں نے سر کے بالوں کے ذریعہ جہنم میں لٹکا ہوا دیکھا وہ عورت نامحرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی، اور جو عورت زبان کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی تھی وہ زبان درازی کر کے اپنے شوہر کو تکلیف پہنچایا کرتی تھی، اور جو عورت چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کے بستر سے دور رہتی تھی، اور جو عورت دونوں پیر سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلتی تھی، اور جو اپنے بدن کو کھا رہی تھی وہ لوگوں کے لئے مزین ہوتی تھی، اور جس کے ہاتھ اس کے پیروں سے بندھے ہوئے تھے اور سانپ بچھو اس پر مسلط تھے وہ دنیا میں جنابت اور حیض سے پاک صاف رہنے کا اہتمام نہیں کرتی تھی، اور نماز کا استہزاء کیا کرتی تھی، اور جو عورت اندھی بہری گونگی تھی وہ زنا سے بچے جنتی پھر اس کو اپنے شوہر کے گلے میں لٹکا دیتی، اور جس کا گوشت قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا وہ مردوں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتی تھی، اور جس کا سر خنزیر کی طرح اور باقی جسم گدھے کی طرح تھا وہ جھوٹ بولنے والی اور چغل خوری کرنے والی تھی، اور جو عورت کتے کی شکل میں تھی اور اس کے دبر سے آگ داخل ہو رہی تھی، اور منہ سے باہر نکل رہی تھی وہ حسد کرنے والی اور نوحہ کرنے والی اور مغنیہ تھی۔

تحقیق : علامہ ابن باز نے لکھا ہے کہ یہ موضوع روایت ہے، پوری تفتیش کے بعد بھی کہیں اس روایت کا پتہ نہیں ملا۔ (مجموع فتاوی ابن باز، ۲۲۳/۲٦)

رشتہ داری میں نکاح

☆**لا تنکحوا القرابة فان الولد یخلق ضاویا.**

ترجمہ : رشتہ داروں میں نکاح مت کیا کرو، اس لئے کہ اس سے بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔

تحقیق : یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔

(المغنی ۳۸۷ // التذکرة ۱۲۷ // الفوائد المجموعة ۱۷۱)

جماع کی فضیلت

☆**ان الرجل لیجامع اهله فیکتب له اجر ولد ذکر قاتل فی سبیل الله فقتل .**

ترجمہ : کوئی آدمی جب اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اتنا ثواب ملتا ہے کہ گویا اس کا ایک بیٹا اللہ کے راستے میں لڑتا لڑتا شہید ہو گیا ہو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(التذکرة ۱۲۶ // الفوائد المجموعة ۱۶۹ // المغنی عن حمل الاسفار ۴۰۳)

حاملہ کی فضیلت

☆**اما ترضی احداکن انها اذا کانت حاملا من زوجها وهو**

عنها راض ان لها مثل اجر الصائم القائم فی سبیل الله عزوجل، واذا اصابها الطلق لم یعلم اهل السماء والارض ما اخفی لها من قرة اعین، فاذا وضعت لم یخرج من لبنها جرعة و لم یمص من ثدیها مصة الا کان لها بکل جرعة و بکل مصة حسنة، فان اسهرها لیلة کان لها مثل اجر سبعین رقبة تعتقهم فی سبیل الله عزوجل ، سلامة ! تدرین لمن اعنی هذا ؟ هذا للمتعففات الصالحات المطیعات لازواجهن اللواتی لا یکفرن العشیر.

ترجمہ : کیا تم عورتوں میں سے کوئی اس سے راضی نہیں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اس حال میں کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو اس روزے دار کے برابر ثواب ملتا ہے جو اللہ کے راستے میں روزہ رکھ رہا ہو، اور جب اس کو دردزہ ہوتا ہے تو نہ آسمان والے اور نہ زمین والے جانتے ہیں کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا چھپا کر رکھا گیا ہے، اور جب اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو بچہ جو بھی دودھ کا گھونٹ پیتا ہے اور اس کی چھاتی سے دودھ چوستا ہے ہر گھونٹ اور ہر چوسکی کے بدلے اسکے لئے ایک نیکی ہے، اور اگر بچہ کی وجہ سے وہ رات کو جاگتی ہے تو اسکو اللہ کے راستے میں ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اے سلامہ! تمہیں معلوم ہے کہ یہ فضیلت کن عورتوں کے لئے ہے؟ یہ ان عورتوں کے لئے ہے جو پاکدامن، صلاح وتقوی والی اور اپنے شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہیں جو اپنے شوہروں کی ناشکری نہیں کرتی ہیں۔

تحقیق : بقول محدثین کرام یہ روایت موضوع ہے۔

(اللآلی ۲/ ۱۷۵// تنزیه الشریعة ۲/۲۰٤)

کھانے کے متعلق

☆**امرنابتصغير اللقمة فى الاكل و تدقيق المضغ.**

ترجمہ : ہمیں کھانے میں چھوٹے لقمے لینے اور باریک چبانے کا حکم دیا گیا ہے۔

تحقیق : محدثین نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

(الاسرار ١٣٦// التذكرة١٤٣// المقاصد ٩٤// كشف الخفاء ٢٢٧/١)

☆**لا تجعلوا آخر طعامكم ماء .**

ترجمہ : کھانے کے آخر میں پانی مت پیو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (فتاوی اللجنة الدائمة ٤/٤٦٥)

کھانے کے شروع اور اخیر میں نمک کھانا

☆**عليک يا علی بالملح فانه شفاء من سبعين داء الجذام والبرص والجنون.**

ترجمہ : اے علی! نمک ضرور استعمال کرو اس لئے کہ وہ ستر بیماریوں سے شفا کا سبب ہے جن میں سے کوڑھ، برص اور پاگل پن بھی ہیں۔

تحقیق : یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

(التذکرۃ ٤١// الفوائد ٢٨// تنزیہ الشریعۃ ٢٤٣/٢// الاسرار ٤١٠)

فائدہ : علامہ سیوطیؒ نے اس کے دو شاہد ذکر کئے ہیں، لیکن علامہ ابن عراقؒ نے دونوں کو رد کر دیا ہے، ایک روایت میں ابراہیم بن حیان بن حکیم ہے، ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں موضوع ہیں (میزان)، دوسری حضرت علیؓ کی موقوف روایت ہے، اس میں ''جویبر'' متروک ہے اور ''عیسی بن اشعث'' مجہول ہے۔

☆**اذا اکلت فابدأ بالملح واختم بالملح فان الملح شفاء من سبعین داء .**

ترجمہ : جب کھانا کھاؤ تو نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو، اس لئے کہ نمک میں ستر بیماریوں سے شفا ہے۔

تحقیق : یہ ایک لمبی حدیث کا جزء ہے اس پوری حدیث کو بیہقی نے موضوع کہا ہے اور علامہ سیوطیؒ اور ابن عراقؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کو موضوع کہا ہے، ابن حجرؒ نے اسی حدیث کے ایک جزء کو المطالب العالیۃ (باب الذکر علی الوضوء) میں ذکر کر کے کہا ہے **هذا حديث ضعيف جدا** (یہ حدیث بہت زیادہ کمزور ہے)، اس میں دو راوی جھوٹے ہیں (١) حماد بن عمرو نصیبی (٢) محمد بن ابراھیم سمرقندی۔(اللآلی المصنوعۃ ٣٧٥/٢// تنزیہ الشریعۃ ٣٣٩/٢)

فائدہ: کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد نمک کھانے کے بارے میں کوئی ضعیف روایت بھی نہیں ہے، اور جو روایتیں ہیں وہ ساقط الاعتبار ہے، ان پر اعتماد کر کے نمک کھانے

کوسنت کہنا درست نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ شروع یا اخیر میں نمک کھانے کے متعلق کوئی ثبوت نظر سے نہیں گذرا، لہذا اس پر استحباب کا حکم نہیں لگا سکتے۔ (امداد الفتاوی ۴/۱۱۳)

فائدہ : اسی طرح بعض لوگ کھانے سے پہلے اور کچھ لوگ کھانے کے بعد میں میٹھی چیز کھانے کو سنت سمجھتے ہیں، عاجز کو ایسی کوئی روایت نہیں ملی۔

شمائل کبری میں مصنفِ کتاب نے ''آخر میں میٹھا کھانا'' کے عنوان کے ماتحت تحریر فرمایا ہے:

آخر میں میٹھا کھانا: -حضرت عکراش بن ذویبؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثرید کھایا جس میں چربی کی بڑی چکناہٹ تھی، پھر اسکے بعد کھجور نوش فرمایا۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کو بھی کوئی ایسی خاص روایت اس باب میں نہیں ملی جس میں حضور ﷺ کی طرف سے اس کی ترغیب ہو یا کسی صحابی نے حضور ﷺ کی رغبت یا اہتمام کا ذکر کیا ہو، مذکورہ حدیث ایک اتفاقی واقعہ ہے، حضور ﷺ کے قصد کا اس میں ذکر نہیں ہے۔

مفتی کمال الدین صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں : کھانا کھانے سے پہلے یا کھانا کھانے کے بعد میٹھا کھانے کو سنت کہنا یا سمجھنا درست نہیں۔

(کھانے پینے کی حلال وحرام چیزیں- از مفتی کمال الدین استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی-)

دسترخوان پر باتیں کرنا

☆**تحدثو اعلی الطعام و خالفوا سنة اليهود .**

ترجمہ : تم کھانا کھاتے ہوئے باتیں کیا کرواور یہود کے طریقے کی مخالفت کرو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(النخبة البهية ، رقم الحديث ٢٤٢)

فائدہ : علامہ سخاویؒ نے ’’المقاصد الحسنۃ‘‘ میں، اوران سے نقل کر کے ملا علی قاری ؒ نے ’’المصنوع‘‘ میں، اور عجلونیؒ نے ’’کشف الخفاء‘‘ میں لکھا ہے:

الكلام على المائدة لا اعلم فيه شيئا نفيا و لا اثباتا۔

’’دستر خوان پر باتیں کرنے یا نہ کرنے کے متعلق میرے علم میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے‘‘۔

دسترخوان پر گرا ہوا کھالینا

☆**من وجد لقمة او كسرة في مجرى الغائط او البول فاخذها فاماط عنها الاذى و غسلها غسلا نعمّا ثم اكلها لم تستقر في بطنه حتى يغفر له.**

ترجمہ : جس نے کھانے کا لقمہ یا ٹکڑا پیشاب یا پاخانہ بہنے کی جگہ میں پایا، اس کو اٹھا کر صاف کیا اور اچھی طرح دھو کر اسے کھالیا تو اس لقمہ کے پیٹ میں پہنچنے سے پہلے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

تحقیق : **محدثین نےلکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔**(تنزیہ الشریعة ۲/۲٤۱// اللآلی المصنوعة ۲/۲۵۵// المطالب العالیة -باب ذکر التواضع فی المأکول- ۱۰/۷۸۸)

☆**من وجد کسرة من طعام او مما یؤکل فاماط عنها الاذی ثم اکلها کتبت له سبع مائة حسنة وان هو اماط عنها الاذی ثم رفعها کتبت له سبعون حسنة .**

ترجمہ : جس نے کھانے کی کسی چیز کا ٹکڑا پایا، اس کو صاف کر کے کھا گیا تو اس کے لئے سات سونیکیاں لکھی جائیں گی، اور اگر اس کو صاف کر کے کسی اونچی جگہ رکھ دیا تو اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جائیں گی۔

تحقیق : **علماء نے تصریح کی ہے یہ روایت موضوع ہے۔**

(اللآلی المصنوعة ۲/۲۵٦// تنزیه الشریعة ۲/۲٦۵)

☆**ان الاخوان اذا رفعوا ایدیهم عن الطعام لا یحاسب من اکل من فضل ذلک الطعام.**

ترجمہ : کھانے والوں کے کھانے سے فارغ ہوجانے کے بعد بچا ہوا کھانا جو کھالے گا اس کا حساب نہیں ہوگا۔

تحقیق : **اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔**(المغنی ۳۵٤ // التذکرة ۱٤٤)

فائدہ : **اس باب میں اور بھی مختلف روایتیں منقول ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے**

کہ جوشخص گرا ہوا لقمہ دستر خان سے اٹھا کر کھالے گا اس کی زندگی خوشحال گزرے گی، روزی میں وسعت ہوگی، اور اس کی اولاد میں عافیت رہے گی اسی طرح خطرناک امراض مثلا برص، جذام اور پاگل پنے سے محفوظ رہے گا، اور اولاد خوبصورت اور چالاک ہوگی، فقر سے حفاظت ہوگی وغیرہ۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ، علامہ سخاویؒ، ابن عراقؒ اور دیگر علماء نے ان میں سے بعض کو موضوع اور بعض کو منکر کہا ہے، البتہ مسلم کی ایک روایت ہے جو اس باب میں ثابت ہے کہ لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھالو اور اس کو صاف کرلو اور شیطان کے لئے مت چھوڑو۔ (التذکرة ۱٤۲ // المقاصد ٤۰۰ // تنزیه الشریعه ۲/۲٦۲)

بے گناہ کے ساتھ کھانا

☆ **من اکل مع مغفور له غفر له .**

ترجمہ : جو کسی بے گناہ کیساتھ کھائے گا اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔

(المقاصد ٤۰۱ // الاسرار ۳۱۹ // التذکرة ۱٤٤ // کشف الخفاء ۲/۲۷۱)

فائدہ : اسی طرح یہ جو مشہور ہے کہ- بچہ جس دسترخوان پر کھاتا ہے اس کھانے کا حساب نہیں ہوتا- اس کی کوئی اصل مجھے نہیں ملی۔

انار میں جنت کا دانہ

ما من رمان الا ويلحق بحبة من رمان الجنة .

ترجمہ : ہرانار میں جنت کے انار کا ایک دانہ ملایا جاتا ہے۔

تحقیق : اس حدیث کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے، لیکن ضعیف کہنا مناسب حال ہے جیسا کہ علامہ سخاویؒ، علامہ سیوطیؒ، ابن عراقؒ وغیرہ کا رجحان ہے۔

(المقاصد ٣٧١// الاسرار ٤١٠// تنزيه الشريعة ٢/٢٤٣)

ناخن کاٹنے کے متعلق

☆**من قلم اظفاره يوم السبت خرج منه الداء و دخل فيه الشفاء** الخ.

ترجمہ : جو اپنے ناخن سنیچر کو کاٹے گا تو اس کی بیماری دور ہوگی اور اس کو شفاء ملے گی (یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں ہفتے کے ہر دن میں ناخن کاٹنے کی ایک الگ فضیلت بیان کی گئی ہے، پوری حدیث ذیل کے حوالوں میں دیکھئے)

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(الفوائد ٢٤٨// رد المحتار ٩/٤٩٦// التذكرة للفتنى ١٦٠)

☆**من قص اظفاره مخالفا لم ير في عينيه رمداً.**

ترجمہ : جو شخص اپنے ناخن مخالف طور پر کاٹے گا اس کی آنکھوں میں تکلیف نہیں ہوگی۔

تحقیق : علماء نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(الاسرار ٣٤١// کشف الخفاء ٢/٣٢١// المقاصد ٤٢٤// رد المحتار ٩/٤٩٦)

"مُخالفاً" کی تشریح: دائیں ہاتھ سے اس طرح شروع کیا جائے پہلے چھوٹی انگلی ، پھر بیچ والی ، پھر انگوٹھا، پھر چھوٹی انگلی کے پاس والی ، پھر شہادت کی انگلی، پھر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا، پھر بیچ والی انگلی، پھر چھوٹی انگلی، پھر اس کے پاس والی انگلی، پھر شہادت کی انگلی۔

(رد المختار ٩/٤٩٦)

اس ترتیب کی وضاحت میں حضرت علیؓ کے اشعار منقول ہے، لیکن ان کی نسبت حضرت علیؓ کی طرف بالکل جھوٹ ہے۔

☆ **(قال الغزالیؒ) سمعت انه ﷺ بدأ بمسبحته اليمنى و ختم بابهامه اليمنى و ابتدأفى اليسرى بالخنصر الى الابهام .**

ترجمہ : (امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ) میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے ناخن کاٹنے میں دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتداء کی اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کیا، اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم فرمایا۔

تحقیق : حافظ عراقیؒ نے اس کے متعلق لکھا ہے:

البداءة فى قلم الاظفار بمسبحته اليمنى والختم بابهامها و فى اليسرى بالخنصر الى الابهام لم اجد له اصلا

"یعنی ناخن کاٹنے میں دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتداء کرنے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرنے، اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم

کرنے کے متعلق کوئی اصل مجھے نہیں ملی"۔

ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کی کوئی ترتیب رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، علامہ شامیؒ نے بھی بعض علماء سے یہی نقل کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو اس کو مستحب سمجھنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مستحب ہونا ایک شرعی حکم ہے ،لہذا مستحب ثابت کرنے کے لئے بھی شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

(المغنی ۹۰// رد المحتار ۹/۴۹۷//الاسرار ۲۵۷)

دنیا کے متعلق

☆**الدنیا جیفة و طلابها(طالبوها) کلاب .**

ترجمہ : دنیا مردار ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں۔

تحقیق : یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں ہے، البتہ اس سے قریب قریب حضرت علیؓ کا ایک قول منقول ہے:

الدنیا جیفة فمن ارادها فلیصبر علی مخالطة الکلاب.

یہ روایت حضرت علیؓ پر موقوف ہے، اور ابن ابی شیبہ نے اس کو مرفوعا ذکر کیا ہے۔

(کشف الخفاء ۱/۴۶۴// الجد الحثیث ۱۴۶// موضوعات الصغانی ۳۶)

☆**الدنیا مزرعة الآخرة**........دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یعنی یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہے۔

(المقاصد۲۱۷// الاسرار ص۲۰۴// التذکرة ۱۷۴)

☆الدنیا حلالها حساب حرامها عقاب .

ترجمہ : دنیا کے حلال کا حساب ہے اور اس کے حرام پر سزا ہے۔

تحقیق : یہ حضرت علیؓ کا کلام ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔

(تذکرة الموضوعات ۱۷۳)

غور وفکر کی فضیلت

☆تفکر ساعة خير من عبادة سنة .

ترجمہ : ایک گھڑی غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔

تحقیق : یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت سری سقطیؒ کا کلام ہے۔(المصنوع ۸۲// الفوائد المجموعة ۳۱٤// کشف الخفاء ۳۵٦/۱// الموضوعات لابن جوزی ۱٤٤/۳// التذکرة۱۸۸)

☆ فكرة ساعة خير من عبادة ستين سنة .

ترجمہ : ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

تحقیق : اس روایت کی سند میں دو راوی جھوٹے ہیں (۱) عثمان بن عبداللہ القرشی الشامی (۲) اسحاق بن نجیح الملطی ،اس کو امام احمدؒ نے اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) کہا ہے، اسی وجہ سے ابن جوزیؒ اور البانی نے اس کو موضوع کہا ہے، البتہ حافظ عراقیؒ اور علامہ سیوطیؒ اس کے ضعف کے قائل ہیں، علامہ سیوطیؒ اس کی تائید میں ایک دوسری روایت

لائے ہیں، جس کے الفاظ ہیں:

تفکر ساعة فی اختلاف اللیل و النهار خیر من عبادة الف سنة.

''شب وروز کی گردش میں ایک گھڑی غور وفکر کرنا ایک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے''

لیکن اس روایت سے مقصود حاصل نہیں ہوتا، کیوں کہ الفاظ کے مختلف ہونے اور حضرت انسؓ پر موقوف ہونے کے علاوہ اسکی سند میں ایک راوی سعید بن میسرہ ہے، جس کے بارے میں ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ حضرت انسؓ سے موضوع روایتیں بیان کرتا ہے، اور یحیی القطانؒ نے اس کو جھوٹا کہا ہے، لہذا اس سے تائید حاصل نہیں ہوسکتی، بہر حال اگر اس کو موضوع نہ بھی مانا جائے تب بھی ضعف شدید کی بنا پر لائق اعتبار نہیں ہے۔

اور ایک روایت میں اسی (۸۰) سال کا عدد مذکور ہے، یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے۔(السلسلة ، رقم الحدیث ۱۷۳//الفوائد المجموعة ۳۱۴// الموضوعات لابن جوزی ج۳/۱۴۴// میزان الاعتدال ج۱-۲)

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم اس سلسلہ کی مختلف احادیث پر محدثانہ کلام کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

> ان ساری عبارات سے حدیث کا مقام خود متعین ہوجاتا ہے، بظاہر مرفوعا ثابت ہونا مشکل ہے، اس لئے کہ کوئی طریق (سند) علت قادحہ سے خالی نہیں ہے۔(نوادر الفقه ۱۳۸)

قربانی کے متعلق

☆**عظموا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم .**

ترجمہ : قربانی کے جانوروں کو موٹا کرو کیوں کہ وہ پلصراط پر تمہاری سواریاں بنیں گی۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المقاصد ۵۸ // کشف الخفاء ۱/۱۴۳)

☆**استفرهوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم.**

ترجمہ : قربانی کے جانوروں کو چھانٹ کر پسند کرو کیوں کہ وہ پلصراط پر تمہاری سواریاں بنیں گی۔

تحقیق : یہ روایت بہت زیادہ ضعیف ہے، علامہ سخاویؒ نے ابن صلاحؒ سے نقل کیا ہے کہ ''یہ حدیث غیر معروف ہے، اور میرے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے''۔

(السلسلة ، رقم الحديث ۲۶۸۷ // المقاصد ۵۸ // کشف الخفاء ۱/۱۴۳)

☆**ان الله تعالی یعتق بکل عضو من الضحية عضوا من المضحی .**

ترجمہ : اللہ تعالی قربانی کے جانور کے ہر ہر عضو کے بدلے قربانی کرنے والے کے ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دیں گے۔

تحقیق : ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ میں نے ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی ، ابن

الصلاح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے اس کی کوئی سند جس سے یہ فضیلت ثابت ہو نہیں ملی۔ (التلخیص الحبیر - کتاب الضحایا - ٤/٣٤٣)

☆**من ضحی طیبة بها نفسه محتسبا لاضحیته کانت له حجابا من النارِ.**

ترجمہ : جس نے ثواب کی امید کے ساتھ قربانی کی تو وہ قربانی اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائے گی۔

تحقیق : یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی ابوداود کذاب ہے۔

(التلخیص الحبیر - کتاب الضحایا - ٤/٣٤٣ // السلسلة ٥٢٩)

موت ومابعد الموت کا تذکرہ

☆**موتوا قبل ان تموتوا** ......موت آنے سے پہلے ہی مرجاؤ۔

تحقیق : علماء نے تصریح کی ہے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

(المقاصد ٤٣٦ // الاسرار ٣٤٨ // کشف الخفاء ٢/٣٤٦)

☆**الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب.**

ترجمہ : موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتا ہے۔

تحقیق : اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا بے اصل ہے، تفسیر مظہری اور تذکرۃ الموتی للقرطبی میں اس کلام کی نسبت حبان بن اسود کی طرف کی گئی ہے جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ حبان بن اسود کا قول ہے۔(تفسیر مظهری-سورة البقرة- // التذكرة للقرطبی-باب النهی عن تمنی الموت-)

☆**من زار قبر ابويه او احدهما فی كل جمعة غفر له و كتب برّا.**

ترجمہ : جو اپنے والدین یا ان میں ایک کے قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور وہ فرماں بردار لکھا جائے گا۔

تحقیق : یہ روایت نا قابل اعتماد ہے، اس کی سند میں محمد بن نعمان مجہول ہے، عبد الکریم ابن ابو المخارق ضعیف ہے اور یحیی بن علاء جھوٹا راوی ہے، امام احمد بن حنبل نے اس کو کذاب کہا ہے، اور وکیع نے اس کو جھوٹا کہا ہے، اور نسائی اور دار قطنی نے اس کو متروک کہا ہے۔(السلسلة ، رقم ٤٩ // الفوائد المجموعة ٣٤٥ //المغنی)

☆**ان من دفن بمكة و لم يكن لائقا بها تنقله الملائكة.**

ترجمہ : جو کوئی مکہ میں مدفون ہوتا ہے لیکن اس کے لائق نہیں ہوتا تو فرشتے اس کو وہاں سے منتقل کر دیتے ہیں۔

تحقیق : علماء نے تصریح کی ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار ١٢٠ //كشف الخفاء ١٣٨/١)

☆**قال اعرابی:یا رسول الله من يلی حساب الخلق؟ فقال: الله تبارك وتعالی قال هو بنفسه ؟ قال: نعم ، فتبسم الاعرابی فقال ﷺ مم ضحكت يا اعرابی ؟ فقال ان الكريم**

اذا قدر عفا ، واذا حاسب سامح ، فقال النبی ﷺ صدق الاعرابی ، الا لا کریم اکرم من اللہ تعالی ، ھو اکرم الاکرمین، ثم قال فقہ الاعرابی.

ترجمہ : ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! مخلوق کا حساب کون لے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ''، اس نے کہا: کیا خود اللہ تعالیٰ حساب لیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا ''جی ہاں''، وہ اعرابی ہنسنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اعرابی تمہارے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ اس اعرابی نے کہا کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے، اور حساب لیتا ہے تو درگزر کرتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اعرابی نے ٹھیک کہا، سنو! اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی کریم نہیں ہے، وہ سب کریموں سے بڑا کریم ہے، پھر فرمایا کہ اعرابی نے ٹھیک سمجھا۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی عن حمل الاسفار ۱۰۵۵)

قیامت کے دن سورج کی دوری

قیامت کے دن سورج کی دوری کی مقدار کے متعلق احادیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

☆ **قید میل او اثنین.** (ایک میل یا دو میل)

(ترمذی- باب ما جاء فی شأن الحساب و القصاص-)

☆ **حتی یکون قاب قوسین.** (ایک کمان یا دو کمان)

(مصنف ابن ابی شیبه -کتاب الفضائل، ما اعطی الله محمدا ﷺ-)

☆ **حتی تکون من رؤوسهم قاب قوس او قوسین.**

(مصنف عبد الرزاق - باب قیام الساعة-)

مذکورہ روایتوں میں قیامت کے دن سورج کی دوری کی مقدار ''ایک میل یا دو میل'' اور کہیں ''ایک کمان یا دو کمان'' مذکور ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''سورج قیامت کے دن سوا نیزے کے برابر ہوگا'' تلاش کے باوجود مجھے یہ بات حدیث میں نہیں ملی۔

قیامت کے دن ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جانا

☆**یدعی (ر-ان الله یدعوا) الناس یوم القیمة بامهاتهم سترا من الله عزّ وجلّ علیهم.**

ترجمہ : قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے بلایا جائے گا، یہ اللہ کی طرف سے بندوں پر پردہ پوشی ہوگی۔

تحقیق : علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی ساری سندیں کمزور ہیں، اور یہ روایت ان دو روایتوں کے خلاف ہے جن سے باپ کی طرف منسوب کئے جانے کا پتہ چلتا ہے، پھر ان دو روایتوں کو بیان کیا ہے، بعض علماء نے علامہ سخاویؒ سے اتفاق کیا ہے، اور بعض علماء نے تو اس کو صاف موضوع ہی کہہ دیا ہے، خلاصہ یہ کہ یہ روایت غیر معتبر ہے۔

(المقاصد // کشف الخفاء ۱/۲۸۲//التذکرة ۲۲٤)

مفتی یوسف صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ج۱)

جنت میں ڈاڑھی

☆ **ان لابراهیم علیہ السلام الخلیل ولابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لحیة فی الجنة.**

ترجمہ : بلاشبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت میں ڈاڑھی ہوگی۔

تحقیق : یہ روایت ثابت نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے ابن حجرؒ کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

لم یصح ان للخلیل ولاللصدیق لحیة فی الجنةولا اعرف ذلك فی شیئ من الکتب المشهورة ولا الاجزاء المنثورة۔

''حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور حضرت ابوبکر صدیق کو جنت میں ڈاڑھی ہونا ثابت نہیں ہے، میں نے کسی بھی حدیث کی کتاب میں اس کو نہیں دیکھا نہ بڑی مشہور کتابوں میں ،نہ چھوٹی کتابوں میں'' (المقاصد الحسنة ۱۱۶)

☆**اهل الجنة جرد مرد الا موسی بن عمرانؑ فان لحیته**

تضرب الی سرته .

ترجمہ : جنت والوں کے پورے بدن پر بال نہیں ہوں گے اور نہ ہی ڈاڑھی ہوگی سوائے حضرت موسیٰ کے کہ ان کی ڈاڑھی ناف تک لمبی ہوگی۔

تحقیق : ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے

لم یصح و کذاماقیل فی حق موسیؑ و هارونؑ وآدمؑ۔

''یعنی یہ روایت ثابت نہیں ہے، اسی طرف وہ بھی ثابت نہیں ہے جو حضرت موسیٰ، حضرت ہارونؑ اور حضرت آدمؑ کے بارے میں کہا جاتا ہے (یعنی جنت میں ڈاڑھی ہونا)''۔

علامہ سخاویؒ نے ان سب روایتوں کا تذکرہ کر کے لکھا ہے

و لا اعلم شيئا من ذلك ثابتا۔

''ان روایتوں میں سے کسی کے ثبوت کا مجھے علم نہیں ہے''۔(المصنوع ٦٦//المقاصد ١١٦)

جہنم کا فنا ہونا

☆**یأتی علی جهنم یوم ما فیها من بنی آدم احد تخفق ابوابها کأنها ابواب الموحدین.**

ترجمہ: جہنم پر ایک ایسا دن آئے گا کہ اس میں بنی آدم میں سے کوئی نہ ہوگا، اس کے دروازے بج رہے ہوں گے گویا کہ وہ اہل توحید کے دروازے ہوں۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔

(اللآلی المصنوعة ٢/٦٦//تنزیه الشریعة ٢/٣٧٩)

متفرق احادیث

☆قال ابو بکرؓ یا رسول اللہ هل من جهاد غير قتال المشركين ؟ قال نعم يا ابا بكر ، ان لله تعالى مجاهدين فى الارض افضل من الشهداء احياء مرزوقين يمشون على الارض يباهى الله بهم ملائكة السماء و تزين لهم الجنة كما تزينت ام سلمة لرسول الله ﷺ فقال ابو بكر يا رسول الله ومن هم ؟ قال الآمرون بالمعروف و الناهون عن المنكر والمحبون فى الله والمبغضون فى الله ثم قال والذى نفسى بيده ان العبد منهم ليكون فى الغرفة فوق الغرفات فوق غرف الشهداء للغرفة منها ثلاثمائة الف باب منها الياقوت والزمرد الاخضر على كل باب نور وان الرجل منهم ليزوج بثلاثمائة الف حوراء قاصرات الطرف عين كلما التفت الى واحدة منهن فنظر اليها تقول له أتذكر يوم كذا و كذا أمرت بالمعروف و نهيت عن المنكر كلما نظر الى واحدة منهن ذكرت له مقاما امر فيه بمعروف و نهى فيه عن منكر .

ترجمہ : حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا ایسا بھی کوئی جہاد ہے جس میں مشرکین سے قتال نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں اے ابوبکر! بیشک زمین میں اللہ تعالی کے ایسے مجاہدین ہیں جو شہداء سے افضل ہیں، جو زندہ اور اللہ کی طرف سے

رزق یافتہ ہیں، وہ زمین پر چلتے ہیں، اور اللہ تعالی آسمان پر فرشتوں کے سامنے ان پر فخر فرماتے ہیں، اور ان کے لئے جنت اس طرح مزین ہوتی ہے، جس طرح ام سلمہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سنورتی ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، اور اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی کرنے والے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات جس کے قبضے میں میری جان ہے بیشک ان میں سے ایک بندہ شہداء کے بالا خانوں کے اوپر ایسے ایک بالا خانے میں ہوگا کہ اس کے تین لاکھ دروازے یاقوت اور سرخ زمرد کے ہوں گے، ان میں ہر دروازے پر نور ہوگا، ان میں ہر ایک آدمی نیچی نگاہوں والی تین لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا، جب بھی ان میں سے کسی ایک حور کے پاس جائے گا اور اس کی طرف دیکھے گا تو وہ حور کہے گی کہ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے بھلائی کا حکم کیا تھا اور برائی سے روکا تھا،، اسی طرح جب بھی وہ کسی حور کی طرف دیکھے گا وہ حور کوئی ایسا موقع یاد دلائے گی جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کیا تھا۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اس کے مضمون میں بھی نکارت ہے۔ (المغنی عن حمل الاسفار ۵۸۷)

☆الصدق ینجی والکذب یھلک.

ترجمہ : سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

تحقیق : حضرت شیخ یونس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ لفظ تلاش کے باوجود اب تک نہیں ملا (یعنی حدیث نہیں البتہ معنی صحیح ہے)۔ (نوادر الحدیث ۴۰۵)

☆**البخیل لا یدخل الجنة و لو کان عابدا ، والسخی لا یدخل النار ولو کان فاسقا.**

ترجمہ : بخیل جنت میں نہیں جائے گا اگر چہ وہ عابد ہو، اور سخی جہنم میں نہیں جائے گا اگر چہ وہ فاسق ہو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(الاسرار المرفوعة ١٦٣)

شیخ سعدیؒ نے شاید اسی روایت کو اس شعر میں پیش کیا ہے:

بخیل اربود زاہد بحر و بر
بہشتی نہ باشد ز حکم خبر

''بخیل اگر چہ بحر و بر کا زاہد ہو جنتی نہ ہوگا حدیث کے حکم کے مطابق''۔

☆**تخلقوا باخلاق الله**......اللہ تعالی کے اخلاق اختیار کرو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل احادیث مرفوعہ میں نہیں ملتی، حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

یہ صوفیانہ کلام ہے، حدیث کی کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔

(نوادر الحدیث اللآلی المنثوره ٣٥٢//السلسلة ٢٨٢٢)

☆**من عرف نفسه فقد عرف ربه.**

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے۔(المقاصد الحسنة ١٩ ٤// الاسرار ٣٣٧)

☆**القلب بيت الرب**..........دل اللہ کا گھر ہے۔

تحقیق : یہ بھی حدیث نہیں ہے۔(المقاصد ۳۰۸ // الاسرار ۲۵۸)

☆**التكبر على المتكبر صدقة .**

ترجمہ : متکبر کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔

تحقیق : بقول محدثین یہ حدیث نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعة ۱۷۵ // كشف الخفاء ۱/۳۵۹.)

☆**اليقين الايمان كله**.......یقین ہی پورا ایمان ہے۔

تحقیق : یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرت ابن مسعودؓ کا کلام ہے، امام بخاری نے اس کو کتاب الایمان میں تعلیقاً بیان کیا ہے۔

(الاسرار ۳۷۹ // التذكرة ۱۱ // كشف الخفاء ۲/۴۸۸)

☆**حب الوطن من الايمان .**

ترجمہ : وطن سے محبت کرنا ایمان میں سے ہے۔

تحقیق : علماء نے تصریح کی ہے یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

(المقاصد ۱۸۳ // التذكرة ۱۱ // كشف الخفاء ۱/۳۹۳ // الاسرار ۱۸۹)

☆**لعن الله الفروج على السروج .**

ترجمہ : سواری پر سوار ہونے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

تحقیق : ملا علی قاریؒ اور ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ابن حجرؒ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ ابن عدیؒ نے سند ضعیف سے اس کے ہمعنی ایک روایت بیان کی ہے **نهى ذوات الفروج ان يركبن السروج** (آپ ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ عورتیں زین پر سوار ہوں)

(الاسرار ۲۷۷// الدراية فی تخريج احاديث الهداية ۲/ ۲۴۱)

☆**المغتاب و المستمع شريكان فی الاثم.**

ترجمہ : غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

تحقیق : یہ روایت احیاء العلوم میں مذکور ہے، علامہ سبکیؒ کو اس کی کوئی اصل نہیں ملی، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان الفاظ سے کوئی حدیث نہیں ہے۔

(منهج الحياة الايمانية ۱۴۷)

☆**اتقوا مواضع التّهم** ....تہمت کی جگہوں سے بچو۔

تحقیق : محدثین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

(الاسرار ۱۰۵// الفوائد المجموعة ۳۱۴// كشف الخفاء ۱/ ۵۸)

☆**من ابتلى ببليتين فليختر اسهلهما .**

ترجمہ : جو کوئی دو مصیبتوں میں پھنس جائے اس کو چاہئے کہ ان میں سے سہل کو اختیار کر لے۔

تحقیق : یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہے، البتہ اس کے ہم معنی ام المؤمنین حضرت

عائشہؓ کا یہ قول ہے:

ماخیر النبی ﷺ بین امرین الا اختار ایسرھما مالم یکن اثما

''رسول اللہ ﷺ کو جب دو باتوں کا اختیار ملتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو''۔ (المقاصد ٤٠١ // الاسرار ٣١٢)

☆**من جد وجد**.........جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔

تحقیق : ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔(الاسرار ٣٢٦)

☆**السنة الخلق اقلام الحق.**

ترجمہ : مخلوق کی زبانیں حق کے قلم ہیں۔

تحقیق : علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ وہ کسی بزرگ کا کلام ہے۔ (المقاصد ٨٤ // المصنوع ٥٨)

شاید یہی بات اردو میں اس طرح مشہور ہے ''زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو''۔

☆**ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن .**

ترجمہ : جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

تحقیق : یہ حدیث نہیں بلکہ ابن مسعودؓ کا کلام ہے۔

(المقاصد ٣٦٧ // التذكرة ٩١)

☆**ما من يوم يصبح فيه الانسان الا استقبل الروح الجسد**

یقول یاجسد اسألک بوجه الله الذی لا یرد سائله ان لا تعمل الیوم عملا یوردنی جهنم .

ترجمہ : ہر صبح انسان کی روح بدن کی طرف متوجہ ہوکر کہتی ہے کہ اے بدن میں تجھ سے اس اللہ کے وسیلہ سے درخواست کرتی ہوں جس کے نام پر سوال کرنے والا واپس نہیں کیا جاتا کہ آج تو ایسا کام مت کرنا جو مجھے جہنم میں پہنچادے۔

تحقیق : اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(اللآلی المصنوعة ۲/۱۸٦// تنزیه الشریعة ۲/۲۱۹// التذکرة ۲۰۱)

فائدہ : صبح کو سارے اعضاء کا زبان سے عاجزی کے ساتھ درست رہنے کی درخواست کرنا ثابت ہے، ترمذی (باب حفظ اللسان) میں یہ روایت مذکور ہے۔

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دبادے یہ بے اصل ہے، اور یہ حدیث موضوع ہے کہ انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے۔

(آداب المعاشرت رص ٦٠)

☆ حضرت علامہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ اس کی کوئی نقل نہیں ہے کہ بچوں کی عبادت کا ثواب والدین کو ملتا ہے۔ (ملفوظات کشمیری ۲۳۹)

☆**ایاک و السجع یا ابن رواحة.**

ترجمہ : اے ابن رواحہ! اپنے آپ کو سجع سے دور رکھو۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (الاسرار ۱٤۰// المغنی ۲۷)

☆**انکم فی زمان الهمتم فیه العمل و سیأتی قوم یلهمون الجدل.**

ترجمہ : تم ایسے زمانے میں ہو کہ تمہیں عمل کی توفیق دی جاتی ہے، ایک قوم ایسی آئے گی جسے مناظرہ کا خیال غالب رہے گا۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعة ۱۳۰// المغنی ۳۰//تذکرة الموضوعات ۲٤)

☆**من اولی ما اوتیتم الیقین و عزیمة الصبر و من اعطی حظه منهما لم یبال ما فاته من قیام الیل و صیام النهار**

ترجمہ: جو چیزیں تمہیں دی گئی ہیں ان میں سب سے بہتر یقین اور صبر کی خصلت ہے، جس کو بھی ان دونوں خصلتوں میں سے حصہ ملا تو وہ قیام لیل اور دن کے نفلی روزوں میں سے کچھ فوت ہو جائے تو اس کی پرواہ نہ کرے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ ایک روایت اس طرح ہے **ما انزل الله شیئا اقل من الیقین و لا قسم شیئا بین الناس اقل من الحلم** (اللہ نے یقین سے کم کوئی چیز نہیں اتاری اور حلم سے کم لوگوں میں کوئی چیز تقسیم نہیں کی)۔

(الاسرار المرفوعة ۱٤۸ //کشف الخفاء ۱/۲۹۷ // المغنی ٤٤)

☆**ان لله ملکا ینادی کل یوم من خالف سنة رسول الله ﷺ لم تنله شفاعته**

ترجمہ : اللہ کا ایک فرشتہ روزانہ اعلان کرتا ہے کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرے گا وہ ان کی سفارش سے محروم رہے گا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (المغنی ٤٦)

☆من حمل طرفة من السوق الی عیاله فکأنما حمل الیهم صدقة.

ترجمہ : جو بازار سے اپنے عیال کے لئے کوئی عمدہ چیز لے جائے گا تو گویا اس نے ان صدقہ دیا۔

تحقیق : یہ روایت یا تو موضوع ہے یا بہت زیادہ کمزور ہے۔(المغنی ٤٠٥ // تذکرة الموضوعات للفتنیؒ ١٣١ // السلسلة ج١٤ رقم الحدیث ٦٥١٧ // الفوائد المجموعة ١٧٣ // کتاب تذکرة الموضوعات للمقدسی ٨٥)

☆نعم العون علی الدین المرأ ة الصالحة

ترجمہ : نیک بیوی دین کے لئے کیا ہی اچھی مددگار ہے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المغنی ١٠٢٥ // الفوائد المجموعة ١٦٣ // تذکرة الموضوعات ١٢٤)

☆من صبر علی سوء خلق امرأته اعطاه الله من الاجر مثل ما اعطی ایوبؑ علی بلائه و من صبرت علی سوء خلق زوجها اعطاها الله مثل ثواب آسیة امرأة فرعون

ترجمہ : جو شخص اپنی بیوی کی بد اخلاقی پر صبر کرے گا اس کو اللہ تعالی اتنا اجر دیں گے جتنا ایوبؑ کو ان کی مصیبت پر دیا تھا، اور جو عورت اپنے شوہر کی بد اخلاقی پر صبر کرے گی اس کو اللہ تعالی فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے برابر ثواب دیں گے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۳۹۰ // السلسلة ج۲ رقم الحدیث٦٢٧ // تذکرة الموضوعات ١٢٨ //الفوائد المجموعة ١٧٥)

☆خیر تجارتکم البز وخیر صناعتکم الخرز

ترجمہ : سب سے بہترین تجارت کپڑے کی تجارت ہے، اور سب سے بہترین کاریگاری سلائی ہے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(الاسرار ٢٠٠ //کشف الخفاء ١/ ٤٤٠ //تذکرة الموضوعات ١٣٥// المغنی٤٢٩ // الفوائد المجموعة ١٩١)

☆ما من لیلة الا ینادی مناد یا اهل القبور من تغبطون ؟ قالوا نغبط اهل المساجد لانهم یصومون ولا نصوم و یصلون و لا نصلی و یذکرون الله و لا نذکر ه

ترجمہ : ہر رات ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اے قبر والوں! تمہیں کن لوگوں پر رشک آتا ہے، وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم مسجد والوں پر رشک کرتے ہیں، کیوں کہ وہ روزہ رکھتے ہیں جبکہ ہم اس پر قادر نہیں ہیں، اور وہ نماز پڑھتے ہیں اور ہم نماز سے محروم ہیں، اور وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۵۲۰//الاسرار ۳۰۰// کشف الخفاء ۲/۲۲۴// تذکرۃ الموضوعات ۳۶// الفوائد المجموعۃ ۴۵)

☆طال شوق الابرار الی لقائی و انا الی لقائهم اشد شوقا.

ترجمہ : نیک لوگ کو میری ملاقات کا اشتیاق طویل ہوگیا، اور میں ان کی ملاقات کا سب سے زیادہ مشتاق ہوں۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۷۱۰ // التذکرۃ ۱۹۶)

☆ما النار فی الیبس باسرع من الغیبة فی حسنات العبد

ترجمہ : خشک گھاس میں آگ اتنی تیزی سے نہیں چلتی جتنی تیزی سے غیبت بندے کی نیکیوں میں چلتی ہے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۸۲۲ // کشف الخفاء ۲/۲۲۷// الاسرار المرفوعۃ ۳۰۱//تذکرۃ الموضوعات ۱۶۹)

☆الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا .

ترجمہ : لوگ سوئے ہوئے ہیں جب موت آئے گی تب بیدار ہوں گے۔

تحقیق : یہ حدیث رسول ﷺ نہیں ہے بلکہ حضرت علیؓ کا قول ہے۔

(کشف الخفاء ۲/۳۷۴// الاسرار المرفوعۃ ۳۵۳ //المغنی ۹۹۳ //تذکرۃ الموضوعات ۲۰۰ // المقاصد الحسنۃ ۴۴۲)

☆انی ادنی ما اصنع بالعبد اذا آثر شهوته علی طاعتی ان احرمه لذة مناجاتی.

ترجمہ : جن بندہ اپنی خواہشات کو میری اطاعت پر مقدم کردیتا ہے تو اس کے ساتھ سب ادنی معاملہ یہ کرتا ہوں کہ اس کو میری مناجات سے محروم کردیتا ہوں۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۱۰۰٦ // التذکرة ۱۷۲)

☆من اجلال الله تعالی و معرفة حقه ان لا تشکو وجعک و لا تذکر مصیبتک

ترجمہ : اللہ تعالی کا اکرام اور ان کے حق کی معرفت میں سے یہ بات ہے تو تیری درد کا شکوہ نہ کرے، اور تیری مصیبت کا ذکر نہ کرے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(الفوائد المجموعة ۳۱۵ // المغنی ۱۰۱۷ // تذکرة الموضوعات ۱۸۹)

☆ان الله تعالی یبغض الشاب الفارغ.

ترجمہ : اللہ تعالی فارغ رہنے والے جوان کو ناپسند فرماتے ہیں۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(المغنی ۱۰۱۷ // الفوائد المجموعة ۱۹۰ // تذکرة الموضوعات ۱۳٤)

☆ان النبی ﷺ سأل ربه فی ذنوب امته فقال یا رب اجعل حسابهم الی لئلا یطلع علی مساویهم غیری فاوحی الله

تعالی الیه هم امتک وهم عبای و انا ارحم بهم منک لااجعل حسابهم الی غیری لئلا تنظر الی مساویهم انت و لا غیرک

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے اپنے امت کے گناہوں کے سلسلہ میں ایک درخواست کی کہ اے میرے رب ان کا حساب میرے سپرد کردیجئے، تاکہ ان کی برائیوں پر میرے سوا کوئی مطلع نہ ہو، اس پر اللہ تعالی وحی فرمائی کہ وہ آپ کی امت ہے، اور میرے تو وہ بندے ہیں، اور آپ سے زیادہ میں ان پر مہربان ہوں، میں ان کا حساب میرے علاوہ کسی کے سپرد نہیں کروں گا تاکہ آپ بھی اور کوئی دوسرا ان کی برائیوں کو نہ دیکھ پائے۔

تحقیق : اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(المغنی ۱۰۵۱//التذکرۃ ۲۲۶)

اسرائیلیات

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تو اس وقت فرشتوں کا مدد کے لئے اترنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کہہ کر رد کر دینا کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔

فائدہ: ابن عراقؒ نے ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(تنزیه الشریعه ۱/ ۲۵۰)

☆ ہاروت و ماروت کا شراب پینا، زہرہ نامی عورت سے زنا کرنا، پھر ایک آدمی کو قتل کرنا، زہرہ کا اڑ کر آسمان کا ستارہ بن جانا، اور ہاروت و ماروت کو کابل کے کنویں میں سزا کے طور پر لٹکایا جانا۔

فائدہ: شہاب عراقیؒ نے لکھا ہے کہ زہرہ سے زنا کی وجہ سے ہاروت و ماروت کو سزا دیئے جانے کا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿**لا یعصون اللہ فی ما امرھم**﴾ (وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے)۔

☆ شیطان کا سانپ کے پیٹ میں گھس کر جنت میں جانا۔

☆ قوم عمالقہ کی قد وقامت کی مبالغہ آمیز روایتیں مثلاً قوم عمالقہ کے ایک آدمی کے موزے کے سایہ میں موسیٰؑ کی قوم کے ستر آدمی بیٹھ سکتے تھے، قوم عمالقہ کے ایک آدمی نے موسی علیہ السلام کی قوم کے بارہ آدمیوں کو جیب میں ڈال دیا۔

☆ قوم عمالقہ کے ایک آدمی عوج بن عنق کی عجیب وغریب قد وقامت مثلاً وہ سمندر سے مچھلیاں پکڑتا تھا اور سورج پر بھون لیتا تھا، طوفان نوح میں پہاڑ تو ڈوب گئے مگر پانی اس کے گھٹنے تک بھی نہیں پہنچ سکا، موسیٰؑ کا قد دس ہاتھ تھا، ان کا عصا دس ہاتھ کا تھا، موسی علیہ السلام نے دس ہاتھ بلندی پر اچھل کر اس کو عصا مارا تب جا کر اس کے ٹخنے میں لگا۔

☆ کشتیٔ نوح کی تفصیلات، مثلاً وہ کہاں بنی؟ کتنے وقت میں بنی؟ کس چیز کی تھی؟ کتنی لمبی کتنی چوڑی تھی؟ اس کی کتنی منزلیں تھیں؟ اس میں سے کوئی بات بھی قرآن وحدیث میں نہیں ہے، اسی طرح ہاتھی کی دم سے سور کا پیدا ہونا، شیر کی پیشانی سے بلی کا پیدا ہونا، گدھے کے ساتھ شیطان کا سوار ہو جانا یہ سب اسرائیلی خرافات ہیں۔

☆ بلقیس کا غلام باندیوں کو مخلوط کر کے بھیجنا، سلیمان علیہ السلام کی طرف سے سونے چاندی کی اینٹیں بچھانے کا حکم، بلقیس کے لئے بال صفا پاؤڈر بنوانا۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا اس حد تک پہنچ جانا کہ لوگ ان سے دور

بھاگنے لگے، ان سے نفرت کرنے لگے، ان کی بیوی کے علاوہ سب لوگوں کا انہیں چھوڑ دینا، انہیں گاؤں کے باہر نکال دینا۔

☆ زمین ایک چٹان پر ہے، اور چٹان بیل کی سینگ پر ہے، اسی بیل کی حرکت سے زلزلہ آتا ہے۔

☆ شداد کی جنت کا واقعہ اور اس کی ساری تفصیلات۔

☆ نمرود کا لنگڑے مچھر سے مرنے کا واقعہ۔

☆ یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیوں سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال کرنا اور بھیڑیوں کا جواب دینا۔

یہ ساری روایتیں ان کتابوں سے لی گئی ہیں "**الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر**"، " تفسیروں میں اسرائیلی روایات"، اور انہوں نے تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی سے نقل کیا ہے، جن روایتوں کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے وہ ساری اسرائیلی روایات ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں داخل ہوگئی ہیں، ان میں سے کسی چیز کا تذکرہ قرآن وحدیث میں نہیں ملتا۔

رئیس المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صاحب لکھتے ہیں کہ:

تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں جو اسرائیلیات ہیں ان میں سے بیشتر علمائے اہل کتاب سے مروی ہیں، ان پر کسی حکم شرعی یا کسی اعتقاد کی بنیاد قائم کرنا جائز نہیں ہیں۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۱۳۱/۳)

الفوز الکبیر میں شاہ صاحبؒ نے تفسیر میں اسرائیلی روایت نقل کرنے کو اسلام کے

خلاف ایک سازش قرار دیا ہے۔(رحمۃ اللہ الواسعہ ۳؍۱۳۰)

تحقیق طلب مروجہ احادیث

یہاں کچھ ایسی احادیث نقل کی جاتی ہیں جو عام طور پر سنی جاتی ہیں، لیکن ان کا حال معلوم نہیں ہوسکا ہے، نہ اس کا موضوع ہونا معلوم ہوا ہے اور نہ معتبر ہونا، تاکہ سب اس کی تحقیق کرنے کی کوشش کرے، اور جب تک حقیقت واضح نہ ہو اس کو بیان کرنے سے احتراز کیا جائے، اگر کسی کو کسی روایت کے متعلق کوئی علم ہو تو احقر کو مطلع کریں۔

☆ حضرت موسی علیہ السلام بیمار ہوئے، انہوں نے اللہ تعالی سے دعا کی، اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ فلاں پودا کھاؤ، حضرت موسیٰ نے اسے کھایا تو اللہ تعالی نے انہیں شفا دے دی، پھر جب دوسری مرتبہ بیمار ہوئے تو بغیر اللہ سے دعا کئے وہ ہی پودا پھر کھالیا لیکن اس مرتبہ شفایاب نہیں ہوئے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے موسی! شفا میرے ہاتھ میں ہے، پہلی مرتبہ میں نے اس پودے میں شفا رکھی تھی اس لئے آپ کو صحت ملی، اور دوسری مرتبہ میں نے اس میں شفا نہیں رکھی تھی۔

☆ استاذ کی مار سے جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

☆ جنتی حور کو دیکھ کر ۷۰ سال تک مدہوش رہے گا، اور حور داعی کو دیکھ کر ۷۰ سال مدہوش رہے گی۔

☆ داعی یا گشت کرنے والے سے لگ کر جو ہوا گذرے گی وہ ہوا جہاں جہاں چلے گی ہدایت کے فیصلے ہوں گے۔

سوال : نوح علیہ السلام ساڑے نوسو سال تک دعوت دی، کیا ساڑے نوسو سال میں ان سے لگ کر چلنے والی ہوا۱۰۰ الوگوں کو بھی نہ لگ سکی؟ یا ان کی دعوت میں کچھ کمی تھی؟۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام دعوت کی راہ میں اتنی تکلیف اٹھاتے کہ پتھروں میں دب جاتے، جبرئیل علیہ السلام آکر انہیں نکالتے۔

☆ جس کی طرف اللہ تعالی ایک مرتبہ رحمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسے جہاد کے لئے قبول فرماتے ہیں، اور جس کی طرف دس مرتبہ رحمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسے حج کے لئے قبول فرماتے ہیں، اور جس کی طرف ستر مرتبہ رحمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسے اللہ کے راستے میں نکالتے ہیں۔

آخری بات

مذکورہ موضوعات کے علاوہ بہت سی بے سند باتیں اور بھی مروج ہیں، ان کی صحت یا عدم صحت کا ثبوت ملے بغیر ان کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، تاہم اتنا احتیاط ہر کوئی کر سکتا ہے کہ جب تک کسی روایت کی صحت کا ثبوت نہ مل جائے اسے بیان نہ کرے، اگر ہر ایک شخص یہ طریقہ اپنائے گا تو موضوعات خود بخود دفن ہو جائیں گی۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم ، سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين

ماخذ و مراجع

(۱)صحیح بخاری
(۲)صحیح مسلم
(۳)المستدرك علی الصحیحین للحاکم
(٤)سنن ترمذی
(٥)سنن ابوداؤد
(٦)ابن ماجه
(۷)مصنف ابن ابی شیبة
(۸)مصنف عبد الرزاق
(۹)سنن دارمی
(۱۰)تفسیر مظهری
(۱۱)تخریج احادیث وآثار کتاب "فی ظلال القرآن"
(۱۲)فتح الملهم
(۱۳)شرح مسلم للنوویؒ
(۱٤)عمدة القاری
(۱٥)فیض القدیر للمناویؒ
(۱٦)المقاصد الحسنة للسخاویؒ
(۱۷)تذکرة الموضوعات للفتنیؒ
(۱۸)الفوائد الموضوعة
(۱۹)الموضوعات للصغانی
(۲۰)الجد الحثیث
(۲۱)کشف الخفاء للعجلونیؒ
(۲۲)المصنوع لملاعلی القاریؒ
(۲۳)الاسرار المرفوعه لملاعلی القاریؒ
(۲٤)الموضوعات لابن الجوزیؒ
(۲٥)تنزیه الشریعة
(۲٦)الآثار المرفوعة للکنویؒ
(۲۷)المطالب العالیة
(۲۸)النخبة البهیة
(۲۹)اللآلی المصنوعة
(۳۰)الفوائد المجموعة
(۳۱)التلخیص الحبیر
(۳۲)میزان الاعتدال
(۳۳)لسان المیزان
(۳٤)الدرر المنتشرة
(۳٥)الکامل لابن عدیؒ
(۳٦)اللؤؤ المرصوع
(۳۷)المغنی عن حمل الاسفار للعراقیؒ
(۳۸)مناهل الصفاء للسیوطی
(۳۹)زاد المعاد لابن قیمؒ
(٤۰)احیاء العلوم
(٤۱)الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث
(٤۲)نوادر الفقه
(٤۳)الدر المختار

(٤٤)ظفر الامانی للکنوی
(٤٥)تحذیر الخواص للسیوطی
(٤٦)نزهة النظر
(٤٧)رد المحتار
(٤٨)طحطاوی علی المراقی
(٤٩)التذکرة للقرطبی
(٥٠)حجة الله البالغة
(٥١)مجالس الابرار
(٥٢)الیواقیت الغالیة
(٥٣)تدریب الراوی
(٥٤)الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة
(٥٥)زوال السنة باعمال السنة
(٥٦)رحمة الله الواسعه
(٥٧)نوادر الحدیث مع اللآلی المنثورة
(٥٨)فن اسماء الرجال
(٥٩)فتاوی عثمانی
(٦٠) ملفوظات کشمیری
(٦١) نصب الرایة
(٦٢)قصص القرآن(مولانا سیوهاروی)
(٦٣)معارف القرآن
(٦٤)معارف الحدیث
(٦٥)مجموع فتاوی ابن بازؒ
(٦٦)سیرة النبیا
(٦٧) بیان القرآن
(٦٨)اصول الشاشی
(٦٩)فتاوی یوسفیه
(٧٠)فتنۂ وضع حدیث
(٧١)امداد الاحکام
(٧٢)احسن الفتاوی
(٧٣)امداد الفتاوی
(٧٤)آپ کے مسائل اور ان کا حل
(٧٥) منهج الحیاة الایمانیة
(٧٦) علوم القرآن
(٧٧) مسند عبد الله ابن مبارکؒ
(٧٨)تقریب التهذیب
(٧٩)اقتضاء الصراط لابن تیمیه
(٨٠)تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب
(٨١)فتح الباری
(٨٢) آداب المعاشرت
(٨٣)آدابِ تقریرو تصنیف
(٨٤) تفسیروں میں اسرائیلی روایات
(٨٥) مرقاة المفاتیح
(٨٦) سیرة المصطفی
(٨٧) البانی شذوذه و اخطائه
(٨٨) قیمة الزمن عند العلماء
(٨٩) سیر اعلام النبلاء
(٩٠) علمی خطبات

شراب کہن پھر پلا ساقیا
وھی جام گردش میں لا ساقیا
مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا
میری خاک جگنو بنا کر اڑا
خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰؓ سوز صدیقؓ دے
جگر سے وھی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر
میری ناؤ گرداب سے پار کر
وہ ثابت ھے تو اس کو سیار کر
بتا مجھ کو اسرار مرگ و حیات
کہ تیری نگاھوں میں ھے کائنات

خودی کی یہ ھے منزل اولین
مسافر! یہ تیرا نشیمن نہیں
بڑھے جا یہ کوہ گراں توڑ کر
طلسم زمان و مکان توڑ کر